تیسرا اصلاح شدہ ایڈیشن

حقیقت

نظریہ مفرد اعضاء اربعہ

مصنّف

حکیم و ڈاکٹر پروفیسر محمد اشرف شاکر

Theories of Simple Organopathi

تھیوریز آف سمپل آرگینوپیتھی

ملنے کا پتہ: 29/B وارث کالونی ڈاکخانہ منصورہ وحدت روڈ لاہور

Fone:03004268645-03009492503

Princemohammad163@gmail.com

حقیقت

نظریہ مفرد اعضاء اربعہ

مصنّف

حکیم و ڈاکٹر پروفیسر محمد اشرف شاکر

ہیلتھ کیئر کلینک

۲۹ بی وارث کالونی وحدت روڈ نزد ملتان چونگی روڈ لاہور

فون: 042-5432457

صرف اوقات مطب میں رابطہ کریں: شکریہ

اوقات مطب: شام چار تا آٹھ بجے رات، اتوار ناغہ

نام کتاب	حقیقت نظریہ مفرد اعضاء اربعہ
مصنف	حکیم وڈاکٹر پروفیسر محمد اشرف شاکر
کمپوزنگ	حکیم وڈاکٹر پروفیسر محمد اشرف شاکر
پروف ریڈر	حکیم وڈاکٹر پروفیسر محمد اشرف شاکر
طبع اوّل	اکتوبر ۱۹۹۷ء
طبع دوم	فروری ۲۰۰۵ء
طبع سوم	اپریل ۲۰۱۶ء
تعداد	بارہ سو
قیمت	150 روپے

فہرست مضامین

حکیم حاجی محمد اسماعیل ربانی	15
معنون	17
دیباچہ	18
پیش لفظ	20
اظہار تشکر	21
حرف اوّل	22
کائنات کیا ہے	23
مرض وصحت	26
تاریخ طب	28
آیورویدک	34
مزید تشریح	35
دوش کی وجہ تسمیہ	36
دوش کی تعداد	36
حکیم احمد دین	42

تعارف صابرؒ	45
حکیم رحمت علی راحت	49
حکیم وڈاکٹر محمد اشرف شاکر	51
طبی زندگی	54
احوال واقعی	56
نظریہ مفرد اعضاء اور قانون	58
بنیادی اکائی	59
بافت	60
چار بافتیں	61
عضلاتی بافت	61
قشری بافت	62
اعصابی بافت	62
مخاطی بافت	63
علم طب	64
طب کی اقسام	64
نظریہ مفرد اعضاء اربعہ	65
طب کی تقسیم	66
علم الابدان	66

علم الامراض	66
علم الادویہ	66
علم العلاج	67
امور طبیہ	68
ارکان	71
ارکان اور عناصر کا فرق	72
مزاج کی تعریف	73
مزاج مفرد	73
مزاج مرکب	74
خلط کیا ہے؟	76
اخلاط کے ابتدائی اجزاء	76
اخلاط کا بننا	78
معتدل خون	80
غیر معتدل خون	80
ایک جائزہ	81
خلط ریح پر بحث	82
مزید تشریح	84
میری تحقیق	86

خلط اور اعضاء	89
مفرد اعضاء	90
مرکب اعضاء	91
بنیادی اعضاء	91
حیاتی اعضاء	92
طبی کردار	93
اعضاء رئیسہ	94
اعضاء رئیسہ	97
طحال نکال دینے کے اثرات	102
قانون	113
ارواح	121
ارواح کی تقسیم	121
قویٰ	123
قوت کی مزید تشریح	124
افعال	125
تحریک	128
تحلیل	128
تسکین	129

تحذیر	130
مقامات کی حالت	132
مادہ کیا ہے	133
مادے اور کیفیات	135
عضلاتی مادہ	135
قشری مادہ	135
اعصابی مادہ	135
مخاطی مادہ	136
کیمیاوی اور مشینی تحریک	136
حرارت غریزی اور حرارت غریبیہ	137
نسیجی دوران خون	138
موالید اربعہ	139
رباعیہ	140
مادہ اور گیسز	142
گیسز	142
مفرد اعضاء کی خوراک اور فضلات	144
سال کے چار موسم	145
دوران خون	147

طب قدیم سے تصدیق	148
عروج نظریہ	149
تحریک قلب اور باقی اعضاء	151
تحریک جگر اور باقی اعضاء	152
تحریک دماغ اور باقی اعضاء	154
تحریک طحال اور باقی اعضاء	156
تسکین اور تحذیر	157
بحث	158
غلط علاج	161
درست علاج	162
علاج بالمثل	163
علاج بالجذب	164
علاج بالضد	165
علاج بالآمالہ	166
وقوع مرض	167
افعال کی اقسام	169
قانون علاج	171
قانون صحت	173

مفرد اعضاء اربعہ اور بافتیں	174
غدد ناقلہ اور غدد جاذبہ	175
خلط کی کمی بیشی معلوم کرنا	178
کیمیاوی اور مشینی تحریکات	181
آٹھ نبضیں	182
نبض اور پیشاب کا رنگ	183
پیشاب سے تشخیص	183
فلسفہ صحت	184
تحریکات کے نمبر	185
تحریکات اور اخلاط	186
مزاج کا تعین	187
آٹھ امزجہ	188
سال کی ماہانہ تقسیم	189
فاعل و مفعول مادہ	190
علاج اربعہ امزجہ (علاج بالآلہ)	191
علاج بالضد	192
علاج بالجذب	193
علاج بالمثل	194

چار انسانی زہر	195
زہر کی تعریف	195
زہر کا بننا	195
ایک ضروری اعلان	196
حضرت انسان	197
آسان عضوی علاج	199
عمل اور ردعمل	200
نظریہ اربعہ کی سچائی	205
اہمیت نظریہ	206
غذا کی اہمیت	208
عضلاتی مخاطی غذائیں	209
عضلاتی قشری غذائیں	210
قشری عضلاتی غذائیں	211
قشری اعصابی غذائیں	211
اعصابی قشری غذائیں	212
اعصابی مخاطی غذائیں	213
مخاطی اعصابی غذائیں	214
مخاطی عضلاتی غذائیں	215

حکیم حاجی محمد اسماعیل ربانی

حکیم صاحب ہمارے ایک بزرگ ساتھی ہیں، انسان دوست اور اعلیٰ طبیب ہیں، اپنے سفر حجاز شریف سے واپسی پر ایک روز میرے پاس تشریف لائے، بڑی خوشی سے اور بڑے جذباتی انداز میں ایک عربی زبان کا رسالہ "الطب البدیل" نکال کر مجھے دکھایا جو کہ ۲۳ دسمبر ۲۰۰۱ء کو سعودی عرب کے شہر الخبر سے شائع ہوا تھا، جسے المکتب رئیسی الخبر المملکۃ العربیہ السعودیہ نے چھاپا تھا۔

کہنے لگے اس میں یاسر کا انٹرویو چھپا ہے، یاسر حبیب سے میری صرف فون پر بات ہوئی تھی لیکن تصویری ملاقات اس رسالہ میں ہوگئی میں نے بھی بڑے شوق سے انٹرویو پڑھا لیکن عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے کچھ پلے نہ پڑا جس کا میں نے ربانی صاحب سے اظہار کر دیا کہنے لگے میں اس کا اردو ترجمہ کرا کے لاؤں گا، ماہانہ اجلاس پر ترجمہ کرا کے لے آئے، آپ کو یہ بھی بتا تا چلوں کہ یاسر حبیب ریاض (سعودیہ) میں ہوتے ہیں اور ربانی صاحب کے پوتے ہیں، مجھے ربانی صاحب پر فخر ہے کہ انہوں نے اپنی تقریباً ساری اولاد (بچے اور بچیوں) کو نظریہ مفرد اعضاء کی تعلیم دے رکھی ہے، یہی جراثیم یاسر میں بھی ہیں، یاسر حبیب کو طب سے بہت لگاؤ ہے اور سعودیہ میں آپ لاعلاج اور مایوس مریضوں کے علاوہ بڑے بڑے رئیسوں کا علاج بھی کرتے ہیں، اور لوگ ان کے پاس جوق در جوق علاج کیلئے آتے ہیں، حالانکہ سعودی عرب میں دیسی علاج کی اجازت نہیں ہے لیکن یاسر نے اپنی ساکھ کچھ اس طریقے سے بنا رکھی ہے کہ انہیں کوئی نہیں پوچھتا بلکہ اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، ان کی شہرت دیکھ کر مجلّہ مذکور کے نامہ نگار "خالد التویجری" نے یاسر کا انٹرویو لیا اور اس انٹرویو کو سعودیہ کے ٹیلی ویژن چینل ون سے بھی براہ راست نشر کیا گیا، مجلّہ کے اندر مذکورہ انٹرویو سے پہلے یاسر حبیب کے تعارف کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

ترجمہ: ہماری ملاقات ایک ایسی شخصیت سے ہوئی جس نے علم طب میں انتہائی محنت کی اور کتاب وسنت کی نصوص کا گہرا مطالعہ کیا جو اصول طب کی بنیاد قرار پاتی ہیں اور پھر بعض امراض کے طریقہائے علاج کو بھی بیان کرتی ہیں، یہ ہیں یاسر حبیب جو جسمانی امراض کے علم میں مہارت کے ساتھ ساتھ فصاحت لسانی پر بھی قادر ہیں، انہوں نے طب یونانی اور طب کے دوسرے ماخذ اور مسلمان اطباء حقدمین اور ماضی اوّل کے مسلمان علماء کی طب کے مطالعہ کے بعد ان آخری معلومات سے استفادہ کیا، جن تک آج کے دور کی طب پہنچ چکی ہے اور وہ طریقہ علاج بنظریہ رباعیہ کو عربی زبان میں متعارف کرانے والی پہلی شخصیت ہیں، اس نظریہ کا طریقہ علاج طب قدیم کے ٹھیٹھ پن اور طب جدید کے ترقی یافتہ دور اور نصوص کتاب وسنت کی قدسیت کا بہترین سنگم ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو انٹرویو لینے والے نے ان میں دیکھیں، لیکن ربانی صاحب کے کہنے کے مطابق یاسر حبیب نے نظریہ اربعہ کو نظریہ رباعیہ کا نام دیا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے اس میں ہر چیز چار چار ہے، اس کے علاوہ یاسر کی سعودیہ میں دھوم مچی ہوئی ہے، اور اب وہ دور جدید کی طبی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد ان سے اخذ کر کے طب پر عربی زبان میں کتاب لکھ رہا ہے، میرے لئے یہ ازحد خوشی کی بات ہے کہ میں جو نظریہ کی ترویج کیلئے دن رات ایک کئے ہوئے ہوں مجھے یاسر جیسا معاون مل گیا، یہ چند الفاظ میں نے اس لئے اس کتاب میں لکھ دیئے ہیں کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ جب کوئی نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کا علم دل سے سیکھنا چاہتا ہے تو اللہ کریم بھی اس کی مدد کرتا ہے، یاسر کی مثال آپ کے سامنے ہے اس نے جس قدر محنت کی اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے اپنی عطا کے دروازے کھول دیئے، آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی اسی ذوق وشوق سے علم طب نظریہ مفرد اعضاء اربعہ سیکھنے کی کوشش کریں، دوسری بات یہ کہوں گا کہ کتابوں میں چالیس پچاس فیصد علم ہوتا ہے باقی اساتذہ کی صحبت سے حاصل کیا جاتا ہے، اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں، دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی حکیم بنادے۔

حکیم محمد اشرف شاکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے

معنون

میں ان چند اوراق کو اس ہستی کی نظر کرتا ہوں، جن کی کوششوں سے نظریہ مفرد اعضاء اربعہ تحقیق ہوا، وہ اب ہم میں نہیں ہیں، چند ماہ قبل اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے اور ان کے درجات بلند فرمائے.....آمین

جناب حکیم رحمت علی راحت نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، آپ اپنے شاگردوں کیلئے بالخصوص اور دوسروں کے بالعموم ایک نہایت ہی مشفق ہستی تھے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے بچوں کو آپ کا صحیح جانشین بنائے اور وہ بھی فن کی اسی طرح خدمت کریں جس طرح آپ خود فن طب کے ساتھ بے لوث محبت کرتے تھے.........آمین

پیش لفظ

میں نے طب کی جدید و قدیم بہت سی کتب کا مطالعہ کیا ہے، لیکن ایک بات سے میں اتفاق نہیں کر سکا کہ اکثر اطباء ملک و قوم کی خدمت کے دعوے کرتے ہیں، لیکن جب کچھ لکھتے ہیں تو اس قدر مشکل اور ثقیل الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ایک عام فہم شخص تو ایک طرف! بہت سے طبیب بھی ان کی لکھی ہوئی کتب کے ساتھ ساتھ لغات لے کر بیٹھے ہوتے ہیں، اور الفاظ و معنی کی بھول بھلیوں میں کھو کر اپنے اصل مدعا سے ہٹ کر ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح بہت سا قیمتی وقت تباہ ہوتا ہے، میرے خیال کے مطابق وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ پڑھنے والا یہ خیال کرے کی مصنف بہت بڑا عالم فاضل ہے، حالانکہ وہ عالم فاضل ہونے کی بجائے نقال ہوتے ہیں۔

اس کتاب سے پہلے میں نے جتنی بھی کتب لکھی ہیں ان کو نہایت آسان الفاظ میں لکھا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

اب جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں بھی میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ بالکل سادہ اور آسان طریقے سے مدعا بیان کر سکوں تاکہ جو لوگ اس فن شریف کو سیکھنے کے لئے نئے ہیں ان کو سمجھ میں ہر بات آسانی سے آجائے۔

خادم فن طب

حکیم و ڈاکٹر محمد اشرف شاکر

اظہار تشکر

اس سے پہلے چند کتب آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں جن میں سے کلید مطب، اور مجربات شاکر نہایت قلیل عرصے میں ہاتھوں ہاتھ بک گئیں، ان کے اضافہ شدہ ایڈیشن لکھ کر آپ کی خدمت پیش کر دیے گئے ہیں۔

کسی کتاب کا اتنے قلیل عرصہ میں ہاتھوں ہاتھ خاص و عام تک پہنچ جانا اس کی مقبولیت کی دلیل ہوتا ہے۔ میری اس کاوش کو اطباء کرام نے اس قدر پسند کیا کہ ان کی رائے کے مطابق اب علم طب حاصل کرنا کچھ مشکل نہیں رہا، ان کی اس بات نے مجھے دلی سکون بخشا کہ میری حقیری سی کوشش نے علم طب کی راہیں ایک عام فرد کیلئے بھی ہموار کر دیں، اس کیلئے میں خالق کائنات کا جس قدر بھی شکریہ ادا کروں کم ہوگا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ان چند اوراق کو بھی عام قاری کے سمجھنے میں مدد دے اور اس سے وہ فائدہ حاصل کر کے ملک و ملت کی صحیح معنوں میں خدمت کرے۔

خادم فن طب

حکیم و ڈاکٹر محمد اشرف شاکر

فاضل طب و جراحت

فاضل طب کمپل آرکیو پیتھی

ڈاکٹر آف ہومیو میڈیسنز

حرف اوّل

شروع اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جو مالک ارض وسما ہے، اس خلائق کائنات نے ہر چیز اعلیٰ بنائی لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جس قدر اعلیٰ وارفع بنایا اس کے بعد اعلیٰ و ارفع کی تعریف ختم ہوجاتی ہے، اس کے بعد احسن الخالقین نے امت محمدیہ میں ہمیں پیدا فرما کر بہت بڑا احسان فرمایا، کائنات میں جو کچھ بھی آپ ﷺ کی امت میں سے ہے، لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کرکے امت محمدیہ کی قدرومنزلت پہلے انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی نسبت اس قدر بڑھادی کہ ہم اس کا جتنا بھی شکرادا کریں کم ہوگا۔

اس کتاب میں میں تھوڑا سا قدیم ادوار کا ذکر کروں گا کہ طب کب کیسے اور کس حالت میں ہم تک پہنچی، اور ہم نے اس میں کیا آسانیاں پیدا کیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اس کائنات کو بنے ہوئے تقریباً ساڑھے پانچ ہزار ارب سال گذر چکے ہیں، اس کائنات کا یہ کرہ، ارض جسے ہم زمین کے نام سے جانتے ہیں اور اس پر رہتے ہیں اس پر حضرت انسان کا وجود تقریباً ساڑھے تین لاکھ سال قدیم ہے۔

کائنات کتنی وسیع ہے اس کا آج تک کوئی بھی فرد اندازہ نہیں لگا سکا، جس زمین پر ہم بستے ہیں اس کی شکل قرص نما ہے اور آسمان اس پر الٹے پیالے کی طرح اس کو چاروں

طرف سے گھیرے ہوئے ہے، اور رات کو جو ستارے چمکتے ہیں یہ آسمان کی خلاء دار سطح کے اندر نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔

کائنات کیا ھے

کائنات سورج، چاند، زمین، فلکی سیاروں اور ان گنت مجمع النجوم پر مشتمل ہے، سب سے پہلے مصر اور بابل کے لوگوں نے کائنات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کی اور تاریخ کے کیلینڈر استعمال کئے جو فلکی اجسام کی حرکت پر مبنی تھے، آگے چل کر انہوں نے علم نجوم پر بڑی مہارت حاصل کر لی جس سے انہیں وقت کا صحیح تعین، سمندری جہازوں کی پوزیشن معلوم کرنے، موسموں کی پیش گوئی، ستاروں کی گردش وغیرہ کا اندازہ کرنے میں بڑی مہارت حاصل ہوگئی، کائنات کے بارے میں قدیم یونانیوں کا تصور بھی اہل بابل سے ملتا جلتا ہے، کائنات کے بارے میں یہ چند لائنیں اس لئے لکھنی پڑیں کہ کائنات کو بنانے والے کے حسن و جمال پر نظر ڈالی جائے کہ اس نے اپنے بندے پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسل سے کیا کیا عنایات کی ہیں۔

کبھی آپ نے غور کیا ہے؟

کہ اس خلائق کائنات نے اپنے بندے کیلئے کیسے کیسے پھول، پھل، باغات، اناج، طرح طرح کے میوے اور کیسی کیسی آسائشیں مہیا کیں کہ میرا بندہ میرا شکرادا کرے اور یہ خوش رہے، غور کا مقام یہ ہے کہ اسے ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی، اس نے صرف اپنے محبوب ﷺ کی امت کو خوش کرنے کیلئے یہ سب کچھ بنایا، حسن کائنات تو انہی چیزوں سے ہے نا!!

اس کائنات میں جتنی بھی اشیاء ہیں وہ سب کسی نہ کسی طریقے سے حضرت انسان کے نفع کیلئے اوراس کی خوشی وسرور کیلئے ہیں، اوران اشیاء کا احاطہ کسی بھی انسان کے بس سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس کائنات میں کرہ ارض تخلیق کیا، اس میں دریا، پہاڑ، جنگل، سمندر، ملک، شہراور دیہات بنائے، اوران ملکوں، شہروں اور دیہاتوں میں انسان کو قوموں اور خاندانوں کی شکل میں آباد کیا۔

جیسے ایک مثل مشہور ہے کہ پھول کے ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں، جب لوگوں کو شہروں اور دیہاتوں میں آباد کر دیا تو ان کو بیش بہا نعمتوں سے نواز دیا گیا، قرآن مجید فرقان حمید کی سورہ الرحمٰن میں بار بار آتا ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے

ان ہی لاتعداد نعمتوں میں سے ایک نعمت صحت بھی ہے اور پھول کے کانٹوں کی طرح اس کے ساتھ بیماری بھی ہے، بس یہیں سے صحت ومرض کا فلسفہ شروع ہو جاتا ہے۔

جب سے انسان اس دنیا پر آباد ہے صحت ومرض بھی اسی وقت سے وقوع پذیر ہیں، فرض کریں جب انسان پر پہلی مرتبہ بیماری نے حملہ کیا تو اس وقت اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی، اس کے کیا احساسات ہوں گے، جیسے پہلے پہل انسان نے اندھیری، بارش اور اولے برستے دیکھے ہوں گے تو وہ اسے قہر خداوندی سمجھا ہوگا اور وہ ان سے بچنے کیلئے کسی قریبی غار یا کھوہ میں جا چھپا ہوگا، اسی طرح اسے شروع میں جب دردسر

یا کوئی دیگر اسی طرح کا مرض واقع ہوا ہوگا تو وہ پھر اس اذیت سے بچنے کیلئے کسی قریبی پناہ گاہ کی طرف بھاگا ہوگا اور اسے جب وہاں بھی اس اذیت سے نجات نہ ملی ہوگی تو یہ کس قدر پریشان ہوا ہوگا، اسی پریشانی کے عالم میں ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھا ہوگا اور آخر کار گر گیا اس وقت یا تو مرض کی شدت سے اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی ہوگی اور جب اسے ہوش آیا تو اس مرض سے اسے نجات مل چکی ہوگی، جس سے اس نے اندازہ لگایا کہ بے ہوش ہونے سے اسے آرام ملا ہے، تو دوبارہ اسی طرح کی اذیت میں اس نے سونے کی کوشش کی ہوگی یا اس نے اپنے آپ کو کہیں مصروف کر لیا تو اس سے اس کا دھیان بٹ گیا اور اس کو اس مرض سے چھٹکارا مل گیا، اسی طرح تجارب و مشاہدات و حادثات سے صحت کا رستہ ملتا گیا اور ان رستوں کی تدریج ہوتی گئی۔

درود پاک

اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے رسول آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ، وجہ وجود الکائنات، خاتم الانبیاء، خاتم المرسلین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، رحمت اللعالمین پر جو مسلمان ایک مرتبہ محبت سے درود پاک بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کے دس درجات بلند فرماتا ہے، دس گناہ معاف فرماتا ہے، دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔ درود پاک بھیجئے کہ یہ تم سے [illegible] ہے اس کا دل چاہے تو سات سو درجات بلند فرما دے، اسی قدر گناہ معاف فرما دے اور اسی قدر نیکیاں لکھ دے۔ آئیں محبت سے پڑھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥

مرض وصحت

مرض کی ابتداء آفرینش سے ہی ہے اور مختلف طریقوں سے اس کا علاج بھی ہوتا رہا ہے، کتب کے مطالعہ سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ علاج کا یا قاعدہ طریقہ خواہ وہ روحانی طریقے سے ہوا یا ادویہ سے کیا گیا یا کسی اور ذریعے سے مدد لی گئی یہ حضرت شیث علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے کی تاریخ نہیں ملتی، قیاس ہے کہ اس سے پہلے بھی مرض کو صحت کی طرف لوٹانے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور رہا ہوگا، حضرت شیث علیہ السلام کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کے دور میں بھی مختلف طریقوں سے مرض کا علاج کر کے جسم انسانی کو صحت کی طرف لوٹایا جاتا رہا ہو گا، کسی دور میں تو بم پرستی سے بھی کام لیا جاتا رہا ہے، کبھی اس سلسلہ میں تعویز گنڈے سے کام لیا گیا، کبھی سہواً کوئی ایسی چیز کھائی گئی یا کوئی ایسا کام ہو گیا جس سے صحت ہو گئی، اور بعد میں اسی عمل کو دہرا کر اس سے فائدہ حاصل کیا جاتا رہا، ایک مرتبہ ایک آدمی جنگل میں شکار کے دوران ایک ہاتھ کو کسی ضربہ سے متورم کر بیٹھا، اپنی تکلیف سے عاجز آ کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ گیا اور ہاتھ کی تکلیف کو کم کرنے کیلئے اس نے تکلیف والے ہاتھ کو تکیئے کی طرح سر کے نیچے دبا لیا، اسی اثناء میں اسے نیند آ گئی، جب آنکھ کھلی تو اس کے ہاتھ کی تکلیف میں کافی کمی آ چکی تھی، اور ورم

اس نے جب غور کیا تو اس نے دیکھا کہ جہاں وہ لیٹا تھا وہاں سدابہار
بھی اُگ گیا تھا، اس نے خیال کیا کہ یہی بوٹی اس کی شفاء کا سبب بنی ہے، اس بوٹی
بہت اگی ہوئی تھی، اس نے خیال کیا کہ یہی بوٹی اس کی شفاء کا سبب بنی ہے، اس بوٹی
کے لس نے اس کے ہاتھ کا ورم دور کر دیا ہے، لہٰذا اس نے آ کر اپنے قبیلے میں بتایا کہ
یہ بوٹی اس کے ورم کے لئے پیغام شفاء ثابت ہوئی ہے وہیں سے اس بات کا چرچا ہوا اور
سدابہار کو محلل اورام اور مسکن الم کے طور پر استعمال کیا جانے لگا، ایسے ہی اور بھی بہت سے
واقعات ملتے ہیں جن سے طب کا حدوث ظاہر ہوتا ہے ایسے ہی ایک مشہور واقعہ ہے
کہ ایک طبیب ندی کے کنارے کہیں جا رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک بگلہ
نہایت کرب کے عالم میں ندی کے کنارے اذیت میں مبتلا تھا، کچھ ہی دیر بعد اسکی
تکلیف میں اضافہ ہو گیا تو اس نے ندی کے پانی میں سے چونچ بھر کر اپنی مقعد میں
داخل کی، طبیب نے بغور دیکھنا شروع کیا تو اس بگلے کے کرب میں کوئی کمی نہ آئی تو اس
نے دو تین بار پھر ندی میں سے پانی کی چونچ بھر کر اپنی مقعد میں داخل کی، اس سے اسے
کھل کر اجابت ہو گئی اور وہ ہلکا پھلکا ہو کر اڑ گیا، طبیب نے وہاں جا کر دیکھا تو وہ کچا
گوشت تھا جو اس بگلے کو ہضم نہیں ہوا تھا وہی اس کی اذیت کا باعث بنا ہوا تھا، جب
پیٹ سے نکل گیا تو وہ ہلکا پھلکا ہو کر اڑ گیا، اس طبیب نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر اس
عمل کو عمل طائر (پرندے والا عمل) کے نام سے موسوم کیا جو بعد میں حقنہ کہلانے لگا،
اب تک اس عمل کا نام حقنہ ہی ہے، اس طبیب نے اس عمل سے بہت سے مریضوں کو
فائدہ پہنچایا، اس عمل پر مزید تجربات کر کے نمکین پانی استعمال کیا گیا جس سے اس
میں فائدہ کئی گنا ہو گیا، اور آنتوں کے کئی امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔

تاریخ طب

کسی بھی علم کی تاریخ معلوم کرنا اس قدر مشکل ہے کہ اس کا آپ کو اندازہ نہیں ہے، کیونکہ جب آپ قدیم زمانہ کے انسان کی زندگی گذارنے کے حالات معلوم کریں گے تو آپ انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ انسان کی شروعات کیا تھیں، وہ کیسے کھاتا پیتا تھا، کیسے سوتا تھا، کیسے لباس پہنتا تھا، موسموں کے سرد وگرم سے بچانے کیلئے کیسے کیسے حیلے بہانے کرتا تھا، کسی مرض میں مبتلا ہو جانے کے بعد اس کا ازالہ کس طرح کرتا تھا، قدیم انسان کی زندگی کے رہن سہن کے متعلق چند مثالیں پیش کرتا ہوں جس سے اس کی زندگی پر روشنی پڑے گی۔

قدیم انسان کو اگر آپ دیکھ لیتے تو اسے کبھی بھی انسان نہ کہتے کیونکہ یہ انسان سے گوریلا زیادہ محسوس ہوتا تھا، اسلئے کہ اسے لباس نام کی کسی چیز سے واقفیت نہیں تھی، یہ ننگا رہتا تھا، اسے سوائے اپنے کھانے پینے کے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا، وہ بھی اس نے بھوک سے مجبور ہو کر کچھ طریقے گھڑ لئے جن سے اس کے پیٹ کا دوزخ بھر جاتا، یعنی زمانہ قدیم میں نہ تو اسوقت کے بنگلوں کی طرح رہنے کیلئے گھر تھے اور نہ ہی کوئی سر چھپانے کا اچھا ٹھکانہ تھا اس وقت کا انسان وحشی بھی تھا اور غاروں میں رہتا تھا، کھانے کیلئے جنگلی پھل اور درختوں کے پتے کھا کر گذارا کرتا تھا، ان خورد و نوش کی

اشیاء میں کئی بار زہریلی چیزیں کھا کر اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا تھا، اس دور میں آبادی نہایت کم ہوا کرتی تھی لیکن پھر بھی لوگ دو دو تین تین کنبوں کی طرح رہتے تھے اور جب کبھی زہریلی غذا کھانے سے کوئی فرد مر جاتا تو یہ ہوشیار ہو جاتے اور دوبارہ کبھی اس قسم کی غذا کے قریب بھی نہ پھٹکتے، اسی طرح اس کے تجربات و مشاہدات روز افزوں ترقی کرتے گئے اور یہ وحشی سے انسان بنتا چلا گیا، جب یہ غاروں کے ننگے فرش پر رات کو سوتا تو سوتے ہوئے کئی موذی جانور اس کو کاٹ لیتے اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہو جاتا، اس افتاد سے بچنے کیلئے اس نے غاروں کے آگے پتھر رکھ کر دھانہ بند کر کے سونا شروع کر دیا اس سے اس کی زندگی کے خطرات میں کمی آ گئی، پھر اس کی سوجھ بوجھ میں اور اضافہ ہوا تو اس نے درختوں کے پتوں سے تن ڈھانپنا سیکھ لیا اس طرح زندگی مزید بہتر گذرنے لگی، ایک زلزلہ آیا تو پہاڑوں کے پتھر ایک دوسرے پر لڑھکنے لگے اس کی غاریں تباہ و برباد ہو گئیں لیکن اس نے دیکھا کہ جب پتھر ایک دوسرے پر لگے تو ان میں سے روشنی (شعلے) نکلی یہ اس کیلئے بالکل نئی چیز تھی، یہ اس روشنی سے خوفزدہ ہو کر پھر غار میں جا چھپا لیکن اس بات کا عکس اس کی نگاہوں میں محفوظ رہا، ایک روز یہ گھاس پھوس کے ڈھیر پر بیٹھا تھا کہ آسمان پر بجلی چمکی تو اسے وہی پتھروں سے نکلنے والی روشنی یاد آ گئی، اس نے فوراً دو پتھر پکڑ کر پوری طاقت سے ٹکرا دیئے ان سے پھر ویسی ہی روشنی نکلی لیکن ایک نیا حادثہ ہو گیا کہ جس گھاس پھوس پر بیٹھا تھا اس نے آگ پکڑ لی اور یہ اچھل کر اس سے دور ہو گیا، لیکن آگ کی گرمی نے اس کے جسم میں ایک طمانیت سی پیدا کر دی تو اس طرح یہ آگ سینک کر اس سے

اپنے جسم کوراحت پہنچانے لگااوراس طریقے کواس نے اپنے روز کے معمولات میں شامل کرلیا، پھراسی طرح اس نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں اس گھاس میں چھپا کررکھ چھوڑی تھیں جن کا اسے یاد نہ رہا اس نے گھاس کو آگ لگادی وہ چیزیں بھی اس میں جلنے لگیں تو یہ پریشان ہوگیا کہ اس کا کھانے پینے کا ذخیرہ ضائع ہورہا ہے اس نے لکڑی کی مدد سے اسے نکالا اور افسوس کی حالت میں بیٹھا تھا کہ اس نے جلے ہوئے پھل کو چکھ لیا تو اس کی آنکھیں حیرت سے چمک اٹھیں کہ اس کا ذائقہ اسے بہت اچھا لگا، یہیں سے اس نے اب غذا کو بھون کر استعمال کرنا شروع کردیا، گویا زندگی کچھ مزید آسان سی لگنے لگی، جنگلی جانوروں کو عجیب حالت میں حرکتیں کرتے دیکھ کر جماع کے طریقے سے واقف ہوا تو اسے عجیب لطف وسرور آیا اب جس فریق ثانی نے اسے لطف وسرور مہیا کیا اسے یہ کھونا نہیں چاہتا تھا تو اس نے اس کی حفاظت کا طریقہ بھی سیکھ لیا، یوں اب اس کی نسل پیدا ہوئی تو یہ ایک ننھی سی مخلوق کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، اس ننھی مخلوق کی مزید حفاظت کے طریقے سیکھ گیا، اسی طرح حواث سے حوادث ذریعہ بنتے چلے گئے اور یہ عقل مند ہوتا چلا گیا، اسی طرح امراض کی پیدائش کے ساتھ ساتھ ان کے ازالے کی تدبیریں بھی بنتی چلی گئیں مثلاً ایک دن جنگل میں ایک آدمی کو سانپ نے ڈس لیا، سانپ زہریلا تھا چند ہی لمحوں میں اس کو اپنے جسم میں آگ سی لگتی ہوئی محسوس ہوئی اس کے ساتھ ہی شدت کی پیاس نے حملہ کردیا تو اسے نے بمشکل اپنی گردن گھما کر دائیں بائیں نگاہ دوڑائی تو کچھ ہی دور اسے تھوڑا سا پانی نظر آیا یہ بڑی مشکل سے گھسٹتا ہوا وہاں تک پہنچا اور قطع نظر اس کے کہ پانی گندہ ہے اس نے

اس میں منہ ڈال دیا اور کافی مقدار پانی معدے میں کھینچ لیا اور وہیں سر ڈال دیا کچھ ہی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کی طبیعت بہتر ہو رہی ہے تو اس کو حوصلہ ہوا کی وہ مرنے سے شاید بچ گیا ہے، اور واقعی بچ گیا تھا اب اسے حیرانی ہوئی کہ وہ پانی پی کر بچا ہے لیکن اس سے پہلے تو اس نے کئی لوگوں کو سانپ کے ڈسنے سے پانی پی کر بھی مرتے دیکھا تھا تو اس نے کچھ سوچ کر کسی لکڑی سے اس پانی کی تہہ کو کھوجنا شروع کر دیا تو اس نے دیکھا کہ پانی کی تہہ میں دو سانپ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے اور ان کی موت کے بعد ان کا گوشت بھی گل سڑ گیا تھا، اب اس نے عقل دوڑائی کہ سانپ کے زہر کا علاج اس کے گوشت میں موجود ہے تو اس نے سانپ سے ڈرنا چھوڑ دیا بلکہ اس کا گوشت بڑی رغبت سے کھانا شروع کر دیا، سانپ کے گوشت نے گویا اس کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دی، اسے اپنے جسم میں بجلیاں کوندتی ہوئی محسوس ہوئیں تو اس سے اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سانپ کا گوشت قوت باہ اور جسم میں طاقت بڑھا دیتا ہے، اسی طرح کے حوادث سے اس کی عقل بڑھتی گئی، ادوار گذرتے رہے زمانہ ترقی کرتا گیا تو اس نے اپنے طرز زندگی میں مزید تبدیلیاں پیدا کر لیں اب اس نے اپنے رہنے کیلئے درختوں کی شاخوں اور ٹہنیوں سے عارضی غاریں سی بنالیں اور درختوں کی ٹہنیاں جلا کر آگ محفوظ کرنے کا طریقہ بھی سیکھ چکا تھا، اس طرح اور بھی کئی باتیں اس نے سیکھ لی تھیں جس سے اس کی زندگی اور آسان ہو گئی۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اس نے پہیہ ایجاد کر لیا اس کی مدد سے اسے اپنے سامان کو اپنی غار تک منتقل کرنا آسان ہو گیا، اسی طرح کے حوادث نے اس کی صحت کو قائم

رکھنے میں بھی بہت مدد دی، اپنی صحت کو بحال رکھنے کیلئے کئی طریقے اسے معلوم ہو گئے تھے، جیسے اسے ایک مرتبہ ہیضہ ہو گیا، بہت تکلیف ہوئی بہت تڑپا لیکن کچھ ہی دیر بعد اسے قے ہو گئی اس سے اسے سکون محسوس ہوا اب اس کو یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ اگر پیٹ میں درد ہو تو اسے قے کر کے ٹھیک کیا جا سکتا ہے لیکن اسے قے کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا، ایک دن پھر اسے ہیضہ ہو گیا تو اب قے کرنے کیلئے کبھی یہ پیٹ کو دباتا کبھی منہ کی طرف ہاتھ لے جاتا، لیکن قے نہیں ہو رہی تھی پھر اس نے منہ میں انگلی ڈال لی تو اسے قے ہو کر مرض کو آرام آ گیا اس سے اسے قے کا طریقہ بھی معلوم ہو گیا، اسی طرح کے واقعات اس کے مرض کو دور کرنے کا ذریعہ بنتے گئے، اس کے تجارب و مشاہدات بڑھتے گئے، آبادی بھی بڑھتی گئی جب آبادی بڑھی تو مسائل بھی بڑھتے گئے، علم و تجارب بھی بڑھتے گئے، ان کے ساتھ صحت کے مسائل نے بھی گھیر لیا ایک وقت ایسا بھی آیا کہ علاج معالجے کو توہمات نے گھیر لیا، اس وقت تک انسان کافی ترقی کر چکا تھا اس نے باہمی لڑائی جھگڑے نپٹانے کیلئے اپنے قبیلے کا ایک سردار بھی منتخب کرنا سیکھ لیا تھا جو ان کے ہر دکھ سکھ کا ذمہ دار ہوتا تھا، یہ سردار ہی ان کے علاج کا بھی ذمہ دار ہوتا جب کوئی بیمار ہوتا تو یہ اسے اٹھا کر اپنے سردار کے پاس لے جاتے اور اس سے مریض کیلئے مدد طلب کرتے، سردار بھی اپنی سرداری قائم رکھنے کیلئے الٹی سیدھی حرکتیں کرتا، جس سے مریض کا مرض اس وجہ سے دور ہو جاتا کہ وہ سمجھتا کہ سردار اس کے لئے دکھی ہے اور اس کے مرض کا علاج کر رہا ہے اس نفسیاتی حربے سے مریض تندرست ہو جاتا، کبھی سردار اپنے تجربے کی کوئی بوٹی گھوٹ کر پلا

انسان ترقی کے منازل

دیتا اور مریض صحت یاب ہو جاتا، سلسلہ یونہی چلتا رہا حضرت انسان ترقی کے منازل
طے کرتا رہا، اب مٹی کے گھر بن گئے ان پر چھتیں بھی ڈال دی گئیں اس کٹیا میں یہ
اپنے آپ کو مزید محفوظ تصور کرنے لگا، پھر ادوار گذرنے کے ساتھ ساتھ مزید ترقی
ہوئی کاہنوں اور جادوگروں کا دور آ گیا، اب مرض کا علاج جادو ٹونے سے ہونے لگا،
مزید ترقی کے ساتھ تعویز، گنڈے بھی ایجاد ہو گئے، ساتھ ساتھ جڑی بوٹی سے علاج
کرنے والے لوگ بھی اپنے علم میں طاق ہوتے گئے لہٰذا زندگی آرام سے گذرنے
لگی، موتیں کم واقع ہونے لگیں کیونکہ علاج معالجہ کی سہولتیں عام ہو گئی تھیں۔
یہ سب اس لئے لکھنا پڑا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ طب کی شروعات کیا تھیں اس کو
ہم طب ہی کہیں گے کیونکہ اس وقت ان طریقہائے علاج کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا،
اسی طرح وہ زندگی گذارنے لگا، اسی طرح لاکھوں سال گذر گئے اب انسان بہت کچھ سیکھ
گیا تھا بہت ترقی کر چکا تھا، اب مرض کا علاج کرنے والے باقاعدہ حکیم کہلانے لگے
تھے اور معاشرے میں ان کو اونچا مقام حاصل تھا، اب لاکھوں سال کے حالات لکھنے
کے بعد میں اس دور کا ذکر کرتا ہوں جب طب کو باقاعدہ ایک مقام حاصل ہو گیا، تمدن کے
ساتھ ساتھ اس میں بہت ترقی ہوئی اور اس میں ترتیب وتہذیب کی شان پیدا ہو گئی۔
اب ہم اس دور کی بات کریں گے جب بہت سے ملک بن گئے، ان میں شہر وجود میں
آئے ان ملکوں اور شہروں کے نام رکھے گئے، پھر ان شہروں کے ساتھ ساتھ گاؤں بھی
دنیا کے نقشے پر ابھر آئے، ان ہی ممالک میں برصغیر پاک و ہند بھی دنیا کے نقشے میں
نظر آنے لگا پاکستان بننے سے صدیاں پہلے یہاں آیورویدک طب رائج تھی۔

آیورویدک

صدیوں سے حفظ صحت کیلئے مختلف طریقوں پر عمل کیا جاتا رہا، میں اس وقت کی بات کر رہا ہوں جب ابھی جڑی بوٹیوں اور معدنیات سے کام لے کر صحت بحال کرنے کی کوشش میں اطباء سرگرداں تھے، یہ ضرور ہوا کہ اس وقت تک بہت سی جڑی بوٹیاں مرکبات کی شکل میں حصول صحت کا ذریعہ بن چکی تھیں۔

یہ اب سے کئی صدیوں پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے چند جید علماء و اطباء نے سالہا سالوں کی عرق ریزی کے بعد ایک طریقہ علاج دریافت کرلیا جس کا نام آیورویدک رکھا گیا، اس طریقہ علاج کی بنیاد انہوں نے تین دوشوں پر رکھی، یہ تین دوش وات (وایو، ریح) پت (صفراء، گرمی) کف (بلغم، تری) تھے ان اطباء کے مطابق جب یہ تینوں چیزیں اپنے طبعی افعال میں متغیر ہو جاتیں تو جسم میں مرض واقع ہو جاتا، بعض امراض کو صرف ایک دوش کے تغیر و فساد یا کمی بیشی سے وابستہ کر دیا گیا، ان دوشوں کی خرابی اور تغیر و فساد کو دور کرنے کا نام انہوں نے علاج رکھا، ان حاملین آیورویدک کا اعتقاد تھا کہ وات دوش سرد اور خشک ہے، پت دوش گرم اور خشک ہے، کف دوش سرد اور تر ہے، ان کے مطابق وات اور پت چونکہ دونوں متحرک ہیں اس لئے اگر جسم میں یہی دو دوش ہوتے تو انسان کی شاید کیا حالت ہوتی، اس لئے بھگوان نے ان دونوں

کی تیزی و تحریک کو قابو میں رکھنے والی دوش کف (بلغم) پیدا کر دی۔

مزید تشریح سشرت آیورویدک کی مشہور اور مستند کتاب ہے، اس میں لکھا ہے کہ انسانی جسم کا مول (بنیاد) دوش (وات، پت، کف) دہاتو، رس، گوشت، خون، چربی، ہڈی، مجا، منی اور مل یعنی ہر قسم کے فضلات (پیشاب، پاخانہ، پسینہ) وغیرہ ہیں، اور انسان انہی چیزوں کا مجموعہ ہے اس کے سوا جسم میں کوئی چیز نہیں، اسلئے ان کا اعتدال پر ہونا ہی تندرستی کی علامت ہے ان کی کمی بیشی یا خرابی مرض ہے، جو شخص ان تین قسم کی اشیاء سے واقفیت حاصل کر لے وہ امراض کے بھید کو پالیتا ہے پھر اس سے ازالہء مرض میں غلطیاں سرزد نہیں ہوتیں۔

سشرت سوتر استھان ادھیائے ۲۱ میں لکھا ہے کہ وات، پت، کف ہی جسم کے ہونے کا سبب ہیں، فساد کے بغیر انہی کے جسم کے نیچے اوپر اور درمیان رہنے سے یہ جسم کا سہارا دیا جاتا ہے جیسے تین ستونوں کے سہارے کوئی جگہ قائم رہتی ہے اسی واسطے اس جسم کو ستنو بھی کہتے ہیں، اور یہی وات، پت، کف جب بگڑ جاتے ہیں تو جسم کا خاتمہ کر دیتے ہیں، چرک میں لکھا ہے وات، پت، کف اپنی اصلی صورت و حالت میں آدمی کو تندرست رکھتے ہیں اور طاقت، رنگت اور آرام کو بڑھاتے ہیں، اگر ان سے ٹھیک کام لیا جائے تو یہی دھرم ارتھ ودھن (کام، کامیابی، خواہش) کا باعث ہیں، لیکن یہی بگڑے ہوئے اس کے خلاف کام کرتے ہیں۔

انہیں تین دوشوں کو سشرت نے ہوا، سورج اور چاند سے مشابہت دی اور لکھا ہے کہ دنیا میں جو ہوا کا کام ہے یعنی حرکت وغیرہ تو وہی جسم میں وات کا کام ہے، اور سورج

کی گرمی وغیرہ یہی جسم میں پت کے کام ہیں، اور پھیل لانا ٹھنڈک پہنچانا یہ کف کے کام ہیں۔

دوش کی وجہ تسمیہ دوش کے معنی نقص یا خرابی کے ہیں، سو چونکہ اس کی خرابی سے قریب قریب سب امراض ہوتے ہیں اس لئے ان کو دوش کہا جاتا ہے، حقیقت میں اگرچہ تینوں ہی جسم کیلئے ضروری ہیں، ان کے بغیر کوئی جسم نہیں۔

دوشوں کی تعداد اگرچہ آیورویدک کتب میں دوشوں کی تعداد صرف تین ہی مقرر ہے لیکن کہیں کہیں رکت یعنی خون کو بھی ان میں شامل کیا گیا ہے جس سے ان کی تعداد چار ہو جاتی ہے، چنانچہ کئی محققین نے اس کو دوشوں میں شمار کر کے اس پر کئی دلائل دیئے ہیں، اگرچہ رکت (خون) کو دھاتو بیان کیا اور دھاتو کی فہرست میں درج کیا گیا لیکن چونکہ یہ دوش کی شکل اختیار کر جاتا ہے اور جلدی خراب ہو جاتا ہے اس لئے اس کو بھی دوشوں میں شمار کرنا چاہیئے جیسے سشرت سوتر استھان ۲۱ میں لکھا ہے وات، پت، کف کے بغیر جسم نہیں ہے اور رکت کے بغیر بھی، یہاں ان تینوں دوشوں کے ساتھ خون کو شامل کر لینے کا اور کوئی مطلب نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ بھی دوش ہے، کیونکہ ویسے تو دوش دھاتو مل ان میں سے کسی کے بغیر بھی جسم نہیں ہے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے پھر ایک خون کا نام دوشوں کے ساتھ لینا اور باقی دھاتو اور مل کو شمار نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ سشرت بھی رکت کو دوش تصور کرتا ہے، اس لئے اکثر ویدوں نے یہی سمجھ رکھا ہے کہ اگرچہ رکت یعنی خون دھاتو ہے مگر چونکہ وہ

شمار کر لیا جاتا ہے۔

ایسے ہی زمانے کے سرد و گرم کے ساتھ اس علم (آیورویدک) میں مزید نکھار آتا گیا لیکن پتہ نہیں کیا وجہ بنی کہ اس کے بعد فوراً ہی یہ زوال پذیر ہو گیا میرے خیال میں اس علم کو آگے نہ پھیلانا وجہ زوال بنا ہو گا کیونکہ اس دور جدید میں جس میں ہم سانس لے رہے ہیں ویدوں کی کنجوسی مشہور ہے۔

جب اس میں زوال پیدا ہوا تو یہ علم کسی وسیلے سے یونان میں پہنچ گیا، یونانیوں نے اس پر بہت محنت کی، بہت عرق ریزی کی، ملک یونان میں بڑے بڑے جید طبیب پیدا ہوئے۔

یونان میں سب سے پہلے اسقلی بیوس نے باضابطہ علاج شروع کیا اور عوام میں اس کے سحر انگیز معالجات کہ بہت شہرت ہو گئی، اہل یونان اس کو موجد طب اور رب الشفاء تسلیم کرنے لگے۔

امیر ابوالوفا مبشر بن فاتک نے مختار الحکم میں بیان کیا ہے کہ اسقلی بیوس ہرمس اعظم حضرت ادریس علیہ السلام کا شاگرد تھا، اسقلی بیوس نے نوے سال کی عمر پائی، اس نے اتنے عجیب و غریب معالجات کیئے کہ اس کی عظمت و شہرت کے افسانے دور و نزدیک عرف عام ہو گئے، مشہور شاعر ہومر نے اپنی نظم میں اس کی تعریف کی اور دیگر شعراء نے اسے شفاء کا دیوتا قرار دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں کہیں وباء شروع ہوتی وہاں اس کی پرستش شروع ہو جاتی، چنانچہ مختلف مقامات پر دو سو مندر تعمیر کرائے گئے ان میں سب سے مشہور مندر شہر تو کی ایک پہاڑی کے اوپر سبز جھاڑیوں اور درختوں

کے درمیان ایک پر فضا مقام پر بنایا گیا، اس مندر کے اندر اسقلی بیوس کا مجسمہ رکھا رہتا تھا جس کے سامنے مریض سر نیاز جھکائے اور اپنی تندرستی کی دعائیں مانگا کرتے تھے، بقراط نے اپنے زمانہ میں اسی مندر کے اندر سلسلہ علاج شروع کیا اور اس نے اس کا نام افندوکین یعنی بیمارستان رکھا۔

اسقلی بیوس کے بعد اگرچہ فیثا غورث نے علم طب کو یونان کے اندر رواج دیا لیکن اس کی باقاعدہ تدوین بقراط کے زمانہ میں ہوئی، بقراط نے دیگر علوم کی طرح علم طب کو بھی یکجا مدون کیا، بقراط کا سن پیدائش ۴۶۰ تا ۳۵۷ قبل مسیح ہے، بقراط سے پہلے طب کے اسرار و رموز اسقلی بیوس کی وصیت کے مطابق اس کے خاندان تک ہی محدود رہتے تھے، بقراط اسقلی بیوس کی انیسویں پشت میں سے ہوا تو اس کو اسرار طب خاندانی طور پر وارثتاً حاصل ہوئے۔

یونان میں بھی کنجوسی عام تھی کوئی بھی طبیب صرف مرتے وقت ہی اپنی اولاد میں اسرار طب منتقل کرتا تھا، لیکن بقراط نے طب کے اصول و قواعد مرتب کر کے اسے عام کر دیا، اخلاط اربعہ کا نظریہ سب سے پہلے اسی نے قلمبند کیا، جسم پر آب و ہوا کا اثر اور تناسب اخلاط کے اثرات کو بھی اسی نے تفصیل سے واضح کیا، اعضاء بدن، امراض بدن، فصد، جراحیات، معالجات اور حفظ صحت پر اس نے مختلف کتابیں لکھیں اور طب نظری کی بنیاد ڈالی، بقراط کے بعد مختلف طبیبوں نے طب میں اضافات کئے، ارسطا طالیس ۳۸۴ قبل مسیح میں پیدا ہوا اس نے طب کے اصول کلی کو وضع کیا، دیسقوریدوس نے علم الادویہ کو ترتیب دیا اور جالینوس نے طب میں تشریح اور منافع الاعضاء کا اضافہ کیا۔

جالینوس ۹۵ ء میں پیدا ہوا اس نے طب یونانی کو ایک مکمل علم کی شکل میں ترتیب دیا،
اس نے تشریح اعضاء کی طرف خصوصاً توجہ کی اور فن جراحی میں بہت کچھ اضافات
کئے ،ادویہ کی تحقیق میں بھی اس نے بہت دلچسپی لی اور مرکبات کو ترتیب دیا،در حقیقت
موجودہ طب یونانی کو اپنی کامل صورت میں اسی نے مدون کیا،موجودہ طب اسلامی
اور طب جدید کی بنیاد طب جالینوس پر ہی ہے۔
بقراط کی فیاضی کی وجہ سے طب یونانی کا پوری دنیا میں شہرہ و رواج ہو گیا لیکن ہر ایک
نے اس پر غور و فکر کر کے اس میں کچھ نہ کچھ کمی بیشی کی اور کانٹ چھانٹ کر کے اپنے
ملک کے ساتھ منسوب کیا اور فائدہ حاصل کرتے رہے، مثلاً چینی طب، ایرانی طب،
بابلی طب، مصری طب، ہندی طب، رومی طب، عربی طب اور یوروپی طب وغیرہ۔
یہ وہ وقت تھا جب پوری دنیا میں طب کا طوطی بولنے لگا اور عوام اس علاج سے فیض
یاب ہونے لگے، اس دوران کئی نامور طبیب پیدا ہوئے اور اپنی مسیحائی دکھاتے ہوئے
دنیا سے رخصت ہو گئے، سلسلہ چلتا رہا آخر کار ۹۸۰ء میں بخارا کے نزدیک قصبہ
خرشین دوصفر کو شیخ الرئیس بوعلی سینا پیدا ہوئے، آپ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف
ہے، بعض مؤرخین نے ۹۸۵ء لکھا ہے، اگر ۹۸۵ء تسلیم کیا جائے تو آپ کی عمر ترپن
سال ورنہ ستاون سال بنتی ہے، یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ شیخ نے اپنی پیدائش کا
کہیں موہوم سا بھی اشارہ نہیں دیا ورنہ یہ اختلاف پیدا نہ ہوتا، شیخ کی طبی خدمات کی
اتنی لمبی فہرست ہے کہ ان پر ایک پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے، لیکن مختصر کرتے ہوئے
اصل موضوع کی طرف آتا ہوں شیخ بوعلی نے اپنی زندگی میں مختلف علوم پر ۱۵۳ کتب

لکھیں، جن میں سے صرف ایک کتاب (دانش نامہ علائی) فارسی میں تھی، باقی سب عربی زبان میں تھیں، دراصل اسوقت علم کی زبان عربی تھی، جیسے اب ہمارے ملک میں اردو اور انگریزی عام ہیں اس زمانے میں عربی عام تھی اور اسی زبان میں لکھنے کا رواج تھا، شیخ نے ہر شعبے پر لکھا لیکن دو کتابیں ''الشفاء اور القانون'' بہت مشہور ہوئیں، ان دونوں کتابوں کے ناموں سے الشفاء طب اور القانون، قانون کی کتاب معلوم ہوتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔

الشفاء میں شیخ نے فلسفہ، سائنس، فزکس، کیمسٹری، ریاضی، حیاتیات اور موسیقی وغیرہ پر بحث کی ہے، فزکس میں اس نے حرکت، قوت خلاء، روشنی اور حرارت کے باب لکھے ہیں، یہ ابواب اتنے جامع ہیں کہ اب تک ہمارے کورس کی کتابوں میں شامل ہیں، کہا جاتا ہے کہ کشش ثقل کا نظریہ دو صدیاں پیشتر نیوٹن نے پیش کیا تھا لیکن شیخ نے اپنی کتاب الشفاء میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ روشنی کی ایک خاص رفتار ہوتی ہے اور یہ کہ روشنی ذرات پر مشتمل ہے، اس وقت کی انگریزی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہوا ملتا ہے، یہ نظریات گذشتہ صدی کے دوران مغربی سائنس دانوں نے پیش کئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے شیخ کی کتابوں کی قدر نہ کی، یورپ کے کئی کلیساؤں میں ان کی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ کیا گیا، آٹھ سو سال کے بعد مغربی سائنس دان شیخ کے نظریات کو اپنی تھیوریوں میں ڈھال سکے ہیں، شیخ نے پیمائش کیلئے دائمی قسم کا آلہ ایجاد کیا جو اب بھی ہماری تجربہ گاہوں میں استعمال ہوتا ہے، شیخ علم کیمیا کا زیادہ قائل نہیں تھا، اس وقت کے کیمیادان لوہے اور

دوسری سستی دھاتوں سے سونا بنانے کے خواب دیکھا کرتے تھے، کئی ایک نے سونا بنا لینے کا دعویٰ بھی کیا لیکن شیخ نے ان دعووں کو جھوٹا قرار دے دیا، جدید سائنس بھی تسلیم کرتی ہے کہ ایٹمی بھٹی کے بغیر مصنوعی طور پر سونا نہیں بن سکتا۔

القانون شیخ نے طب پر کتاب لکھی ہے، شیخ نے اس کتاب پر طب کے اکثر پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، شیخ نے کم وبیش ہزار سال پہلے دل کے امراض پر سیر حاصل بحث کی تھی، حالانکہ بیسویں صدی عیسوی تک بھی دل کو پوری طرح نہیں سمجھا گیا، القانون یوروپ کی یونیورسٹیوں میں آٹھ سو سال تک طب کی مستند کتاب سمجھی جاتی رہی ہے، مغربی اور ایشیائی میڈیکل کالجوں میں طب کا درس وتدریس کا نظام ویسا ہی ہے جیسا شیخ نے القانون میں ہزار سال پہلے پیش کیا تھا، لوگ پاسچر کو جراثیم اور انجکشن کا دریافت کنندہ سمجھتے ہیں حالانکہ شیخ نے ایک ہزار سال پہلے ہی جراثیم کی نشاندھی کردی تھی، اگر مسلمانوں کے زوال نے کام کو التواء میں نہ ڈال دیا ہوتا تو دل کے اپریشن یوروپ وامریکہ کی بجائے اب مسلمان ملکوں میں ہوا کرتے، شیخ نے طب کی بہت خدمت کی، اگرچہ شیخ صرف ۵۳ سال زندہ رہا لیکن اپنی عمر کے مطابق اس نے علم طب کو خوب سینچا، شیخ کی وفات کے بعد طب میں خلاء آگیا اور اس خلاء میں یوروپی طب کے (ایلوپیتھی) پروپیگنڈے کامیاب ہوتے ہوئے نظر آئے، اس وقت حافظ حکیم محمد اجمل خاں نے طب کو خوب بچایا، کتابوں میں ان کی طبی خدمت کے بڑے واقعات ملتے ہیں، لیکن ان کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک تو طب خوب مقبول ہوئی لیکن پھر اس پر انحطاط آگیا اور اسلامی طب محض بن کر رہ گئی۔

جب طب زوال پذیر تھی تو پاکستان کے شہر لاہور میں حکیم احمد دین جیسا باعلم شخص پیدا ہوا۔

حکیم احمد دین

حکیم مولوی احمد دین کی پیدائش ۱۸۸۳ء شاہدرہ لاہور میں میاں سراج دین کے گھر ہوئی، اب ان کی تیسری پشت میں سے حکیم سلیم ہیں جو فارمیسی کرتے ہیں، لیکن ان سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ حکومت کرتا تھا تب حکیم احمد دین کی عمر بیس سال تھی، اگر اندازہ لگایا جائے تو یہ بھی اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر کو ظاہر کرتی ہے، کیونکہ کچھ معلومات ایسی ملی ہیں جن کے مطابق حکیم صاحب نے ۱۹۱۲ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک بہت جدوجہد کی کہ تمام طبیں ایک جگہ اکٹھی کردی جائیں، اور اس سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے کہ انجمن خادم الحکمت معرض وجود میں آگئی پہلے پہل یہ صرف پنجاب میں ہی کام کرتی رہی رفتہ رفتہ یہ پورے ہندوستان تک کام کرنے لگی، اب یہ انجمن اس حد تک ترقی کرچکی تھی کہ حکیم صاحب اور ممبران کی متفقہ رائے سے اس تحقیق شدہ طب کا نام طب جدید مشرقی رکھ دیا گیا، اس انجمن نے مزید ترقی کی اور ۱۹۲۵ء شاہدرہ میں ایک طبیہ کالج قائم کردیا گیا جس میں تمام طبوں کی تعلیم دی جاتی اور الگ سے ایک لیبارٹری بھی قائم کی گئی جس میں نت نئی تحقیقات ہوتی رہیں، حکیم صاحب طبی تجارب کرتے رہے، جن کی ابتداء ۱۹۱۲ء میں کردی گئی تھی لیکن ان کی دلی تسلی نہیں ہوئی تھی، کیونکہ یہ بھی صدری نسخہ جات سے ہی کام چلاتے تھے جس میں انہیں کچھ خاص کامیابی نہیں ہوئی تو انہوں نے طب پر مزید تحقیق شروع کردی آخر کار انہوں نے ایک ایسی تھیوری ایجاد کرلی جس پر انہیں فخر تھا اور اس تھیوری کو اپنا کر وہ اپنے مطب کو چلانے

میں کامیاب ہو گئے، انہوں نے یہ تحقیق کیا کہ پیدائش امراض کا سبب محض تغیر افعال الاعضاء ہے، بس یہی ایک لائن آگے چل کر نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کیلئے سنگ میل ثابت ہوئی، ان کا نظریہ یہ تھا کہ جسم انسانی میں مرض کی ابتدا کسی ایک عضو کے فعل کی افراط و تفریط سے شروع ہوتی ہے، یعنی یا تو کسی عضو کا فعل تیز ہو جاتا ہے یا کوئی فعل سست ہو جاتا ہے، انہوں نے اس تھیوری کا نام افعال الاعضاء رکھا، اسی کو بنیاد بنا کر وہ علاج کرنے لگے، انہیں سابقہ یونانی طریقہ علاج کی نسبت اس طریقے میں بہت آسانیاں محسوس ہوئیں، انہوں نے فعل کی تیزی کو تحریک اور سستی کو تحلیل کا نام دیا، اور تحریک کی جگہ تحلیل، اور تحلیل کی جگہ تحریک پیدا کر کے علاج کرتے رہے۔

حکیم صاحب نے اب ماہنامہ خادم الحکمت نکالا اور اس میں اپنی نئی تھیوری پیش کر کے اپنی آواز دور و نزدیک پہنچانے کی کوشش کی اور متعدد کتب لکھیں جن میں سے کلیات جدید، طب جدید، کتاب الاوجاع، کتاب الصدمات، معالجات طب جدید اور طبی اربعین قابل ذکر ہیں، آپ نے شاہدرہ میں جو ایک شاہدرہ طبیہ کالج قائم کیا تھا جس میں ہر طب کی تعلیم دی جاتی تھی، اس کالج کی عمارت اب بھی قائم ہے اور اس میں کچھ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر پڑا ہے اور اسی عمارت میں حکیم صاحب کا پڑپوتا فارمیسی کرتا ہے، اس کالج کے پڑھے ہوئے بہت سے حکیم طب جدید مشرقی کی تھیوری اپناتے ہوئے علاج کرتے رہے ہیں جن کا اب نام و نشان بھی نہیں ہے، حکیم صاحب کی کتب میں جو ایک پرتو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ کلیات جدید کے صفحہ نمبر ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ نہ تو کوئی طریقہ علاج بالکل غلط اور بے اثر ہے اور نہ ہی کوئی طب بالکل مکمل اور ہر قسم کی غلطیوں

سے پاک ہے، حکیم صاحب کی کتب اب ناپید ہیں جس وجہ سے ان کی تحقیق شدہ تحریری اب ہمیں نہیں ملتی ہے، لیکن جو کچھ ملا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب مولوی احمد دین کہلاتے تھے اور خاصے مذہبی آدمی بھی تھے کیونکہ جو معلومات ہمیں ملی ہیں ان کے مطابق آپ نے تیرہ سال کی عمر میں ہی عربی، فارسی، منطق اور قرآن پاک کے کچھ سیپاروں کا ترجمہ سیکھ لیا تھا، یہ سب باتیں یہی ظاہر کرتی ہیں کہ آپ اچھے طبیب ہونے کیساتھ ساتھ ایک اچھے مسلمان بھی تھے لیکن بعد میں پتہ نہیں کس بنیاد پر قادیانی بن گئے اور ان کی اولاد میں ان کی تیسری بیوی سے ایک بیٹی فریدہ سلطانہ ۲۳ جولائی ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئی اور حکیم صاحب ۲۳ دسمبر ۱۹۳۸ء کو فوت ہوئے اس وقت آپ کی تیسری بیوی دو ماہ کی حاملہ تھی جس سے آپ کی وفات کے بعد مختار پیدا ہوا، اس کے ہاں پانچ بیٹے پیدا ہوئے، ان میں سے ایک کا بیٹا سلیم ہے جو اب جانشین ہے لیکن فارمیسی کرتا ہے، اور اس کے کہنے کے مطابق حکیم صاحب کا تمام لٹریچر ایک بڑے سیلاب کی نظر ہو کر ضائع ہو چکا ہے، یہ طب کا عظیم نقصان ہے لیکن اس نقصان کی تلافی ان کے شاگرد حضرت صابرؒ نے پوری کردی، جس سے بڑی حد تک غم کا مداوا ہو جاتا ہے، اور حکیم صاحب کی وفات کے بعد اب تک ان کی سب اولاد قادیانی مذہب پر ہی عمل پیرا ہے۔

نماز راہ نجات ہے

تعارف حکیم حاجی دوست محمد صابرؒ

جب بھی نظریہ مفرد اعضاء کا نام سامنے آتا ہے تو ذھن میں حضرت صابرؒ کا نام، گونج اٹھتا ہے، بوعلی سینا کے بعد آپ بیسویں صدی کے بوعلی تھے، آپ ارسطو، بقراط، لقمان اور جالینوس سے بڑھ کر تھے، آپ اعلیٰ درجہ کے فلسفی، سائنس دان اور محقق تھے، اعلیٰ درجہ کے حکیم ہونے کے ساتھ آپ کو علم نبض پر کمال دسترس حاصل تھی، شخصی اعتبار سے نہایت خلیق، شفیق اور ملنسار تھے، کردار بے داغ اور بے شمار خداداد خوبیوں کے مالک تھے۔

آپ کا اصل نام دوست محمد اور ادبی حلقے میں صابرؒ کے نام سے جانے جاتے تھے، آپ کے والد کا نام حکیم نور حسین تھا، آپ کا تعلق راجپوت خاندان سے تھا، آپ نو جولائی انیس سو چھ کو ملتان چھاؤنی میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول ملتان چھاؤنی سے حاصل کی، ملتان میں ہی آپ نے ایف اے تک امتیازی پوزیشن حاصل کر کے تعلیم مکمل کی، اس کے بعد لاہور تشریف لے آئے، عربی فاضل اور اردو، فارسی کے امتحانات لاہور میں ہی پاس کیے، آپ نے طب کی ابتدائی تعلیم اپنے ماموں حکیم احمد حسن صاحب سے حاصل کی، اور لاہور طبیہ کالج سے حکیم حاذق اول پوزیشن میں پاس کیا، اس وقت اس کالج میں تھوڑی بہت فرنگی طب بھی پڑھائی جاتی تھی، کالج سے فارغ ہو کر آپ نے پہلے پہل فرنگی طب سے ہی علاج کرنا شروع کیا، آپ اس طریقہ علاج سے مطمئن نہ ہوئے اور یوں نظریہ مفرد اعضاء تحقیق ہوا۔

حاجی دوست محمد صابرؒ

حکیم وڈاکٹر حاجی دوست محمد صابرؒ ایلوپیتھی طریقہ سے علاج کرتے تھے جس سے وہ کبھی بھی مطمئن نہ ہوئے، جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ لاہور میں حکیم احمد دین شاہدروی ایک نئے طریقہ سے علاج کرتے ہیں تو آپ لاہور میں حکیم احمد دین شاہدروی کے پاس شاہدرہ پہنچے اور مدعا بیان کیا، حکیم صاحب نے آپ سے بڑا مشفقانہ سلوک کیا اور شاگردی میں قبول کر لیا یوں صابرؒ حکیم صاحب کے پاس کام کرنے لگے، لیکن آپ کا چند ہی دنوں میں جب حکیم صاحب نے فن کے ساتھ لگاؤ اور شوق دیکھا تو آپ کو اپنی لیبارٹری کا انچارج بنا دیا گیا، آپ نے حصول علم کیلئے دن رات محنت کی اپنے استاد صاحب کے ساتھ کئی مباحث کئے لیکن آپ طب جدید شرقی سے بھی مطمئن نہ ہوئے اور نہ ہی بددل ہوئے، کیونکہ کوئی اور رستہ نظر نہ آتا تھا، طب جدید شرقی آپ کے لئے نئی تھی لیکن آپ نے اس میں خامی محسوس کی جسے آپ تا حال معلوم نہ کر سکے، آپ ہر وقت سوچتے رہتے کہ اس طریقہ علاج میں کہیں نہ کہیں پر خامی ضرور ہے جو ابھی ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

یونہی ایک دن ہیضے کا ایک مریض آگیا، آپ نے طب شاہدروی کے مطابق دوا دی، لیکن کامیابی نہ ہوئی بلکہ مریض کی حالت اور بھی خراب ہوگئی، پھر آپ نے یونانی طریقہ کے مطابق دوا دی، مریض ٹھنڈا ہو رہا تھا آپ نے گرم ادویہ دیں تو مریض کی حالت فوراً بہتر ہونے لگی، جب آپ نے اس پر گہری نگاہ سے غور و فکر کیا تو آپ کے ذہن

میں ایک نیا دریچہ روشن ہو گیا، کہ ہم نے تو اس مریض کا علاج معدے کے عضلات کو خشک گرم دواؤں سے تحریک دے کر کیا ہے، یہاں پہلے فعل سست (تحلیل) نہیں بلکہ باطل تھا، آپ نے اس کیفیت کو فعل کے سکون کا نام دیا، آپ نے اس پر مزید غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا کہ یہ واقعی معدے کے عضلات کے سکون کا مرض تھا، یہاں ہم نے تحریک سے علاج کیا اور کامیاب رہے، آپ اپنی اس تحقیق پر بہت خوش ہوئے اور یہیں پر نئی تھیوری نے جنم لیا کہ مرض صرف فعل کی تیزی یا سستی سے ہی نہیں بلکہ فعل کے سکون سے بھی پیدا ہو جاتا ہے، آپ نے دن رات کی محنت شاقہ سے اس گتھی کو سلجھایا اور تحریک، تحلیل، تسکین سے مرض کا پیدا ہونا اور انہی حالتوں کو درست کر کے علاج دریافت کر لیا۔

آپ نے پھر نئے جوش و ولولے سے یونانی طب کی ورق گردانی شروع کر دی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اعضاء کی تین حالتوں تحریک، تحلیل، تسکین کے متغیر ہونے سے مرض پیدا ہوتا ہے اور ان تین حالتوں کو تین مفرد اعضاء (دل، جگر اور دماغ) رئیسہ سے منطبق کر کے اس طریقہ علاج کا نام نظریہ مفرد اعضاء رکھا، اس طریقہ علاج پر چل کر بہت سی آسانیاں میسر آ گئیں کہ نبض دیکھ کر معلوم کر لیا کہ کون سے عضو کا فعل تیز ہے اور کس عضو کے فعل میں سکون ہے، سکون والے عضو کو تیز کر کے اور تیزی والے عضو میں تسکین پیدا کر کے آپ علاج کرتے رہے، یہ یونانی طب میں تجدید تھی جو اس سے پہلے کوئی نہ کر سکا تھا، آپ نے تین اعضاء رئیسہ (دل، جگر، دماغ) کو سامنے رکھا اور ان کے ساتھ تینوں حالتوں (تحریک، تحلیل، تسکین) کو تطبیق دے کر علم و فن

طب (نظریہ مفرد اعضاء) پر اٹھارہ کتابیں لکھیں، ان کتابوں میں علم کا ایک ذخیرہ موجود ہے اگر کوئی حاصل کرنا چاہے تو! یہ اٹھارہ کتابیں اس کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گی، جیسے حکیم رحمت علی راحت مرحوم نے ان اٹھارہ کتابوں کا عمیق مطالعہ کر کے ہمیں نظریہ مفرد اعضاء ثلاثہ سے نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کی تھیوری سے نوازا، اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے کرم وفضل سے ملک کے طول وعرض میں ہزاروں حکیم اس تھیوری کو اپنا کر کامیاب علاج کر رہے ہیں۔

حکیم رحمت علی راحت

حکیم رحمت علی راحت (مرحوم) نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کے خالق ہیں، آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، میں ان کی سرپرستی میں تقریباً بارہ سال رہا ہوں آپ نہایت شفیق اور ملنسار تھے، آپ کو بہت شوق تھا کہ کسی طرح نظریہ اربعہ ملک کے کونے کونے تک پہنچ جائے، آپ سے اگر کوئی بات طب کے علاوہ کی جاتی تو آپ اس کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ نہایت غیر محسوس طریقے سے پھر طب کے موضوع کی طرف آ جاتے اور اس طریقے سے بیان فرماتے کہ وقت گذرنے کا احساس ہی نہ ہوتا، آپ نے دو ماہانہ رسائل ''کمپل آرگینو پیتھی اور قومی طب'' کے نام سے چلائے لیکن آپ کی بیماری اور گردش حالات کی وجہ سے زیادہ دیر نہ چل سکے، آپ نے تشریح نظریہ مفرد اعضا، مقیاس الطب، کلیات علم الابدان اور کیا بڑھاپا قابل علاج ہے؟ لکھیں آخرالذکر کتاب حضرت صابرؒ کے ماہانہ رسالہ میں سے قسط وار مضمون لے کر لکھی گئی تھی جو بہت مقبول ہوئی، آپ جناب رحمت علی راحت صاحب نے طب پر اور بھی بہت کچھ لکھ رکھا ہے جس کا گاہے بگاہے ذکر ہوتا رہتا تھا لیکن یہ اب ان کے جانشینوں کی صوابدید پر ہے کہ اسے زبان زد عام کرتے ہیں یا نہیں، اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے کی یہ چھپا ہوا خزانہ منظر عام پر لا کر ان کے خوابوں کی تکمیل کریں، میں اپنا تعارف تو آنے والے اوراق میں کروں گا لیکن مختصر یہ کہ جب میں نے اپنی پہلی

کتاب کلید مطب لکھی تو آپؒ کی خدمت میں پیش کی تو ان کے وہ چند لفظ مجھے آج بھی اسی طرح یاد ہیں، انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور اگلے اجلاس پر کہنے لگے یار اشرف تو نے تو کمال کر دیا کہ شبیر نے جو کچھ نبض پر لکھا تھا تو نے تو اس کی شرح لکھ دی اب علم نبض سیکھنے والوں کیلئے کچھ مشکل نہیں رہے گی، میں جب بھی کوئی کتاب لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کرتا خوش ہو کر کہتے کہ اشرف تم فن کی خوب خدمت کر رہے ہو چلو ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کا بھی کچھ مواد قوم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے، یہ الفاظ انہوں نے اس لئے کہے تھے کہ انہوں نے اپنی زندگی نہایت کسمپرسی کی حالت میں گذاری اپنے لکھے ہوئے قیمتی خزانے کو سارے کا سارا چھپا نہ سکے، جس کا انہیں بہت قلق تھا، حضرت صابرؒ کی طرح فرنگی طب کو غیر علمی اور جھوٹا گردانتے تھے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے..........آمین

حکیم وڈاکٹر محمد اشرف شاکر

میں چار اپریل انیس سو ترپن بروز منگل ایک زمیندار گھرانے میں شاہکوٹ سے دوکلو میٹر دور میر پور چک ۷۸ رب میں پیدا ہوا، والد صاحب کا نام نذیر احمد اور ان کے دادا حکیم پیر بخش مرحوم سے متاثر ہو کر علم طب سیکھا۔ کچھ گردش حالات نے اس راہ پہ لگا دیا، جس کیلئے اس خالق حقیقی کا بہت بہت شکر گذار ہوں۔

مجھے اب بھی اچھی طرح یاد ہے کہ جب میرے والد صاحب گاؤں کے پرائمری سکول میں مجھے داخل کرانے گئے تو ہیڈ ماسٹر صاحب کہنے لگے کہ اس کی عمر کتنی ہے تو والد صاحب نے بتایا کہ پانچ سال ہے تو انہوں نے داخل کرنے سے انکار کر دیا لیکن والد صاحب نے کہا کہ اسے پڑھنے کا بہت شوق ہے کوئی طریقہ نکالیں، کچھ دیر تک ہیڈ ماسٹر صاحب نے سوچا اور کہنے لگے کہ ایسا کرتے ہیں کہ میں کاغذات میں اس کی عمر چھ سال لکھ دیتا ہوں اس طریقے سے میں کچی جماعت میں داخل ہو گیا۔ لیکن اس وقت ہیڈ ماسٹر صاحب بہت خوش ہوئے جب میں نے کچی اور پکی جماعت (آج کل کی پریپ، نرسری اور فرسٹ) ایک ہی سال میں پاس کر لی، اسی طرح دوسری اور تیسری جماعت بھی میں نے ایک ہی سال میں پاس کر لی گویا دو دو جماعتیں کر کے میں نے تین سالوں میں پرائمری سکول کی پانچوں جماعتیں پاس کر لیں، اور چھٹی جماعت کے لئے ڈی، بی ہائی سکول شاہکوٹ میں داخلہ لے لیا، یوں تو ہر کس و ناکس کی زندگی کے کچھ ایسے موڑ ہوتے ہیں جنہیں وہ کبھی نہیں بھولتا، لیکن شاید میرے ساتھ کچھ الگ

ہی ہوا ہے، مجھے وہ دن بھی کبھی نہیں بھولا جب مئی کے اواخر میں ایک دن ننگے پاؤں سکول سے گھر کی طرف جا رہا تھا، تارکول کی پکی سڑک تھی اور جب میرے پاؤں دھوپ کی شدت سے جلنے لگے میں نے پنجوں کے بل بھاگنا شروع کر دیا، سایہ دار درخت بھی بہت دور تھا اور لو چلتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی لیکن میرے پاؤں کو قرار نہیں تھا، پھر ایک تانگہ آیا تو اس کے پچھلی طرف کچھ سایہ رہتا ہے میں نے اس سایے کے نیچے بھاگنا شروع کر دیا، رستے میں ایک نہر کا پل آتا تھا جب میں وہاں تک پہنچ گیا تو وہاں ایک کئی سال پرانا ضعیف سا برگد کا درخت تھا میں اس کے سایے کے نیچے پناہ لینے کیلئے بیٹھا تو کچھ ہی دیر بعد پاؤں میں شدید جلن کا احساس ہوا، بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ گئے ،غور کیجئے ایک دس سالہ بچے کا دل کتنا معصوم ہو گا اور اس کے احساسات کیا ہوں گے، جب دل کا غبار دھل گیا تو ایک نئے عظم کے ساتھ ایک نیا فیصلہ کر کے اٹھا، جب میں اپنی سرگذشت لکھ رہا ہوں تو اس وقت کو یاد کر کے آنکھیں بے اختیار چھلک اٹھی ہیں حالانکہ اب اس وقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سبھی نعمتیں ہیں، اولاد، اچھی بیوی، بینک بیلنس، گاڑی، بنگلہ سب کچھ ہی ہے لیکن اس دن کی دوپہر کی تلخی اب بھی اسی طرح ہے پاؤں میں جلن اب بھی ہو رہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے یہ سب کچھ دیا، یہ سب کچھ اس لئے لکھ دیا کہ آج کل کے بچے بڑے آرام طلب ہیں اگر وہ اسے پڑھیں تو اس واقعہ سے کچھ سیکھ لیں اور نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ پڑھ لکھ کر اپنے ملک وقوم کا سر فخر سے بلند کریں، وہ فیصلہ کیا تھا؟ آپ یقیناً بے چینی سے انتظار کر رہے ہوں گے تو دوستو وہ فیصلہ میں نے یہ کیا کہ

جب اتوار کو چھٹی ہوتی تو اسی نہر والے برگد کے درخت کے نیچے سائیکلوں کو پنکچر لگانے بیٹھ جاتا اور اپنی پڑھائی کا خرچہ، سکول کی فیس، جوتا، کپڑے، سب اسی سے بناتا لیکن ایک خاصیت تھی جو اب کے بچوں میں نہیں ہے وہ یہ تھی کہ جو کچھ بھی کماتا ماں کے ہاتھ پہ لے جا کر رکھ دیتا، ماں بہت خوش بھی ہوتی اور چپکے چپکے چپ کر روتی بھی تھی جس کا مجھے علم تھا لیکن میں ظاہر کر کے اس کے دکھ میں اضافہ نہیں کر سکتا تھا، وہ سوچتی تھی کہ میرا چھوٹا سا بیٹا ہے، اسے پڑھنے کا کس قدر شوق ہے جسے ہم اپنی غربت کی وجہ سے پورا نہیں کر سکتے تو یہ خود کمر بستہ ہو گیا ہے، اسی طرح انہی حالات میں میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کر لیا لیکن اس وقت بہت دکھ ہوا جب صرف سولہ نمبروں کی کمی سے وظیفہ نہ حاصل کر سکا اور تعلیم جاری نہ رکھ سکا، جس کا آج تک قلق ہے، شاید یہ اسی دکھ کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں یہ ڈال دیا کہ طب کا علم حاصل کرو سو اب آپ کے سامنے ہوں جو کچھ بھی ہوں یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، بہت سی تعلیمی اسناد ہیں اور تعریفی سرٹیفیکیٹس بھی ہیں، آپ بیتی لکھنے بیٹھوں تو پوری کتاب لکھ دوں جو ایسے ہی واقعات سے بھری پڑی ہے، ان سے نصیحت بھی حاصل ہو گی اور پڑھنے والا نئے عزم سے اپنی تمام تر صلاحیتیں علم حاصل کرنے پر لگا دے گا جس کا مجھے اسی طرح یقین ہے جیسے رات کے بعد ہر دن طلوع ہوتا ہے، آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا کیونکہ اس دور میں بچوں بڑوں سب میں پڑھنے کے جراثیم نہیں ہیں بہت جلد اکتا جاتے ہیں، جب اپنی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو جبر مسلسل ہی نظر آتی ہے، اس میں بھی اس کی کوئی حکمت تھی اور میں اس کا شکر گذار بندہ ہوں۔

طبی زندگی

میں نے باقاعدہ طور پر اپنی طبی زندگی ۱۹۹۰ء میں شروع کی، یہ چند اوراق اس بات کی قطعی اجازت نہیں دیتے کہ تفصیل میں جاؤں صرف اتنا ضرور کہوں گا کہ طب کی ابتدائی تعلیم میں نے حکیم محمد شفیق صاحب جو اپنے نام کی نسبت سے واقعی شفیق ہیں، استاد کا رتبہ اپنی جگہ لیکن ہم دونوں دو دوست اور دو بھائیوں کی طرح ہیں حاصل کی، علم نبض میں نے حکیم محمد شبیر صاحب سے سیکھا، آپ بہت ماہر نباض ہیں، آپ نے علم نبض پر کتاب ''تحقیقات النبض'' لکھی جو ایک قلیل عرصہ میں عوام کے ہاتھوں میں پہنچ گئی، اس کتاب کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ کلید مطب میں لکھ چکا ہوں، دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

میں جب پہلے روز حکیم محمد شفیق صاحب کے پاس حصول علم طب کیلئے گیا تو انہوں نے اسی روز استاد ذی مقام محمد شبیر صاحب کی کتاب ''تحقیقات النبض'' حوالے کرتے ہوئے تاکید کی کہ کالج میں جو پڑھاتے ہیں اسے صرف سند کے حصول کے لئے یاد کرو لیکن علاج کی غرض سے نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کا علم حاصل کرو، سو اسی پر عمل کرتا رہا اور آج آپ کے سامنے ہوں، جیسا بھی ہوں اپنے طریقہ علاج سے نہایت مطمئن ہوں۔

جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ غربت کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکا، لیکن جب طبی زندگی کی ابتداء ہوئی تو گویا دل کی مراد بر آئی، خوب محنت سے پڑھا اور الصحت یونانی میڈیکل کالج فیصل آباد سے چار سالہ فاضل طب وجراحت کورس کیا اور امتیازی پوزیشن حاصل کی، طب کی کتب کے ساتھ ساتھ ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کی کتب بھی حصول علم کیلئے پڑھتا رہا۔ اور ۲۰۰۳ء میں ہومیوپیتھی کا چار سالہ کورس دوسری پوزیشن میں پاس کیا، اس کے علاوہ طب کے متعلق جو جہاں سے ملا اسے حاصل کیا، جناب حکیم سید محمد شاہ صائم بخاری صاحب کی مہربانی سے غوثیہ طبیہ کالج دیپالپور میں پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، سیاسی سرگرمیوں میں کبھی حصہ نہیں لیا، صرف علم کا حصول ہی زندگی کا اوڑھنا بچھونا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنی اور اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کروائے اور اس سعی کو قبول فرمائے۔ جب تک اس دنیا پر رہوں دوسروں کے دکھ درد بانٹوں، اور دین کا علم سیکھنے کا بہت شوق ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے وسیلہ پاک سے ایسا کوئی سبب بناوے جس سے اخروی زندگی سنور جائے........ آمین

نظریہ مفرد اعضاء اور قانون

نظریہ نظریات سے نکلا ہے، کوئی بھی کام ہو اس کی پہلے پیش بندی کی جاتی ہے، اور یہ پیش بندی کرنے سے بھی پہلے اس کیلئے کچھ نظریات تلاش کرنے پڑتے ہیں، ان نظریات کی روشنی میں ہی وہ پروسس (منصوبہ) پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے، اور جب یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی خامیاں تلاش کر کے دور کی جاتی ہیں تب یہ ایک حتمی شکل اختیار کر جاتا ہے اس وقت یہ تمام خامیوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔

اسی طرح نظریہ مفرد اعضاء جب دریافت ہوا تو اس میں بہت سی خامیاں، بہت سی الجھنیں تھیں، جنہیں اساتذہ کرام نے دور کر کے اسے ایک قانون کی شکل میں وضع کر دیا، قانون میں اول تو تبدیلی ممکن نہیں ہوتی، اگر کرنی بھی پڑے تو نہایت اعلیٰ سطح کے لوگ اکٹھے مل بیٹھ کر اس پر غور وخوض کرتے ہیں اور یوں تبدیلی عمل میں آتی ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء اربعہ ایک مکمل قانون ہے جو قانون فطرت کے عین مطابق تطبیق دیا گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی یہ صرف انسان کی بنائی ہوئی چیزوں میں ہی ممکن ہے، اب اس وقت تک تو نظریہ مفرد اعضاء اربعہ ایک مکمل قانون کی حثیت رکھتا ہے لیکن ممکن ہے کل کلاں کو عظیم تر مفاد کیلئے کوئی معمولی کمی بیشی کرنی پڑ جائے جو فی الحال نظر نہیں آتی کیونکہ ابھی ہم نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کی

تھیوری کے مطابق بہترین کامیاب علاج کررہے ہیں، نظریہ مفرد اعضاء کو سمجھنے کیلئے ہمیں کچھ انسانی مشین کے کل پرزوں کے بارے میں جاننا ہوگا، پھر مفرد اعضاء کا مفہوم سمجھ میں آجائے گا، جسم انسانی بہت سارے مفرد اور مرکب اعضاء سے ترکیب ہے، اور یہ مفرد اور مرکب اعضا ایک دوسرے کے باہمی تعاون سے انسانی مشین کو چلاتے ہیں۔

اطباء متقدمین نے چار اخلاط تحقیق کیں کہ خون چار اخلاط کا مرکب ہے، یعنی خون پر جتنی بھی ریسرچ کی جائے یہ چار اخلاط (ریاح، صفراء، بلغم اور سوداء) سے ہی مرکب ہے، ہمارے اساتذہ نے ان اخلاط سے متاثر ہونے والے چار مفرد عضو تحقیق کئے جو ترتیب وار (دل، جگر، دماغ اور طحال) ہیں، جو اپنی اپنی خلط سے متاثر ہوتے ہیں اور خون جاری وساری ہے اور اعضاء کو تغذیہ فراہم کرتا ہے۔

بنیادی اکائی ہمارے جسم کی بنیادی اکائی ایک خوردبینی جسم ہے، جس کا خود اپنا ایک نظام ہے، وہ سانس لیتا ہے، کھاتا پیتا ہے، اس میں احتباس واستفراغ پایا جاتا ہے، بقائے نسل کے اعتبار سے وہ اپنی نسل بڑھاتا ہے، ہر پندرہ منٹ بعد وہ اپنے جیسے ایک سے دو، دو سے چار اور چار سے آٹھ پیدا کرتا ہوا کروڑوں کی تعداد تک پہنچ جاتا ہے، اسے خلیہ Cell کہتے ہیں، اس کا دل، جگر، گردے، طحال، معدہ اور پھیپھڑے ہیں جن کا نام نیوکلی اس، نیوکلی اولی، پروٹو پلازم، سائٹو پلازم، گولگی اپریٹس اور مائٹوکونڈریا وغیرہ ہیں، یہ سب اپنے اپنے مقام پر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ اپنی بقاء کی حفاظت بھی کرتے ہیں، عام طور پر اس حیوانی جسم

(خلیہ) کی زندگی نوے دن کی ہوتی ہے، بوڑھے مرجاتے ہیں، نئے ان کی جگہ لینے کیلئے پیدا ہو چکے ہوتے ہیں، یہی سلسلہ تادم مرگ چلتا رہتا ہے، انہیں اگر جسم کی دفاعی فوج کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا، ایک تو یہ اپنی نسل قائم رکھتے ہیں دوسرا ان کی اہم ڈیوٹی جسم کے مختلف نظام چلانا ہے، جسم کے مختلف نظام چلانے کیلئے یہ پھر اپنی ٹولیاں تشکیل دے لیتا ہے، اس وقت ہم انہیں بافت (Tissue) کہتے ہیں۔

بافت (Tissue) جب یہ واحد خلیہ اپنے جیسے بہت سارے خلیات کو اپنے ساتھ ایک خاندان کی شکل میں ملا لیتا ہے تو ان کا گھر شہد کے چھتے جیسا بن جاتا ہے، اسے ہی بافت (Tissue) یا نسیج کہتے ہیں، اور یہ تمام خلیات مل کر ایک جیسا ہی کام کرتے ہیں، اور اس کام کے نتیجے میں ایک خلط پیدا ہو جاتی ہے، خلط جب بسیط ہو جاتی ہے تو مفرد عضو تشکیل پاتا ہے، جس کی تشکیل میں دوسری بافتیں بھی مناسب تناسب سے حصہ لیتی ہیں، لیکن جو بافت اس کی ترکیب میں سب سے زیادہ خرچ ہوتی ہے اسے ہم اسی نام سے پکارتے ہیں جیسے دل کی ترکیب میں سب سے زیادہ عضلات استعمال کئے گئے ہیں، اور عضلات کی ساخت میں خون کے سرخ جسیمے، گویا جسم کے تمام عضلات پر دل کی حکمرانی ہے، اسی لئے ہم نے اسے عضو رئیس میں شمار کیا ہے، جب جسم کا خورد بینی مطالعہ کیا جائے تو چار قسم کی بافتیں پائی جاتی ہیں، ان چار بافتوں کو دنیا کی ہر طب تسلیم کرتی ہے، اور جسم کے تمام اعضاء انہی چار بافتوں کی کمی بیشی سے ترکیب ہیں، خواہ وہ دل، جگر، دماغ اور طحال ہوں خواہ معدہ، آنتیں، گردے، مثانہ، رحم اور اعضاء خاص ہوں، خواہ شریانیں وریدیں ہوں یا بال، ناخن،

دانت، آنکھ، کان ہوں، غرضیکہ جسم کے کسی بھی حصہ کا چھوٹا سا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔

چار بافتیں

۱۔ عضلاتی بافت	Muscular Tissue
۲۔ قشری بافت	Epithilal Tissue
۳۔ اعصابی بافت	Nerves Tissue
۴۔ مخاطی بافت	Conective Tissue

عضلاتی بافت (Muscular Tissue)

اسے لحمی بافت بھی کہتے ہیں اور یہ جسم کی اہم ترین بافت ہے، بدن کا سارا گوشت اسی بافت سے بنتا ہے، جسم کے ہر حصے کی حرکات اسی عضلاتی بافت کے ذمے ہیں، عضلاتی بافت کے خلیات میں پھیلنے اور سکڑنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے، اس بافت کے ایک خلیئے میں تو پھیلنے اور سکڑنے کی اتنی قوت نہیں پائی جاتی لیکن جب یہ بہت سارے خلیئے مل کر ایک بافت بنا لیتے ہیں تو ان میں پھیلنے اور سکڑنے کی صلاحیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ یہ اپنے عمل سے بازو یا ران کو موڑ دیتے ہیں، اس بافت کے ریشے باریک باریک ہوتے ہیں، یہ ریشے باہم مل کر گچھے بنا لیتے ہیں، اور پھر چند گچھے مل کر عضلہ بنا لیتے ہیں، عضلہ کی جمع عضلات ہے، یہ دو قسم کے ہیں ایک ارادی عضلات دوسرے غیر ارادی عضلات ہیں، اور ان دونوں عضلات کے ملنے سے دل کی ساخت بنی ہوئی

ہے۔اس طرح دل ہر دو قسم کے عضلات کی حرکت کا ذمہ دار ہے۔

قشری بافت (Epithilal Tissue)

قشری بافت کے خلیے پتلے پتلے چھلکا نما ہوتے ہیں، جب یہ بافت بناتے ہیں تو ایک جھلی سی بن جاتی ہے۔یہ بافت تمام کی تمام خلیوں سے ہی بنی ہوتی ہے اس کے درمیان جوڑنے والا مادہ (مادہ بین الکریات، Matrix) قلیل مقدار میں ہوتا ہے۔یہ بافت ایک باریک پرت کی طرح بعض اعضاء جیسے منہ، ناک، مری، معدہ، آنتیں، گردے، مثانہ، حالبین، رحم وغیرہ کے اندرونی طرف پائی جاتی ہے۔غرضیکہ ان تمام اعضاء کے اندر کی طرف پائی جاتی ہے جو افرازات کو جسم سے باہر کی طرف خارج کرتے ہیں،یہ بافت جسم کے فضلات (جس کی عام مثال تھوک، بلغم، منی، پیشاب، پاخانہ) کو باہر کی طرف خارج کرتی ہے،انہیں غدد ناقلہ بھی کہتے ہیں،اس کے چھوٹے بڑے غدد اپنے مرکز جگر کے تحت کام کرتے ہیں جوان میں سب سے بڑا غدد ہے۔

اعصابی بافت (Nerves Tissue)

اس بافت سے نظام اعصاب اور حرام مغز بنتے ہیں،اعصابی بافت کے خلیے جب آپس میں ملکر ایک بافت بناتے ہیں تو ان کی شکل سفید سفید دھاگوں جیسی ہوتی ہے،جن میں سے بعض اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ ان کی لمبائی کم وبیش ایک میٹر تک ہو جاتی ہے،یہ بافت تمام جسم پر حکمرانی کرتی ہے،یہ بافت پھر مزید دو حصوں میں منقسم

ہو جاتی ہے ایک کے ذمے حس و حرکات یعنی حواس خمسہ ظاہری و باطنی کام کرتے ہیں۔ یہ احساس رساں اعصاب کہلاتے ہیں۔ ان کے ذمے احساس اور نشر و اشاعت کا کام ہے۔ دوسرے پیغام رساں اعصاب کہلاتے ہیں ان کے ذمے دوران خون، پیدائش، رطوبات اور ہضم وغیرہ کا نظام ہے۔ ان دونوں کا مرکز دماغ ہے اور یہ اسی کے تحت کام کرتے ہیں۔

مخاطی بافت (Conective Tissue)

اسے الحاقی بافت بھی کہتے ہیں۔ اس کے خلیات جب آپس میں ملتے ہیں تو ان کی ابتدائی شکل گاڑھی لیس دار رطوبت کی طرح ہوتی ہے۔ جیسے جیسے یہ بافت مکمل ہوتی جاتی ہے اس میں سختی آتی جاتی ہے۔ اور یہ وتر، رباط، کرری، ہڈی کی شکل میں ہمارے جسم کا ڈھانچہ بناتی ہے۔ یہ ہمارے جسم میں ایسے ہی ہے جیسے کسی مکان کو بناتے وقت سیمنٹ کام کرتا ہے۔ یعنی یہ جسم میں بہت سے اعضاء کے اندر انہیں جوڑنے کا کام کرتی ہے۔ اسلئے اسے اتصالی بافت یا واصل بافت بھی کہتے ہیں۔ یہ غدد جاذبہ بھی کہلاتی ہے مرکز اس کا طحال ہے اور یہ اسی کے تحت کام کرتی ہے۔

علم طب

عربی زبان میں طب کے معنی علاج کرنا یا جادو کرنا ہے، لیکن اصطلاح اطباء میں طب ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے انسانی جسم کی صحت و مرض سے بحث کی جاتی ہے اور اس کے اصول وقواعد پر عمل کرتے ہوئے جسم انسانی اگر مرض میں مبتلا ہے تو اس کو صحت کی طرف لایا جاتا ہے اگر تندرست ہے تو اس کی صحت کی حفاظت کی جائے، بس یہی علم طب کہلاتا ہے۔

طب کی اقسام

فی زمانہ ہمارے ملک میں بے شمار طریقہ علاج رائج ہیں، جیسے یونانی طب، ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی، کرومو پیتھی، نیچروپیتھی، کلروپیتھی، وغیرہ ان سب اقسام کا مقصد ایک ہے کہ انسانی جسم کی صحت بحال رکھی جائے، اس کے لئے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے لیکن سب کا دروازہ "شفاء" پر ہی کھلتا ہے اس لئے ہمیں کسی طب سے کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ سب ایک عظیم مقصد کے حصول کے لئے کام کر رہے ہیں، لیکن ہم اپنے طریقہ علاج کو حقیقی اور سائنٹیفک سمجھتے ہوئے اسی کا پرچار کرتے ہیں، اس کے کچھ کلیے قاعدے ہیں آئیں آپ کا ان سے تعارف کرائیں۔

نظریہ مفرد اعضاء اربعہ

جی ہاں ہمارے طریقہ علاج کا نام نظریہ مفرد اعضاء اربعہ ہے، اس کی بنیاد افعال الاعضاء پر رکھی گئی ہے، اور صحت کے حوالے سے تغیر و فساد افعال الاعضاء ہی مرض کا سبب ہیں ان افعال الاعضاء کو درست کردینے کا نام ہی صحت ہے۔

اس خلائق کائنات نے شروع دن سے ہی انسان کو اعلیٰ و ادنیٰ تمام اعضاء سے نواز دیا لیکن جب اس نے دنیا پر قدم رکھا تو اسی کو ان اعضاء کا امین و محافظ بنادیا، کہ اپنی عقل، اپنی سوجھ بوجھ سے کام لے کر ان کی صحت کو قائم رکھے اور خشوع و خضوع سے عبادت کرے۔

استادان فن کی دن رات کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے صحت قائم رکھنے کے اصول و قواعد وضع کئے، جن میں سے سرفہرست اعضاء کے افعال کو درست رکھنا ہے تبھی جسم تندرست رہ سکے گا، اعضاء کو درست رکھنے کیلئے اخلاط کو درست رکھنا پڑتا ہے، کیونکہ طب کا ایک زریں اصول یہ ہے کہ جب اخلاط مجسم ہوتے ہیں تو اعضاء بن جاتے ہیں، یعنی اعضاء اور اخلاط لازم و ملزوم ہیں، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اخلاط متغیر ہوں لیکن اعضاء صحیح کام کریں، جب اخلاط متغیر ہوں گے تو لامحالہ ان کا اثر و تاثیر اعضاء پر بھی پڑتا ہے، اور یہی فلسفہ مرض و صحت ہے، کہ اس عضو کے فعل کو درست

کرنے اور صحت حاصل کرتے کیلئے متعلقہ خلط کو درست کر دیا جائے۔

طب کی تقسیم

طب یونانی نے طب کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

علم طب
- طب علمی
  - علم امور طبیہ
  - علم حالات بدن
  - علم الاسباب
  - علم العلامات
- طب عملی
  - علم حفظان صحت
  - علم العلاج

لیکن ہم علم طب کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔
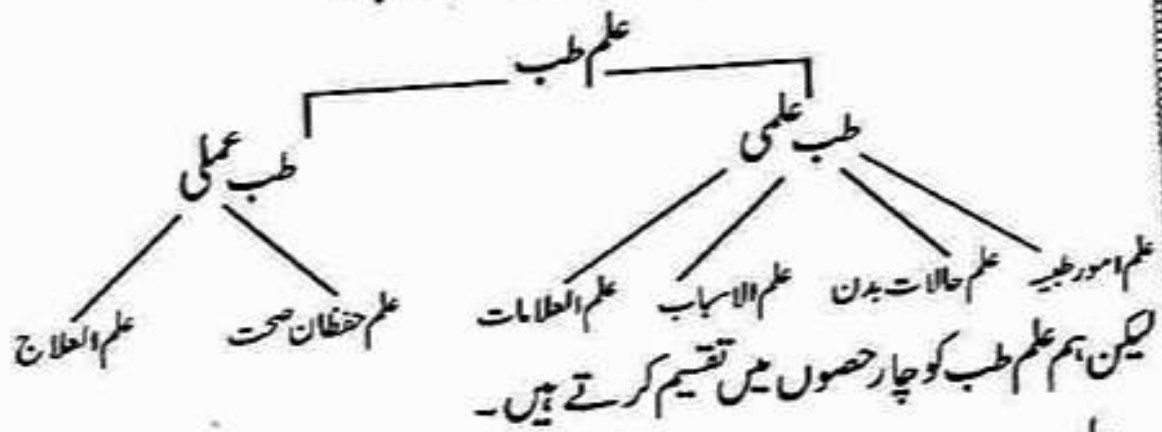
۱۔علم الابدان (فزیالوجی) اسے منافع الاعضاء بھی کہتے ہیں، اس سے مطلب اعضاء جسم کا وضع قیام اور ان کے افعال ہیں، کہ وہ ہمارے جسم میں کہاں واقع ہیں، ان کی شکل وصورت کیا ہے اور یہ حالت صحت میں کیا کام کرتے ہیں۔

۲۔علم الامراض (پتھیالوجی) مرض کی حالت میں اندرونی اعضاؤں کی ساختوں کی تبدیلی کو جاننا پتھیالوجی یا علم الامراض کہلاتا ہے، یعنی صحت کی حالت میں اس عضو کی ساخت وافعال کیا تھے اور مرض کی حالت میں اسمیں کیا تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔

۳۔علم الادویہ اس علم کے حاصل کرنے سے ہمیں خواص الادویہ، مزاج الادویہ، اور ان کے نفع خاص وعام کا علم حاصل ہوتا ہے، اور دوا کے درجات ومقدار

خوراک کے بارے میں معلوم ہوتا ہے، اس علم کی تشریح و اہمیت آنے والے صفحات میں لکھوں گا۔

۴۔ علم العلاج ﴾ جب تک تذکرہ اولیٰ تینوں علوم حاصل نہ ہوں کسی صورت بھی علاج نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی کرتا ہے تو محض ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے اور حدیث پاک کی خلاف ورزی بھی۔

مَنْ تَطَبَّ وَلَمْ يَعْلَمْ مِنْهُ الطِّبُّ قَبْلَ ذٰلِكَ فَهُوَ ضَامِنٌ (ابن ماجه)

جس نے علاج شروع کرنے سے پہلے علم طب نہیں سیکھا وہ اپنے فعل کا ذمہ دار ہوگا۔

مثلاً ایک مریض کا پیشاب بند ہو گیا ہے، جتنی دیر ہمیں افعال آلات بول ان کا وضع قیام معلوم نہیں ہوگا ہمیں کیا معلوم کہ مریض کے گردے فیل ہو گئے ہیں، یا حالبین میں پتھری پھنس گئی ہے، یا مثانہ کا منہ کسی سنگ ریزہ نے بند کر دیا ہے، یا غدہ ءمذی نے بڑھ کر پیشاب کی بندش کر دی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم علم الامراض اور علم الابدان، علم الادویہ پر خاصی دسترس حاصل کریں۔

اب ہم امور طبیہ کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ ان کے بغیر انسانی صحت تو کیا انسانی بدن کا ہونا ہی ناممکن ہے۔

امور طبیہ

امور طبیہ سات ہیں، یہ چند ایسے امور ہیں جن پر بدن انسانی کی بنیاد قائم ہے، ان میں سے اگر ایک بھی موقوف ہو جائے تو انسانی بدن قائم نہیں رہ سکتا، یعنی انہیں سات امور سے مل کر جسم انسانی بنتا ہے۔

طبیہ، طبیعت سے نکلا ہے، طبیعت کو مدبرہ بدن یا قوت حیات یا Vital Force بھی کہتے ہیں، آئیں دیکھیں قوت حیات کیا ہے؟

اگر زندہ انسانی جسم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو زندہ انسانی جسم کے ایک ایک ذرہ میں ہمیں زندگی دکھائی دیتی ہے، اس زندگی کی وجہ سے ہی انسانی جسم میں نشوونما ہوا کرتی ہے، اور تمام اعضاء نظام عالم کی طرح اپنے اپنے وقت پر کام کرتے ہیں، اور ان میں توازن قائم رہ کر انسان کا جسم تندرست و توانا رہتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے جسم کے اندر انسان کو زندگی بخشنے والی اور اس کی زندگی کو قائم رکھنے والی صرف ''روح'' ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی قائم مقام ایک قوت پیدا کر دی جسے ہم قوت حیات کہتے ہیں، یہی قوت حیات انسانی جسم کے نظام میں توازن رکھ کر جسم پر حکومت کرتی ہے، یا دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''روح اور جسم'' کی کیفیت اتصال کا نام ''قوت حیات'' ہے۔

جب تک قوت حیات انسانی جسم میں طاقت ور اور متوازن رہتی ہے اس وقت تک انسانی نظام حسب معمول وقت معینہ پر کام کرتے رہتے ہیں لیکن جہاں قوت حیات ذرا ڈھیلی یا کمزور ہوتی ہے، وہاں مخالف حالات انسانی جسم کو دبا لیتے ہیں اور اس کا عدم توازن بیماری کا سبب بن جاتا ہے، اس سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قوت حیات ہمارے جسم میں خاصی اہم حیثیت کی مالک ہے۔

جاننا چاہئے کہ قوت حیات ایک ایسی چیز ہے جو تمام اعضاء کے افعال کا مبداء اور مخزن ہے، سوائے اس کے اعضاء انسانی میں خود بخود یہ طاقت نہیں کہ ان سے قسم قسم کے افعال صادر ہو سکیں یہی ایک چیز (قوت حیات) ہے جو کہ تمام جسم پر حکمران اور منتظم کے طور پر تمام کام کرتی ہے، اس کی تحریک اور اشارہ کے سوا کوئی عضو بھی کسی فعل کو سرانجام نہیں دے سکتا۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہر شخص کی قوت حیات الگ الگ طاقت رکھتی ہے، مثلاً دس آدمی موسم سرما میں گرم کپڑے پہنے بغیر ایک کلومیٹر سفر کریں، ان میں سے کچھ فوراً ہی نزلہ اور زکام کی گرفت میں آ جائیں گے اور کچھ پر اس موسم کا کچھ بھی اثر نہیں ہوگا، ایک اور مثال دیتا ہوں کہ ایک آدمی سواٹر یا کوٹ پہن کر سرد موسم میں باہر نکل جاتا ہے جب وہ کچھ سفر کر کے واپس آتا ہے تو اس کا سر اور منہ گردن تک نہایت ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور باقی جسم گرم ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود اسے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی قوت حیات اس سردی سے مقابلہ کر کے اس کو بیمار ہونے سے بچا لیتی ہے، یہ روزمرہ کے عام مشاہدات ہیں۔

اسی طرح ایک اور مثال ہے کہ جب کسی کو ہیضہ ہو جائے تو اسے کوئی دوا وغیرہ میسر نہ ہو سکے اور قے و اسہال بھی شدت سے آ رہے ہوں تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ مریض نڈھال ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بے ہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اور اس وقت جسم گرم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ایک سو تین تک بخار ہو جاتا ہے، بس یہی قوت حیات ہے جس نے اس مریض جسم کی مدد کی اور گرتی ہوئی حرارت کو بخار کی شکل میں بڑھا کر اس کی زندگی بچنے کا سبب بن گیا، آپ کو شاید یاد ہو کہ بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ جب ہیضے کے مریض کو بخار ہو جائے سمجھ لیں کہ اب اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں، اسی طرح اکثر گاؤں کے لوگوں کو جب نزلہ لگ جاتا ہے تو وہ کوئی دوا نہیں لیتے اور کہتے سنے گئے ہیں کہ تین دن نزلہ بہہ کر خود بخود ٹھیک ہو جائے گا اور ہوتا بھی ایسا ہی ہے، جب کبھی کسی گاؤں کے شخص کو بخار ہو جائے تو وہ کوئی دوا نہیں لیتا صرف دو تین وقت کا فاقہ کر لیتا ہے کیونکہ اس نے یہ سن رکھا ہے کہ بخار معدے کے تعفن کا نام ہے، وہ اگر غذا چھوڑ دے تو اس سے معدے کا تعفن دور ہو کر بخار ٹھیک ہو جائے گا یا یہ لوگ دودھ میں دیسی گھی ڈال کر پی لیتے ہیں اس سے کھل کر اجابت ہو جاتی ہے اور معدے کا تعفن دور ہو کر صحت ہو جاتی ہے۔

ہیضے والے کو بخار کس نے چڑھایا؟ قوت حیات نے مدد کی

نزلہ تین روز بعد خود بخود کیسے دور ہو گیا؟ طبیعت نے مدد کی

فاقہ کرنے سے بخار کیسے دور ہو گیا؟ طبیعت نے مدد کی

یعنی طبیعت مدبرہ بدن قوی ہو تو جسم آنے والی آفات کا بخوبی مقابلہ کر سکتا ہے۔

ارکان

ارکان رکن کی جمع ہے اور یہ چند ایسے بسیط اجزاء اولیہ ہیں جن کی مزید تقسیم نہیں ہو سکتی، اس کائنات میں پائی جانے والی ہر مخلوق کے اجزاء اولیہ یہی چار ارکان (ہوا، آگ، پانی، مٹی) ہیں انہی کی باہم ترکیب سے انسان، حیوان، نباتات اور جمادات بنے ہیں، یہ اپنی نوع کے اعتبار سے مفرد ہوتے ہیں، یعنی مثلاً پانی کے ایک گلاس کو بھی پانی ہی کہیں گے اور سمندر کے پانی کو بھی پانی ہی کہیں گے اور ایک قطرہ پانی کو بھی پانی ہی کہیں گے، تینوں میں فرق صرف یہ ہے کہ جس مقدار میں جس جگہ یہ پانی موجود ہے اس ظروف کا نام لیا جاتا ہے اور یہ اپنی نوع کے اعتبار سے ایک قطرے سے لے کر سمندر تک پانی ہی کہلائے گا اس کی مزید تقسیم نہیں ہو سکتی، اسی طرح مٹی کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو بھی مٹی کہیں گے اور بڑے سے بڑے تودے کو بھی مٹی ہی کہیں گے، اس تودے کی جتنی بھی تقسیم کرتے چلے جائیں مٹی ہی کہلائے گا۔

۱۔ ہوا کا مزاج خشک ہے۔

۲۔ آگ کا مزاج گرم ہے۔

۳۔ پانی کا مزاج تر ہے

۴۔ مٹی کا مزاج سرد ہے۔

ارکان اور عناصر کا فرق

ارکان اور عناصر الگ الگ ہیں، ارکان چار (ہوا، آگ، پانی، مٹی) ہیں اور عناصر اب تک تقریباً ایک سو انیس سے بھی زائد دریافت ہو چکے ہیں، مزید معلوم نہیں کتنے اور دریافت ہو جائیں لیکن جب ہم بنظر عمیق ان کا مطالعہ کریں تو یہ پھر چار ارکان کے گرد ہی گھومتے نظر آتے ہیں۔

ارکان ایسے اجزاء بسیط ہیں جن کا مزید تجزیہ نہیں ہو سکتا، عناصر کا تجزیہ ہو سکتا ہے عناصر سالمات اور ایٹم میں تقسیم ہو جاتے ہیں، ایٹم برقی شراروں میں تقسیم ہو جاتا ہے، برقی شرارے ایثر کی لہروں سے پیدا ہوتے ہیں، لہریں حرکت سے اور حرکت شعور سے پیدا ہوتی ہے، شعور آفاق سے پیدا ہوتا ہے، آفاق عقل سے بنایا گیا ہے اور عقل کل اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات ہیں، ایک محتاط اندازے کے مطابق اس کرہ ارض پر اٹھارہ سو مخلوقات بس رہی ہے۔

واللہ اعلم

مزاج کی تعریف

ارکان کے آپس میں باہم فعل و انفعال، کسر و انکسار، اثر و متوثر سے بننے والی پانچویں مخلوط چیز مزاج کہلاتی ہے۔ اور مزاج کی دو اقسام پائی جاتی ہیں، مزاج مفرد، مزاج مرکب۔ اطبا متقدمین نے مزاج کی بے شمار قسمیں لکھ کر بہت الجھا کر رکھ دیا ہے حالانکہ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے، نظریہ کا یہی کمال ہے

کہ

نہایت عرق ریزی اور رات دن کی محنت شاقہ سے ہر چیز کی پالش کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔

مزاج مفرد

مفرد مزاج کا پایا جانا ناممکن ہے لیکن چونکہ ہماری بحث حضرت انسان سے ہے اس لئے محض سمجھانے کیلئے کہ جس عضو میں جو تشریحی ساخت زیادہ استعمال کی گئی ہے یا جس ساخت نے اس عضو کے بننے میں زیادہ حصہ لیا ہے جیسے رحم کے بننے میں عضلاتی ساخت Fibers زیادہ استعمال کی گئی ہے اس لئے ہم اسے عضلاتی کہیں گے، اسی طرح محض سمجھانے کیلئے مفرد مزاج ہیں، لیکن ہوتے نہیں ہیں۔

۱۔ خشک، اسے ہم عضلاتی کہیں گے۔

۲۔ گرم، اسے ہم قشری کہیں گے۔

۳۔ تر، اسے ہم اعصابی کہیں گے۔

۴۔ سرد، اسے ہم مخاطی کہیں گے۔

مرکب مزاج

اصل میں یہی آٹھ مزاج پائے جاتے ہیں اور ان کا ہی علم حاصل کر کے مرض کو صحت کی طرف لوٹایا جاتا ہے، یہ بھی یاد رکھیں کہ مرض سے لے کر علاج تک جو کچھ بھی کہا جائے یا استعمال کیا جائے گا انہی اصطلاحات کی روشنی میں اور انہی کی زبان میں بولا اور لکھا جائے گا، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ بدن انسان انہی آٹھ امزجہ کے مناسب تناسب سے قائم و دائم ہے، ادویہ اور اغذیہ کے بھی یہی نام لکھے اور پکارے جاتے ہیں۔

۱۔ خشک سرد، اسے نظریہ کی اصطلاح میں عضلاتی مخاطی کہیں گے۔

۲۔ خشک گرم، اسے نظریہ کی اصطلاح میں عضلاتی قشری کہیں گے۔

۳۔ گرم خشک، اسے نظریہ کی اصطلاح میں قشری عضلاتی کہیں گے۔

۴۔ گرم تر، اسے نظریہ کی اصطلاح میں قشری اعصابی کہیں گے۔

۵۔ تر گرم، اسے نظریہ کی اصطلاح میں اعصابی قشری کہیں گے۔

۶۔ تر سرد، اسے نظریہ کی اصطلاح میں اعصابی مخاطی کہیں گے۔

نظریہ کی اصطلاح میں مخاطی اعصابی کہیں گے۔
۷۔سردتر،اسے نظریہ کی اصطلاح میں مخاطی عضلاتی کہیں گے۔
۸۔سردخشک،اسے نظریہ کی اصطلاح میں مخاطی عضلاتی کہیں گے۔
بقراط نے جب علم طب کو عام کردیا تو اس علم میں بے پایاں اضافہ وتنسیخ ہوئی،جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آیورویدک میں کانٹ چھانٹ کرنے کے بعد اس میں کچھ داخل وخارج کر کے طب یونانی معرض وجود میں آئی،اس دور میں بڑے نامی گرامی طبیب پیدا ہوئے اور ان کے مطابق جسم انسانی چار ارکان،ہوا،آگ،پانی اور مٹی سے ترکیب ہے،ان ارکان کی چار کیفیات خشکی،گرمی،تری اور سردی ہیں،اور ان کے بھی چار مزاج قائم کیئے گئے۔
جب مزید غور وخوض کیا گیا تو انسانی جسم کی بنیاد چار اخلاط (ریح،صفراء،بلغم،سوداء) پر قائم کی گئی،اور ان اخلاط کے بگاڑ سے مرض کا ظہور تسلیم کیا گیا،یعنی جب کوئی ایک خلط جسم میں بڑھ جائے یا کم ہوجائے تو مرض واقع ہوجاتا ہے،اور اس خلط کو اعتدال پر لانے کا نام صحت ہے،اس زریں اصول پر کئی سو سال عمل پیرا ہو کر علاج کیا جاتا رہا۔

خلط کیا ہے؟

خلط مخلوط سے نکلا ہے، لیکن اطباء یونان اس کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ خلط ایک ایسا تر رطب سیال ہے جس کی طرف غذا پہلے پہل استحالہ کرتی ہے۔

یعنی جب ہم کچھ کھاتے ہیں تو وہ معدے کے ابتدائی عمل ہضم سے مغلوب ہو کر آش جو جیسی شکل اختیار کر جاتا ہے اسے کیلوس کہتے ہیں، اور پھر یہی کیلوس عروق ماساریقا کے ذریعے جگر کی طرف چلا جاتا ہے وہاں اسے کیموس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جگر اس کو اپنے عمل سے پکاتا ہے اور خون کی شکل بن جاتی ہے اسے وریدی خون (گندہ خون) کہتے ہیں جو دل اور پھیپھڑوں کی وساطت سے صاف ہو کر شریانی (صاف خون) خون میں تبدیل ہو کر شریانوں کے ذریعے جسم کو تغذیہ پہنچاتا ہے، اور یہ خون چار اخلاط کا مرکب ہے۔

اخلاط کے ابتدائی اجزاء

۱۔ خلط ریح کا اولین جز وہوائیہ کہلاتا ہے۔

۲۔ خلط صفراء کا اولین جز و ناریہ کہلاتا ہے۔

۳۔ خلط بلغم کا اولین جز و مائیہ کہلاتا ہے۔

۴۔ خلط سوداء کا اولین جزوارضیہ کہلاتا ہے۔
یادرکھنا چاہیئے کہ جزواور کل میں صرف تعداداور مقدار کا فرق ہوتا ہے۔نوعی اعتبار سے جزواور کل میں کوئی فرق نہیں ہے،لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں،یعنی جزو کے بغیر کل نہیں ہےاور کل کے بغیر جزو نہیں ہے۔
۱۔ جزو ہوائیہ کے مالیکیولز جب باہم اکٹھے ہوتے ہیں تو خلط ریح بن جاتی ہے۔
۲۔ جزو ناریہ کے مالیکیولز جب باہم اکٹھے ہوتے ہیں تو خلط صفراء بن جاتی ہے۔
۳۔ جزو مائیہ کے مالیکیولز جب باہم اکٹھے ہوتے ہیں تو خلط بلغم بن جاتی ہے۔
۴۔ جزوارضیہ کے مالیکیولز جب باہم اکٹھے ہوتے ہیں تو خلط سوداء بن جاتی ہے۔
ان ہی چار اخلاط کے باہم ملنے سے جوصورت سامنے آتی ہے خون کہلاتا ہے،اس کی ایک مثال دیتا ہوں کہ خون کو دودھ سمجھ لیں، جب دودھ کو جوش دیا جائے تو اس کے اوپر بالائی آجاتی ہے یہ صفراء ہے،اب اس دودھ کو دوسرے برتن میں انڈیل لیں تو اس پہلے برتن کی تہہ میں کچھ مادے جمے ہوئے ملیں گے یہ سوداء ہے،باقی بچے ہوئے محلول میں دو جزو باقی ہیں ایک جزو مائیہ (پانی) بلغم ہے اور دوسرے اس میں سے کچھ دانہ دار اجسام بچیں گے یہ خون کے سرخ دانے ہیں،ان کی لطیف شکل ریح ہے اور کثیف شکل خون اور خون کی کثیف شکل گوشت اور گوشت کے اجتماعات عضلات بن جاتے ہیں،ایک موقع آئے گا کہ ہم ریح کے خلط ہونے پر بحث کریں گے۔
مزید سمجھنے کیلئے خون چار اخلاط سے مرکب ہے،جس میں چار جزو (ہوائیہ،ناریہ، مائیہ،ارضیہ)اور کل کی شکل ریح،صفراء،بلغم اور سوداء پائے جاتے ہیں،اس (خون)

کی جھاگ صفراء، تہہ نشین سوداء ہے اگر ان دو چیزوں کو اس محلول سے الگ کر لیا جائے تو باقی گلابی رنگ کی مائع چیز بچ جاتی ہے اس کا مزید تجزیہ کرنے سے ایک حصہ بشکل پانی الگ ہو جاتا ہے یہ بلغم ہے، جو باقی چوتھی چیز بچی وہ کریات حمراء ہیں یہی کریات حمراء اپنی ارتقائی صورت میں گوشت بن جاتے ہیں۔

خون کا اگر موجودہ دور میں لیبارٹری تجزیہ کیا جائے تو اس میں ۷۹ فیصد پانی، ۱۲ حصے ہوا، ۶ حصے اجزاء لیفیہ اور رزلالیہ اور تین حصے نمکین اور روغنی مادے پائے جاتے ہیں۔

۱۔ریح۔ ریح خون کے اجزاء ہوائیہ سے مخلوط ہے اور یہی خون کو جسم میں چلا کر دور و نزدیک کے اعضاء کو تغذیہ فراہم کرنے کا سبب ہے۔

۲۔صفرا۔ صفراء خون کے اجزاء ناریہ ہیں جو خون کے قوام کو اس حالت میں رکھتے ہیں کہ یہ شریانوں، وریدوں میں آسانی سے نقل و حرکت کر سکے۔

۳۔بلغم۔ بلغم خون کے اجزاء مائیہ ہیں جو خون کی تیزی و ترشی کو دور کرتے ہیں اور اس وجہ سے اعضاء بدن کو ایذا نہیں پہنچتا۔

۴۔سوداء۔ سوداء خون کے اجزاء ارضیہ ہیں جو خون کے قوام کو رقیق نہیں ہونے دیتے اور اجزاء ارضیہ سے ہی ہیکل استخوان بنا ہے، اور یہی جسم کی بنیاد و سہارا ہیں۔

اخلاط کا بننا۔ جب ہم کوئی غذا منہ میں ڈالتے ہیں تو اس پر دانتوں کے چبانے کے عمل سے ایک ہارمون ٹیالین اثر انداز ہو کر اس کے سادہ نشاستہ دار اجزاء کو مالٹوز میں تبدیل کر دیتا ہے جس سے غذا شیریں ہو جاتی ہے، پھر یہ مری کے راستے معدہ میں اتر جاتی ہے، اب یہاں پر رطوبت معدی جس میں نمک کا تیزاب غالب ہوتا

بے اثر کر کے اسے تحلیل کرنا شروع کر دیتا ہے، اس وقت غذا میں ترشی بڑھ جاتی ہے،
اور یہ تحلیل ہو کر آش جو کی شکل اختیار کر جاتی ہے اسے اصطلاح طب میں کیلوس کہتے
ہیں، اب یہ محلول بواب معدہ میں سے گذرتے ہوئے اپنے ساتھ بواب معدہ کی
رطوبت (سوڈیم بائی کاربونیٹ) جو کہ کھاری ہوتی ہے بارہ انگشتی آنت میں اتر جاتی
ہے، اس وقت اس میں مشترکہ صفراوی نالی کے توسط سے صفراء قطرہ قطرہ گرنے لگتا
ہے اور غذا کے لحمی اجزاء ہضم ہو جاتے ہیں اس وقت غذا کا ذائقہ نمکین ہو جاتا ہے
جسے آنتیں ہضم نہیں کر سکتیں تو یہیں پر اس غذا میں رطوبت لبلبہ شامل ہو کر اسے پھیکا
کر دیتی ہے اور یہ آنتوں میں اتر کر ہضم و جذب کے مراحل سے گذرنے کے لئے
تیار ہو جاتی ہے، اب اسے کیموس کہتے ہیں یہاں اس پر ہضم معوی شروع ہو جاتا ہے،
چھوٹی آنتوں کے عمل سے اس کے لطیف اجزاء قنات الصدر کے ذریعے دل میں
چلے جاتے ہیں اور باقی بچا ہوا کیموس ورید باب الکبد اور اس کی شاخوں (عروق
ماساریقا) کے ذریعے جگر میں چلا جاتا ہے اب یہ جگر کی حرارت سے پکتا ہے اور یہ پکی
ہوئی چیز چار اخلاط کی صورت اختیار کر کے خون کہلاتی ہے۔

جب کیموس پر جگر کی حرارت عمل کرتی ہے تو اس کے جس حصے کو زیادہ حرارت پہنچ جاتی
ہے وہ زیادہ پک جاتا ہے اور اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے یہ صفراء کہلاتا ہے اور یہ جسم
کی ضرورت کے مطابق خرچ ہو کر باقی پتہ میں جمع ہو جاتا ہے، کیموس کے جس حصے کو
حرارت کم پہنچتی ہے اس کا رنگ سفید رہ جاتا ہے یہ بلغم ہے، کیموس کے جس حصے کو
حرارت بہت زیادہ پہنچ جاتی ہے وہ اس عمل سے سرخ رنگ کے دھوئیں کی شکل میں

اٹھتا ہے یہ ریح ہے، اور جس حصہ کیموس کو حرارت نہیں پہنچتی یہ سیاہی مائل گاڑھا ہو کر تلچھٹ کی طرح تہہ نشین ہو جاتا ہے یہ سوداء ہے، یہ چاروں اخلاط ہیں جگر میں اس کے پکنے کے عمل سے تیار ہوتی ہیں اور ان کا مرکب خون کہلاتا ہے، جسے روح طبعی وریدوں میں دھکیل کر دل کے دائیں اذن وطن میں پہنچا دیتی ہے، یہاں سے دل اسے پھیپھڑوں کی طرف بھیج دیتا ہے، یہاں اس میں اجزاء نسیم داخل ہو کر اسے شوخ سرخ رنگ میں رنگ کر دوبارہ دل کے بائیں اذن وطن میں بھیج دیتا ہے اور یہاں سے روح حیوانی اور شریانوں کے توسط سے پورے جسم کو تغذیہ پہنچ جاتا ہے اور یہی سلسلہ قائم رہتا ہے۔

معتدل خون ﷺ معتدل خون وہ ہے جو شوخ سرخ، شیریں قدرے نمکین ہو اور جگر کی حرارت نے اسے مناسب تناسب سے بنایا ہو۔

غیر معتدل خون ﷺ غیر معتدل وہ خون ہے جس پر جگر کی حرارت کی کمی بیشی سے اسمیں کوئی ایک خلط کم ہو جائے یا بڑھ کر اسے متغیر کر دے تو یہ اسی تناسب سے متاثر ہو کر مرض کا باعث بنتا ہے، اگر اسمیں زرد مادہ (صفراء) بڑھ جائے تو اس کے عمل دخل سے گرمی کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں، اگر اسمیں حرارت کی کمی سے سفید مادہ (بلغم) بڑھ جائے تو بلغمی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، اگر اسمیں پکتے وقت سرخ دخان زیادہ اٹھا تو اس کے عمل دخل سے ریاحی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، اگر اسمیں حرارت کا عمل دخل نہیں ہوا تو یہ سیاہی مائل گاڑھا رہ جائے گا جس سے سردی کے امراض پیدا ہو جائیں گے۔

ایک جائزہ

بقراط کے بعد کچھ عرصہ تو یہ علم خوب چلتا رہا لیکن حوادث زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ صرف کتابوں کی شکل میں لائبریریوں میں سمٹتا چلا گیا، پھر جب عربوں نے قوت پکڑی تو دیگر علوم کی طرح ان کی توجہ طب کی طرف بھی ہوئی تو انہوں نے اس پر بہت کچھ کیا، متقدمین کی تصانیف کے عربی میں تراجم ہوئے، اور ان سے علم حاصل کر کے اس میں مزید نکھار پیدا کیا گیا، اسی وقت ہی جابر بن حیان، اور زکریا رازی، حنین بن اسحٰق، علی بن عباس مجوزی، ابو نصر فارابی، ابوالقاسم زہراوی، ابن الہیثم، البیرونی، شیخ الرئیس بو علی سینا، عمر خیام، محمد اکبر ارزان شاہ المعروف ارزانی جیسے علام و فاضل حکماء نے طب کو خوب نکھارا۔

علم طب اتنا گہرا ہے کہ آج تک اسے جاننے کا دعویٰ کوئی نہیں کر سکا لیکن قطرے قطرے سے دریا بننے کے مصداق یہ ہمارے بزرگوں کا دیا ہوا جس حالت میں پہنچا یہ اس حالت سے کسی قدر بہتر ہے جب لاکھوں سال پہلے ابھی اس کا نام بھی نہیں رکھا گیا تھا، متقدمین نے جو کچھ قطرہ قطرہ جمع کیا اس کی روشنی میں نظریہ مفرد اعضاء اربعہ ترویج ہوا، میں تو اسے اب بھی مکمل کہنے کو تیار نہیں ہوں ممکن ہے اس میں اور بھی خامیاں ہوں جنہیں ہمارے بعد آنے والے تلاش کر کے اس کی شکل و صورت کو مزید نکھار دیں، لیکن پھر بھی یہ جس حالت میں جو کچھ بھی ہے میرے نزدیک جامع اور بہت کچھ ہے، کہ اس سے فائدہ حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہو کر انسانی صحت بحال رکھی جا سکتی ہے۔

ریح (وات، وایو)

ریح با قاعدہ ایک خلط ہے، ایک گروہ اس کا منکر ہے، کہ ریح خلط نہیں تو جاننا چاہیئے کہ ہزاروں سال پہلے آیورویدک طریقہ علاج رائج ہوا جس کی ترقی یافتہ شکل طب یونانی اوراس کی ترقی یافتہ شکل نظریہ مفرد اعضاء اربعہ ہے۔

آیورویدک ریح کو وایو یا وات دوش کے تحت بحث کرتا ہے اور سشرت سوتر استھان ادھیائے ۱۵ میں لکھا ہے کہ وات پانچ کام کرتی ہے۔

۱۔خود چلتا ہے اور جسم کو چلاتا ہے۔

۲۔گیان اندریوں کے وشیوں (حواس خمسہ) کو لیجاتا اور جسم کو اٹھاتا ہے۔

۳۔خوراک وغیرہ کو اپنی اپنی جگہ پر پہنچاتا ہے اور کیلوس وخون وغیرہ کو جسم کے اندر پہنچا کر اس کو بھرتا ہے۔

۴۔پیشاب پاخانہ وغیرہ کو مناسب وقت تک روکتا ہے۔

۵۔رس وغیرہ سے ان کے فضلات کو علیحدہ کرتا ہے۔

چرک سوتر استھان ادھیائے ۱۲ میں لکھا ہے، سرد خشک، ہلکا، سخت، کھردرا، اور وشد (پھیلنے والا) یہ وایو کے اوصاف ہیں۔

اشٹانگ ہردے (بھاگ بھٹ) میں لکھا ہے، وایو چلتا ہے، ہمت دیتا ہے، سانس

کے آنے جانے کا باعث ہے، اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کو باہر نکالتا ہے، دھاتوؤں کو ٹھیک ٹھیک طور سے حرکت دیتا ہے اور اندریوں کی طاقت اور حرکت کا سبب ہے۔

چرک میں وایو کے افعال اس طرح سے لکھے ہیں، منتر دھاری (جسم کا دھارن کرنے والا) جنتر دھاری (جسمانی کل کو چلانے والا) وایو پران، اوان، سمان، دیان، اپان کی اشکال میں ہو کر چھوٹے بڑے افعال کا کرنے والا ہے، من (روح) کا حکمران اور چلانے والا، سب اندریوں (حواس) کا عبور کرنے والا یا کام پر لگانے والا اور ان کے احساسات کو حاصل کرنے والا ہے، سب جسم کے دھاتوؤں کو باقاعدہ رکھ کر اپنی اپنی جگہ ٹھہرانے والا، میل کرنے والا اور جسم کو چلانے والا، آواز کی پرکرتی، چھونے، سننے اور بولنے کی طاقتوں کی بنیاد پر خوشی اور ہمت کے پیدا کرنے والا، جسم کی آگ کا جلانے والا، جیسے آگ ہوا سے جلتی ہے ایسے ہی جسمانی آگ یعنی پت کا جلانے والا وایو ہے، دوشوں کی تیزی اور زیادتی کو برباد کرنے والا، فضلات کو باہر نکالنے والا، کثیف، لطیف سروتوں (سوراخوں) کا توڑنے والا اور ان کے اندر چلا جانے والا، حمل کی اشکال کا بنانے والا، عمر کی کمی بیشی جتانے والا، یہی وایو ہی اپنی ٹھیک حالت میں ہوتا ہے۔

شارنگدھر حصہ اول کے ادھیائے ۵ میں لکھا ہے، تینوں دوشوں میں وایو زبردست ہے، دیگر دوش، مل و دھاتوؤں کو علیحدہ کرتا اور اپنی جگہ پر پہنچاتا ہے، بہت لطیف، سوکھشم (ٹھنڈا) خشک، ہلکا اور چنچل ہے، پھر سشرت ندان استھان ادھیائے اول میں لکھا ہے، جانداروں کی پیدائش، زندگی اور موت کا یہی وایو سبب ہے، خود غیر ظاہر

ہے مگر ظاہر ہونے والے افعال کا کرنے والا ہے، خشک سرد اور ہلکا ہے، ترچھا چلنے والا ہے، شدیہ رس (آواز، چھونا) دو اوصاف والا ہے اور زیادہ تر جوگن ہے، از حد طاقت والا دوشوں کا مالک اور جملہ امراض کا بھی یہی راجہ ہے۔

مزید تشریح مندرجہ بالا حوالہ جات سے پتہ چلتا ہے، کہ وات اپنی اصلی حالت میں کیا چیز ہے اور وات کا لفظ ویدک کتب میں کن کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اور اس کے افعال و خواص کے مطالعہ سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ وایو حقیقت میں سب دوشوں سے زیادہ طاقتور ہے بلکہ اس کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں ہیں، حسب دل خواہ تغیرات میں بھی یہی لاتا ہے، یونانی طب خون کو سب سے بڑا لکھتی ہے کیونکہ وہی اخلاط کو جسم میں جگہ جگہ لے جاتا ہے مگر ویدک بتلاتی ہے کہ خود اس کے لے جانے والا بھی وایو ہے، کیونکہ پت لولہا اور بے دست وپاء ہے، کف لولہا ہے دھاتو بھی لولے ہیں اور مل (فضلات) تو بھلا سلر لولے ہیں اور وایو جہاں ان کو لے جاتا ہے وہاں ہی رہتے ہیں، جیسے ہوا بادلوں کو جہاں لے جائے بادل وہیں برستا ہے، بس جسم کے اندر مل (فضلات) دوش (اخلاط) دھاتوؤں (اعضاء مقررہ) کو اپنی اپنی جگہ پر لے جانے کا سب کام وایو کرتا ہے، یعنی ان میں جس قدر تغیرات مفید یا غیر مفید پیدا ہوتے ہیں ان کا فاعل یہی وات ہے، پس دوسرے دوشوں یعنی پت اور کف کے سر پر دوش ہونے کا الزام لگانا کس قدر غلط کام ہے، اور پھر ان کو درست کرنے والی ادویہ کا لکھنا کس قدر بے معنی کام ہے کیونکہ ان دونوں کو درست کرنے والا بھی یہی وایو ہے۔

وایو کو من کے چلانے والا لکھ کر چرک منی نے جوگ کے ایک لمبے مضمون کو ظاہر کیا ہے
جوگی لوگ من کو بس میں کرنے کیلئے اول پران کو بس میں کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں
کہ وایو کے بس میں ہونے سے من کی چنچلتا جاتی رہتی ہے، وایو کے ماتحت اندریاں
اپنی وشیوں (خواہشات) کو چھوڑ دیتی ہیں کیونکہ اسی کے چلانے سے وہ کام کرتی
ہیں، اس بات کو لوگ درشن اور پرشن پنشد، تیسرے و چوتھے پرشن میں اچھی طرح
بیان کرتا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وات دوش نہ صرف دوشوں اور دھاتوؤں
پر ہی حاکم ہے بلکہ روح اور اس کی تمام طاقتوں پر بھی مختار و حاوی ہے اور اس اکیلی
وات دوش کی خرابی ہی تمام روحانی اور جسمانی بیماریوں کی جڑ ہے، اور اس کی اصلاح
کر کے ہی تمام روحانی اور جسمانی بیماریوں سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے، وایو
کے کاموں میں ایک بات نہایت قابل غور ہے جو سشرت کے ندان استھان میں
درج ہے یعنی دوش دھاتو اگنی کی سمتا، وشودں، سمپراتی اور کریاؤں کا انولوم غیر فاسد
دان ہوتا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوش دھاتو اگنی وغیرہ کی حالت وایو ہی ٹھیک رکھتا ہے،
یعنی اگر وایو کو ہمیشہ ٹھیک حالت میں رکھیں تو باقی دوش بھی ٹھیک رہتے ہیں، اس سے
ظاہر ہے کہ کسی بھی دوش میں خرابی ہو تو وہ ذاتی نہیں ہوتی بلکہ اسی وات دوش کے تغیر
سے متغیر ہوتی ہے، پس علم العلاج کا سارا انحصار اسی وات کے فساد اور اس کی اصلاح
پر ختم ہے اور یہی ساری طب ہے۔

<u>مزید یہ کہ وات سارے دوش سارے دھاتو سارے مل غرضیکہ سارے جسم کے ہر</u>

حصہ میں بغیر کسی مقام کے رہتا ہے۔

میری تحقیق ﴾ میری تحقیق یہ ہے کہ ریح (وات) ہی زندگی ہے، کیونکہ اس کا خون میں موجود ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہی خون کو چلاتی ہے اور اس کے رہنے کا خاص مقام دل ہے، یہ دل کو چلاتی ہے اور تب ہی خون ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ کر تغذیہ پہنچانے اور فضلات کو جسم سے نکالنے کا ذریعہ ہے، اگر طبیب اس ریح کو سمجھ گیا تو گویا اس کے آگے تمام امراض ہیچ ہیں، اگر یہی ریح دل کو نہ چلائے تو سوچو کیا زندگی چند سیکنڈ بھی جاری وساری رہ سکتی ہے، جو لوگ اس سے منکر ہیں اور اسے خلط تسلیم نہیں کرتے وہ سخت غلطی پر ہیں، دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کو ہم خلط اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ خلط کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی تو میں کہتا ہوں کہ خلط کی تعریف تو صرف خون پر ہی صادق آتی ہے، جب خلط کی تعریف صرف خون پر ہی صادق آتی ہے تو پھر بلغم اور صفراء، سوداء کو خلط کیوں تسلیم کرتے ہیں، ان میں سے بلغم جو صرف خون کا فضلہ ہے، صفراء جگر کا ایک خاص جوہر ہے اور سوداء خون کی تلچھٹ ہے، اور یہ تر رطب سیال بھی نہیں اور نہ ہی غذا پہلے پہل ان کی طرف استحالہ کرتی ہے، بلکہ غذا تو پہلے پہل تحلیل ہو کر کیلوس وکیموس کی شکل اختیار کرتی ہے جو بعد میں جگر کے عمل سے پک کر خون بن جاتا ہے، ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ ریح نظر نہیں آتی تو میرا ان سے یہ سوال ہے کہ مجھے یہ لوگ خون کے اندر بلغم، اور صفراء، سوداء دکھا دیں، جب یہ تینوں اخلاط بھی ریح کی طرح خون میں ملی ہوئی ہوتی ہے تو ریح سے انکار کیوں؟ حالانکہ خون کو چلانے کیلئے ریح کی ہی مدد درکار ہے، اس کے علاوہ

ہزاروں سالوں سے رائج ویدک طب سے لیکر یونانی طب اور دیگر طبوں نے ریحی امراض کو تسلیم کر کے ان کا علاج کیا ہے جب ریحی امراض اور ان کا علاج موجود ہے تو پھر ریح سے انکار کیوں، جیسے دردسر ریحی، درد گردہ ریحی، بواسیر ریحی، وجع المفاصل ریحی وغیرہ امراض تسلیم ہیں اور ان کا علاج بھی کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یقیناً ریح کا مسکن بھی خون ہی ہے، اس کے علاوہ آج کل چولہے، رکشے، ٹیکسیاں اور کاریں ایک قسم کی گیس سے چلتی ہیں وہ مائع حالت میں ہے اور جب اس کو کھلی ہوا میں رکھا جائے تو ہوا کے ساتھ ہوا ہو جاتی ہے اس کا وجود ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر کبھی آپ نے غور کیا ہو تو معلوم ہونا چاہیئے کہ پودوں، پھلوں اور پھولوں کا تولیدی نظام صرف ہوا کے ذریعے ہی میلوں دور تک پہنچ کر اپنی نسل بڑھاتا ہے، ہوا نہ ہو تو کائنات میں کوئی زندہ نہ رہ سکے گا۔

یاد رہے ریح جگر میں پکنے والے کیموس کا دخان ہے جو غلظت اختیار کر کے کریات الدم، خون، گوشت اور عضلات کی شکل اختیار کر کے جسم کا نظام چلاتا ہے، اس کے علاوہ جب ہم کوئی بھی خشک سرد دوا کسی کو استعمال کراتے ہیں تو وہ سب سے پہلے دل کے فعل کو تیز کرتی ہے، مثال کے طور پر کوئی بھی کشتہ جو خشک سرد مزاج ہو کھانے سے فوری طور پر اس کے لطیف اجزاء قنات الصدر کے ذریعے دل میں پہنچ کر اس کی روح حیوانی کو متاثر کر کے دل کا فعل تیز کر دیتے ہیں اور دل اپنے فعل کو تیز کر کے خون کو جسم کے دور و نزدیک حصوں تک پہنچا کر مرض کو دور کرنے کا سبب بن جاتا ہے، ایک اور مثال دیتا ہوں کہ کف و پاء کا سرد رہنا کس بات کی علامت ہے؟

کہ خون میں پریشر (ہوا) کم ہے جو دل سے دور کے اعضا تک نہیں پہنچ پاتا اس وجہ سے وہ حصے ٹھنڈے رہتے ہیں، تو اس میں آپ بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ جب کوئی گرم دوا اس حالت میں دی جائے تو وہ پورے جسم کو گرم کر دے گی اور ہاتھ پاؤں بھی گرم ہو جائیں گے سردی کا احساس ختم ہو جائے گا، لیکن پورے جسم کی نسبت ہاتھ پاؤں میں گرمی کم ہوگی کیونکہ گرم دوا سے خون رقیق ہو کر کچھ مقدار میں ہاتھ اور پاؤں کی طرف گیا اور وہاں زندگی کی لہر محسوس ہوئی۔ اس کی نسبت اگر خشک سرد دوا دو حصے اور خشک گرم دوا ایک حصہ ملا کر دی جائے تو دل قوت حیوانی سے متاثر ہو کر اپنے فعل کو تیز کر دے گا جس سے خون کا پریشر (ہوا) پورا ہو کر بڑے زور سے دور کے اعضاء تک پہنچ جائے گا اور صاف ظاہر ہے کہ جہاں خون پہنچنے لگے گا وہاں کے اعضاء کو خون کے ذریعے تغذیہ بھی پہنچے گا اور ان دور کے اعضاء میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی۔ اور یہ سوچیں کہ سارا عمل کس کی مدد سے ہوا؟ یقیناً ریح کی مدد سے!! لہذا ریح باقاعدہ ایک خلط ہے، جس کی غلظت سے گوشت و عضلات بنتے ہیں، اس کے علاوہ حسب اوتی و یدک طب کے حوالہ جات بھی اس بات کے غمازی ہیں کہ وایو (وات) باقاعدہ ایک خلط ہے جو نظر نہیں آتی لیکن ہر کام کے کرنے والی (خون کو اعضاء تک پہنچانا، اس کے ذریعے تغذیہ پہنچانا اور فضلات کو بذریعہ پیشاب، پاخانہ، پسینہ ومنی جسم سے خارج کرنا) ہے یہی خلط ریح کا کام ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں جیسے ان پڑھ لوگ جب کوئی آدمی مر جائے تو کہتے ہیں اس کی ہوا نکل گئی ہے، حیرت ہے کہ ان پڑھ لوگوں کو تو پتہ ہے کہ ہوا نکلنے سے آدمی مر جاتا

ہے لیکن پڑھے لکھے اس بات سے نابلد ہیں، یاد رہے ریح ہی سب سے افضل خلط ہے جو خون کو دل کے توسط سے جسم کے ہر حصہ تک پہنچاتی اور فضلات کو جسم سے نکالتی ہے۔اور دل اس کا رئیس عضو ہے جس کے ذریعے یہ چلتی ہے۔

خلط اور اعضاء

یہاں کچھ لوگ ایک اعتراض کرتے ہیں کہ خلط پہلے ہے یا اعضاء پہلے بنتے ہیں تو جاننا چاہیے کہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

ہم جو کچھ بھی کھاتے پیتے ہیں اس سے اول کیلوس پھر کیموس، اخلاط اور خون بن جاتے ہیں اور خون میں موجود چاروں اخلاط اپنے اپنے عضو رئیس کو تغذیہ پہنچاتی ہیں، یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ ایک طبعی عمل ہے لیکن جب ہم مرض کے حوالے سے بحث کرتے ہیں تو کسی ایک خلط بلکہ اس سے بھی آگے کسی ایک روح بلکہ اس سے بھی آگے قوت حیات سے متاثر ہو کر اعضاء کے فعل متغیر ہو کر باعث مرض بنتے ہیں اور ہم اس قانون کے داعی ہیں کہ ہم جب چاہیں کسی بھی عضو کے فعل کو تیز کر کے اس سے متعلقہ خلط خون میں بڑھا کر علاج کر لیتے ہیں، اب ایک ہی قسم کی غذا کھانے سے خون میں وہی خلط بڑھ جاتی ہے جس مزاج کی غذا کھائی جائے گی، دوسری طرف ہم کسی ایک مفرد اعضاء کے فعل کو تیز کر کے اپنی مرضی سے مطلوبہ خلط بڑھا کر جسم انسانی کو صحت کی طرف لے آئیں گے، اس طرح اخلاط کا ذکر اعضاء سے بعد میں آئے یا پہلے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، مزید بحث اعضاء رئیسہ کے بیان میں آئے گی۔

مفرد اعضاء

مفرد ایک کو کہتے ہیں جو اپنی واحدانیت اور اپنے کام میں ایک ہو، مفرد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، کائنات کی باقی ہر چیز مرکب ہے۔

لیکن طبی حوالے سے علاج الامراض کے حوالے سے، اپنی بات سمجھانے کیلئے اعضاء کو مفرد بیان کرنا پڑے گا تا کہ سمجھنے میں نہایت آسانی پیدا ہو جائے، مفرد اعضاء انہیں کہتے ہیں جو ایک ہی قسم کا خاص کام کرتے ہوں، لیکن یہ جاننا چاہیئے کہ اعضاء منفرد تو ہو سکتے ہیں لیکن مفرد نہیں!!

جسم کے کسی بھی حصے کی بات کریں یوں تو جسم میں بہت سے مفرد اعضاء اپنی اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں لیکن جب ہم صحت کو بحال کرنے کے حوالے سے بات کریں گے تو ہم ان میں سے کچھ کو ان کا رئیس چن لیں گے، اور ان کے افعال کو سمجھیں گے کہ یہ جسم میں کونسا ایسا کام کرتے ہیں جو دوسرا کوئی عضو نہیں کرتا، اس حوالے سے ہی ہم انہیں مفرد اعضاء کہیں گے، حالانکہ ہر مفرد عضو بھی چار نسیجوں سے مرکب ہے لیکن کوئی ایک نسیج اس کی ترکیب میں زیادہ ہوگی اس حوالے سے ہی ہم اسے مفرد عضو کہتے ہیں، پھر ان میں سے رئیس کے چناؤ کے وقت اس بات کا بھی دھیان رکھا جاتا ہے کہ وہ مفرد عضو ایک دوسرے کے تعاون سے ایک نظام چلانے کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔

مرکب اعضاء

کچھ مرکب اعضاء ہیں جن کی ترکیب میں مفرد اعضاء اربعہ کی ساختیں حصہ لے کر انہیں بناتی ہیں ، ان میں دماغ، آنکھ، کان ناک ،زبان، معدہ، آنتیں، گردے، جگر، طحال، دل، پھیپھڑے، وغیرہ شامل ہیں لیکن ان میں سے ہم نے ان کی مزید دو اقسام کردی ہیں جو اعضاء اپنا ایک نظام رکھتے اور چلاتے ہیں اور دوسرے اعضاء کے افعال اور صحت بحال رکھنے کے ذمہ دار ہیں، انہیں الگ کردیا ہے اور جو ان سے اثر و تاثیر حاصل کرتے ہیں انہیں الگ کر کے بنیادی اعضاء اور حیاتی اعضاء کے نام سے متعارف کرا دیا گیا ہے، اور کچھ ایسے اعضاء ہیں جو ان دونوں سے مل کر بنے ہیں انہیں چھوڑ دیا گیا ہے کہ یہ بھی انہی بنیادی اور حیاتی اعضاء سے متاثر ہو کر اپنے افعال ادا کرتے ہیں، جب ہم ان بنیادی اور حیاتی اعضاء کے افعال کو درست کر دیتے ہیں تو صحت قائم ہو جاتی ہے اور ہمارا نقطہ نظر بھی صحت ہی قائم کرنا ہے۔

بنیادی اعضاء رباط، وتر، کری، ہڈی بنیادی اعضاء ہیں، انہی سے مل کر انسانی ڈھانچہ بنا ہے جو جسم کو خوبصورتی اور سہارا فراہم کرتا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہڈی بے حس ہے، اگر ہڈی بے حس ہوتی تو جب کسی حادثہ میں یہ ٹوٹ جاتی ہے تو درد کیوں ہوتا

ہے، یا یہ جڑ کیسے جاتی ہے، جاننا چاہیئے کہ ہڈی بے حس نہیں ہے اس کے اوپر جو جھلی ہے اس میں اس کے اعصاب پائے جاتی ہیں جو حادثہ کے وقت درد کا احساس دلاتے ہیں، ہڈی خون میں سے باقاعدہ اپنی غذا حاصل کرتی ہے اور زندہ ہے، اس کا گودہ بوقت ضرورت طحال کے قائم مقام کام کرتا ہے، اگر یہ بے حس اور مردہ ہوتی تو یہ سب افعال کون ادا کرتا، ایک مثال ہے کہ دانت کو کچھ متقدمین نے ہڈی میں شمار کیا ہے حالانکہ دانت میں چاروں بافتیں پائی جاتی ہیں لیکن ہڈی سب سے زیادہ ہے، جب دانت نکل جائے تو اسے بغور دیکھیں کچھ دنوں بعد اس کا جسم سکڑ جاتا ہے کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ دانت میں زیادہ ترکیب ہڈی کی تھی اور جب ہڈی مردہ ہو جاتی ہے تو سکڑ جاتی ہے، جب کہ زندہ انسانی ہڈیوں میں ایسا کچھ نہیں ہوتا یہ خون میں سے اپنی غذا حاصل کر کے اپنے افعال ادا کرتی رہتی ہیں، دوسری بات یہ کہ ہڈی کے متخلخل جسم میں خون کے سرخ ذرات بنتے ہیں اگر ہڈی بے حس ہے تو وہاں خون کے سرخ ذرات کی پیدائش کیا معنی رکھتی ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہڈی کی پیدائش کیلشیم (چونا) سے ہوتی ہے اور جسم میں طحال واحد اعضاء ہے جو کیلشیم پیدا کرتا ہے اور اگر کیلشیم کھلا دیا جائے تو طحال اپنے فعل کو تیز کر کے خون میں غلظت بڑھا دیتی ہے، اور مخاطی مادے سے اثر و تاثیر حاصل کرتہ ہے، طحال کی بحث اعضاء رئیسہ کے بیان میں آئے گی۔

حیاتی اعضاء حیاتی اعضاء تین ہیں، انہی سے انسانی زندگی کی بقاء قائم ہوتی ہے، یہ اعضاء دل، جگر اور دماغ ہیں، انہیں اعضاء رئیسہ بھی کہتے ہیں، متقدمین نے

بقاء نسل کے اعتبار سے خصیتین کو بھی اعضاء رئیسہ میں شمار کیا ہے، کیونکہ یہ منی پیدا کرتے ہیں اور منی سے ہی نسل پیدا ہوتی ہے، لیکن جب ہمارے اساتذہ نے غور وفکر کیا تو خصیتین نہ تو کوئی خلط پیدا کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے اثر وتاثیر حاصل کر کے اپنے فعل کو تیز کرتے ہیں، اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان میں منی پیدا ہوتی ہے اور منی بقاء نسل کیلئے ضروری رطوبت ہے اس لئے اسے اعضاء رئیسہ میں شمار کر دیا جائے تو یہ غلط ہوگا کیونکہ جب ہم طحال کے فعل کو تیز کرتے ہیں تو وہ منی میں غلظت پیدا کر دیتی ہے اور جب ہم جگر کے فعل کو تیز کر دیتے ہیں تو منی رقیق ہو جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ خصیتین اپنے فعل میں کل ومختار نہیں ہیں ان کی ڈور بھی کہیں اور سے ہلتی ہے، جبکہ عضو رئیس اپنے فعل اور عمل میں کل اور مختار ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ خصیتین اعضاء رئیس نہیں ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ قدیم ادوار میں اگر ہم ہوتے تو ہم بھی ایسی ہی تحقیقات کرتے کیونکہ اس وقت علم حاصل کرنے کے وسائل ہی ایسے تھے، اب اس دور میں تو ایسی ایسی مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں جو سیل (خلیہ) سے لے کر ایٹم تک کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیتی ہیں، تو اس جدید دور میں جو کچھ کیا گیا اس سے مرض کو سمجھنے اور اس کے علاج میں نہایت آسانیاں پیدا ہو چکی ہیں۔

طبی کردار: اس دور میں طب نے کیا کیا؟

طب نے افعال الاعضاء کے تغیر کو مرض وصحت کا فلسفہ تحقیق کر کے کائنات اور اس میں بسنے والی ہر مخلوق کو چار ارکان، چار مزاج، چار اخلاط، چار مفرد اعضاء، چار ارواح، چار قوئ، اور ان کے چار افعال سے تطبیق دے کر طب میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اعضاء رئیسہ

اب میں اعضاء رئیسہ کی تشریح کرتا ہوں کہ انسانی زندگی کا دارومدار انہی پر ہے، اور یہی صحت قائم رکھنے کے ذمہ دار ہیں۔

رئیس کے معنی ہیں بڑا، جیسے محلے میں ایک بڑا ہوتا ہے جس کے ذمہ اہم نوعیت کے کچھ کام ہوتے ہیں، جو اس کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا، اپنے اپنے علاقے میں اس بڑے کے مختلف نام ہیں، جیسے پنجاب کے دیہاتوں میں اسے نمبردار، قصبوں میں چیئرمین، شہروں میں کونسلر اور میئر، سندھ کے علاقوں میں رئیس اور وڈیرہ، بلوچستان اور سرحدی علاقوں میں اسے سردار کہتے ہیں، اسی طرح انسانی جسم کے علاقوں میں انہیں دل، جگر دماغ اور طحال کہتے ہیں، جو اپنی اپنی حدود میں اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں، ان سب کے مل کر نظم و نسق سنبھالنے سے جسم کی گاڑی رواں دواں ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے فرائض میں کوتاہی کردے تو اس کا اثر دوسرے اعضاء رئیسہ پر بھی پڑتا ہے اور انسانی گاڑی بیمار ہو جاتی ہے، اس ایک عضو رئیس کا فعل درست کردینے سے گاڑی پھر چل پڑتی ہے، ان چاروں اعضاء رئیسہ کی ایک دوسرے کے ساتھ تعلق داری ہے، جیسے دل کا تعلق ایک طرف طحال و غدد جاذبہ سے ہے اور دوسری طرف جگر و غدد ناقلہ سے ہے، اسی طرح جگر کا تعلق ایک طرف دل سے ہے تو دوسری

طرف دماغ سے ہے، جگر دل سے رسد حاصل کر کے چلتا ہے اور خود دماغ کو رسد فراہم کر کے اسے چلاتا ہے، دماغ جگر سے رسد حاصل کر کے چلتا ہے اور طحال کو رسد مہیا کر کے اسے چلاتا ہے، اسی طرح طحال غدد جاذبہ کے ذریعے خون کو دل کی طرف جذب کرتی ہے، اور دل اسے سارے بدن میں بطور تغذیہ بھیج دیتا ہے۔

ان سب اعضاء رئیسہ کا آپس میں ربط ہے جو اسی طرح ہمیشہ سے سسٹومیٹک طریقہ سے چل کر جسم کو صحت مند رکھے ہوئے ہے، ان اعضاء رئیسہ میں سے کسی ایک عضو کو بھی مخصوص خوراک کم ملے جو وہ اپنے سے پچھلے عضو سے حاصل کرتا ہے تو اس کا فعل کمزور ہو کر مرض پیدا کر دیتا ہے، یا اگر ایک عضو رئیس اپنے سے اگلے عضو کو مخصوص خوراک زیادہ مہیا کرنے لگے تب بھی مرض واقع ہو جاتا ہے، اور ان ہی اعضاء رئیسہ کے فعل کو کم یا زیادہ کر کے صحت حاصل کی جاتی ہے، یہ چاروں اعضاء رئیسہ اگر ایک دوسرے کے ساتھ باہم ربط نہ رکھیں تو جسم انسان کی صحت درہم برہم ہو جاتی ہے، بس یہی نظریہ مفرد اعضاء کہلاتا ہے، یہی استادان فن طب کی جدید تحقیق ہے۔

نیچی دوران خون کے مطابق کسی بھی ایک عضو رئیس کا تعلق یا تو اپنے سے پچھلے عضو سے ہوتا ہے جدھر سے خون چل کر اس کی طرف آ رہا ہے یا اس کا تعلق اپنے سے اگلے عضو کی طرف ہوتا ہے جس کی طرف یہ خود خون بھیج رہا ہے، جب یہ پچھلے عضو سے خون حاصل کر رہا ہوتا ہے تو اپنے فعل کو تیز کر کے اپنی متعلقہ خلط پیدا کر کے خون میں بڑھا دیتا ہے، اور جب یہ اگلے عضو کو خوراک مہیا کر کے اسے چلاتا ہے تو اپنے سے متعلق خلط کا غدد نافلہ کی وساطت سے اخراج شروع کر دیتا ہے، بس یہی نظریہ ہے

یہی اعضاء رئیسہ کا باہم ربط ہے۔جس سے صحت و مرض جنم لیتے ہیں، یہ چاروں اعضاء رئیسہ جسم میں ایک خاندان کی طرح رہتے ہیں، اور ان کے اس تعاون سے ہی جسم کی گاڑی چلتی ہے۔
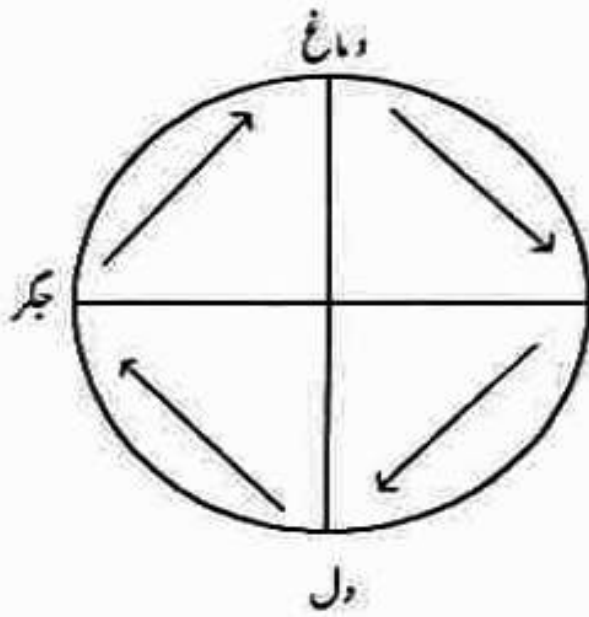
نبضی دوران خون

دل سے نبضی دوران خون جگر کی طرف اور جگر سے دماغ کی طرف اور دماغ سے طحال وغدد جاذبہ کے ذریعے جذب ہوکر دوبارہ دل کی طرف آ جاتا ہے اور یہی سلسلہ ہمیشہ سے قائم ہے، اور اسی سے مدد حاصل کر کے صحت کو قائم رکھا جاتا ہے، یہی اعضاء رئیسہ کا باہمی ربط اور تعلق ہے۔

کچھ لوگوں نے اس کی بہت مخالفت کی کہ طحال عضو رئیس نہیں ہے اور اسے سرے سے غائب کردیا، بلکہ حضرت صابرؒ اور دیگر متقدمین نے سوداء کو طحال کے ساتھ تطبیق دی تھی ان متلدین نے اسے بھی جھٹلا دیا اور کوئی نئی ہی طب نکال بیٹھے جو سراسر غلط ہے آئیں ایک بحث کرتے ہیں جس سے طحال کے افعال اور اس کے جسم سے نکال دینے کے نتائج اور اس کے عضو رئیس ہونے پر روشنی پڑے گی، بات تو وہ ہوتی ہے جو دو اور دو چار کی طرح واضح ہو آئندہ آنے والے صفحات میں میں اس طریقے سے لکھنے کی کوشش کروں گا جس سے سمجھنا آسان تر ہو جائے۔

اعضاء رئیسہ مزید تشریح

۱۔دل جس کا مزاج گرم تر ہے، اس پر آنے والے صفحات میں بحث ہوگی۔

۲۔دماغ جس کا مزاج تر سرد ہے۔

۳۔جگر جس کا مزاج گرم خشک ہے۔

۴۔طحال اعضاء رئیسہ میں نہیں اعضاء شریفہ میں ہے، اس کا مزاج سرد خشک ہے۔

یہ تمام اپنے مفرد اعضاء کے ذریعے سے آپس میں مرکب ہو کر ترکیب پاتے ہیں۔

مجدد طب ؒ نے ایک کارہائے نمایاں ادا کیا کہ یونانی طب سے سہارا حاصل کر کے نظریہ دریافت کیا گو اس سے پہلے مجدد طب ؒ کے استاد احمد دین شاہدروی نے فعل کی تیزی اور سستی کو بنیاد بنا کر مرض کا ظہور اور اس کا علاج شروع کر دیا تھا، لیکن حضرت صابرؒ صاحب نے اپنے تجربات و تحقیقات کی روشنی میں ایک تیسری شکل ''تسکین'' سے بھی مرض کا ظہور اور اس کا علاج دریافت کر کے دنیاء طب پر بہت بڑا احسان کیا اور نام نظریہ مفرد اعضاء رکھا، حضرت صابر صاحب ؒ نے اس دریافت پر اٹھارہ کتابیں لکھ کر دنیاء طب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ دیکھو کسی ایک عضو رئیس کے فعل کو تیز کر کے ہم اپنی مرضی سے جسم میں چاروں کیفیات خشکی، سردی، گرمی اور تری پیدا کر کے امراض و علامات کا قلع قمع کس قدر تیزی اور سائنٹیفک طریقے سے کر سکتے

ہیں، لیکن حضرت صابرؒ اپنے احباب کے تعاون سے طحال کے عضو رئیس ہونے پر کام کر ہی رہے تھے کہ آپ کو لقمۂ اجل نے آلیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۝
اور یہ کام ادھورا رہ گیا، اسے ہمارے اساتذہ نے مکمل کر دیا اور چار اخلاط کے ساتھ چار مفرد اعضاء تطبیق دے کر نظریہ مفرد اعضاء اربعہ نام رکھا۔

کوئی انسان مکمل نہیں ماسوائے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے اور کوئی علم مکمل نہیں ماسوائے قرآن کریم فرقان حمید کے، اس بات کو سمجھ لینے سے بہت سی الجھنیں دور ہو جائیں گی، بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے، دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں اضافہ و ترمیم نہ ہوئی ہو، ماسوائے قرآن کریم فرقان حمید کے، یہ بھی اس لئے بچ گیا کہ یہ کتاب رشد و ہدایت ہے اور ہمارے پیارے رسول ﷺ پر اتاری گئی اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اس کی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا ہوا ہے، اس قرآن کریم میں پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ صلوٰۃ والسلام کو کس طرح پیدا فرمایا جن کی ہم اولاد ہیں، سورۃ الرحمان میں ارشاد ربانی ہے۔

''تحقیق کہ ہم نے انسان کو بہترین قوام سے پیدا کیا''

وہ قوام کیسا تھا، بنا (سڑا) ہوا گارا، جو مختلف مراحل سے گذر کر کھنکتی ہوئی، بجتی ہوئی ٹھیکری جیسا کر دیا گیا، وہ چار ارکان ہوا، آگ، پانی اور مٹی تھے جو انسان کی ترکیب میں استعمال ہوئے، جب طب نے دنیا پر قدم رکھا تو ان چار ارکان کے چار مزاج (خشکی، گرمی، تری، سردی) قائم کر کے علاج شروع کر دیا گیا لیکن ابھی طب میں بہت بڑا سقم باقی تھا جواب دور کر کے اس کی تحقیق و ترقی یافتہ شکل نظریہ مفرد اعضاء

اربعہ کی صورت میں موجود ہے، جو جسم میں اپنی چار کیفیات، چار مزاج، چار قوٰی، اور چار ہی افعال کے ساتھ جسم کی پرورش کر رہا ہے۔
مجدد طب نے ان چار ارکان کے ساتھ چار مفرد اعضاء تطبیق دے کر اسے نظریہ مفرد اعضاء کا نام دیا لیکن انہوں نے ان میں سے تین اعضاء دل، جگر اور دماغ کو اعضاء رئیسہ اور طحال کو عضو شریف لکھ کر کام شروع کر دیا، حالانکہ طحال انسان کی بنیاد ہے، اس سے الحاقی مادہ اور اس کی ترقی یافتہ شکل مخاطی مادہ اور پھر اس سے وتر، کرکری، ہڈی بنتے ہیں، جن پر انسان کھڑا ہے، طحال مٹی اور کیلشیئم ہے اگر طحال نہ ہوتی تو انسان کس چیز سے پیدا ہوتا؟ اسے نظر انداز کر کے اعضاء شریفہ میں شمار کر دیا گیا!!
اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہر چیز پر قادر ہے، انسان کو مٹی کی بجائے کسی اور چیز سے بھی پیدا کر سکتا تھا لیکن جب اس نے انسان کو مٹی سے پیدا کر ہی دیا ہے تو اس سے انکار کیوں؟ طحال عضو شریف ہی کیوں؟
چلو ہم اسے عضو شریف ہی مان لیتے ہیں، آپ شریف کے معنی پر غور کریں!!
شریف، شرف سے نکلا ہے، شرف کے معنی ہیں بلند، جو بلند ہو اسے پست کیسے تسلیم کر لیں!! اس کے علاوہ طحال کا ایک منفرد فعل ہے جو کوئی دوسرا عضو ادا نہیں کر سکتا، یہ ایک خلط کو پیدا کرتی اور اس سے اثر و متاثر ہوتی ہے، اگر طحال کو جسم سے الگ کر دیا جائے تو اس کی جگہ ہڈی کا گودا (اس کا خادم) اس کے افعال کچھ وقت تک کیلئے ادا کرتا ہے، لیکن جب اسے پیچھے سے کمانڈ نہیں ملتی تو یہ بھی جواب دے دیتا ہے۔
اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ طحال کو جسم میں سے منقطع کرنا پڑ جائے تو ایسی حالت

میں کمی خون (بجس) پیدا ہو جائے تو دنیا کا کوئی ڈاکٹر اسے پورا نہیں کر سکتا، ہڈی کا گودا ایک حد تک تو اسے پورا کرنے کی کوشش کرے گا لیکن آہستہ آہستہ وہ بھی اس فعل پر قادر نہیں رہے گا، دوسرے نمبر پر اگر ایک آدمی کا روڈ ایکسیڈنٹ ہو جائے اور اس کی طحال جسم میں سے پہلے ہی نکال دی گئی ہو اور اس کا اس حادثے میں اتنا خون بہہ جائے کہ زندگی کے لالے پڑ جائیں تو دنیا کا کوئی ڈاکٹر اس بہتے ہوئے خون کو بند کر کے اس کی زندگی نہیں بچا سکتا، کیونکہ طحال کی مدد سے وٹامن ''کے'' پیدا ہوتا ہے، جو خون بند کرنے میں اعلیٰ کردار ادا کرتا ہے، لیکن جب طحال ہی نہیں ہے تو وٹامن ''کے'' کہاں سے آ کر خون بند کریگا، لھٰذا زندگی تلف ہو گئی!!

دیکھا آپ نے اتنی اہمیت کے حامل عضو کو عضو شریف لکھ مارا، سوائے مکھی پہ مکھی مارنے کے اور کیا کیا، ضرورت تو اس امر کی تھی کہ اگر اطباء متقدمین نے طحال کو عضو شریف لکھا ہے تو اس کی اہمیت کو اجاگر کر کے اسے اعضاء رئیسہ میں شامل کرتے، اور یہ بھی اس سے مفر ممکن نہیں!!

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عضو رئیس وہ ہوتا ہے جس کو جسم سے نکال دینے سے زندگی کا چراغ گل ہو جائے، تو اس لحاظ سے پھیپھڑے نکال دو! کیا زندگی جاری و ساری رہے گی؟ جیسے، دونوں گردے اور معدہ، ان میں سے کوئی بھی نکال دو تو کیا زندگی تلف نہیں ہو جائے گی؟ اس حساب سے تو یہ بھی عضو رئیس ہوئے، اعضاء رئیس کی تعریف ہی غلط کی گئی ہے، یونانی طب کی بات کرتے ہو، تو اس کو چھوڑ و اس میں لکھنے والوں نے کئی کھیلے کئے ہیں، طب تو بری نہیں تھی، اسے بری کر دیا گیا کہ یہ فیل ہو

جائے اور فرنگی طب کا پروپیگنڈا پورا ہو جائے، سب فرنگیوں کے ایجنٹ ہیں!!

رئیس کے معنی سردار ہوتے ہیں، سردار وہ ہوتا ہے جو اپنی سلطنت قائم رکھے ہوئے ہو، اس کے ذمے کچھ نظام ہوتے ہیں جن کو چلاتے ہوئے وہ اپنی سلطنت قائم رکھتا ہے، جسم انسانی کی سلطنت چار اعضاء رئیسہ (دل، جگر، دماغ، طحال) پر قائم ہے اور یہ چاروں اعضاء چار اخلاط کے منبع و مبداء ہیں اور انہی چار اخلاط سے نظامات جسم چلتے ہیں۔

اس کے علاوہ طحال کا ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ یہ خون میں بہہ کر آئے ہوئے تہہ نشیں میں سے قابل مرمت کریات حمراء کو مرمت کر کے لمفیٹک سسٹم پر اس کا ترشح کر کے خون میں جذب کرا کے دل کی طرف بھیج دیتی ہے، اور جو مرمت کے قابل نہیں ہوتے انہیں خود کھا کر اپنی ساخت کو تغذیہ فراہم کرتی ہے۔

چٹرجی اپنی کتاب فزیالوجی کے صفحہ نمبر ۱۹۹ پر لکھتے ہیں۔

Spleen is the largest lymphoid tissue in the body and specialised bean shaped orgen for filtering

ترجمہ: طحال جسم میں سب سے بڑی لعابدار بافت ہے، یہ لوبیا کی مخصوص شکل کا خون صاف کرنے کا اعضاء ہے۔

یعنی طحال ایک الگ بافت ہے جو لعابدار بافت سے مرکب ہے اور اپنے جیسی لعابدار رطوبت (مخاطی مادہ) پیدا کرتی ہے، جو جسم کے اعضاء میں اس طرح کام کرتا ہے جس طرح کسی دیوار میں اینٹوں کے درمیان سیمنٹ کرتا ہے، اس کے علاوہ خون

صاف کرنے والا عضو ہے، نیا خون از قسم سفید دانہائے خون بھی اسی میں بنتا ہے، اس میں ہیم ہوتی ہے جو جگر میں جا کر گلوبن سے ترکیب پا کر سرخ خون میں تبدیل ہو جاتا ہے، یعنی طحال اگر خون بنانے کا بنیادی عضو ہے تو جگر خون کو پکانے کا عضو ہے۔

جسم سے طحال نکال دینے کے اثرات

۱۔کم درجہ کا ہاپو کرانک انیمیا (خون کی معمولی کمی) جو ایک سے ڈیڑھ ماہ (طحال کو جسم سے نکالنے) کے بعد شدید تھا لیکن بعد کے تین چار ماہ کے دوران آہستہ آہستہ ٹھیک ہو گیا، سرخ جسیموں کی تعداد کبھی بھی (تین ملین فی مکعب ملی میٹر) (نابالغ مرکزہ والے) کم نہ ہوئی اور ہیموگلوبن کی مقدار ۵۵ فیصد تھی، سرخ جسیمے دوران خون میں موجود تھے، چونکہ طحال عام طور پر سرخ جسیموں کو توڑتی ہے تو انیما توقع کے برخلاف بات ہے، یہ ہی ایک وجہ تھی جس نے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ طحال ضرور کوئی ایسی چیز پیدا کرتی ہے جو ہڈی کے گودے کو تحریک دیتا ہے اور اس کی کارکردگی کو بڑھاتا ہے، اس انیمیا سے صحت یابی عارضی طور پر ہڈیوں کے گودے کی وجہ سے ہوئی ہے اس کے بعد پھر مسلسل انیمیا ہے، اور اس کے بعد موت یقینی ہے کیونکہ ہڈی کے گودے کو تحریک وتقویت دینے والا عضو طحال جسم سے منقطع ہے۔

۲۔طحال کی غیر موجودگی میں جانور آکسیجن کی شدید کمی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

۳۔طحال کی غیر موجودگی میں سفید خلیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور یہ بیس ہزار سے چالیس ہزار فی مکعب ملی میٹر تک پہنچ جاتے ہیں، یہ اضافہ زیادہ تر پولی مارفس کی زیادتی کی وجہ سے ہے، بعد میں لمفوسائٹس اور کچھ موقعوں پر ڈسوفلز کی تعداد بھی

بڑھ جاتی ہے، اس کی وضاحت اس حقیقت سے کی جاسکتی ہے کہ طحال کی موجودگی میں خلیے توڑ پھوڑ سے بچ جاتے ہیں۔

۴۔ طحال کے مدافعتی کام کی وجہ سے "ریٹی کولو اینڈو تھیلیل نظام" کی نشوونما اور کارکردگی میں کمی بھی مانی جاسکتی ہے۔

۵۔ کچھ امراض، گاچرز، بیٹیرز اور انیمیا میں طحال بڑھ جاتی ہے۔

۶۔ ملیریا، ھاگکنز اور لیوکیمیا میں بھی طحال بڑھ جاتی ہے۔

۷۔ نیز طحال کو چند بیماریوں کی حالتوں میں جسم سے نکالنا پڑتا ہے، مترجم حرجی فزیالوجی حضرت صابر ملتانیؒ مرحوم (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے، ان پر ہزاروں لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے) آمین

آپ نے طب میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی پہلے مثال نہیں ملتی، اس سے پہلے بھی میں لکھ چکا ہوں کہ انسان کامل صرف حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہی ہیں اور کتابوں میں کتاب قرآن کریم فرقان حمید ہی ہے اس کے علاوہ ہر انسان خطا کا پتلا ہے، نہ ہی کوئی علم مکمل ہے اور نہ ہی کوئی کتاب مکمل کہلانے کی حقدار ہے، ہر کتاب ترمیم واضافہ کے قابل ہے انہی کتابوں میں سے سابقہ مصنفین کی طبی کتب بھی ہیں، یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جو بوعلی سینا، جالینوس، امام زکریا رازی، مجدد طب، یا موجد نظریہ مفرد اعضاء اربعہ حکیم رحمت علی راحت، موجد فن نبض بمطابق اخلاط اربعہ استاد محترم حکیم محمد شبیر صاحب یا میں نے لکھ دیا ہے اس میں بالکل ترمیم واضافہ کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے، ایسا نہیں ہے ہر کلو کے بعد سوا کلو ہے۔

حضرت صابر ملتانی نے "کیا بڑھاپا قابل علاج ہے" کے صفحہ نمبر ۴۲ پر اعضاء رئیسہ کے بیان میں لکھا ہے کہ دل جس کا مزاج گرم تر ہے (حلق سے نیچے نہیں اترا)

نظریہ مفرد اعضاء کی تھیوری سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس قسم کی غذا یا دوا استعمال کی جائے وہ ہضم و جذب ہو کر اپنے سے متعلق عضو رئیس کے فعل کو کیمیاوی یا مشینی طور پر تیز کر کے صحت و مرض پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر دل کا مزاج گرم تر تسلیم کر لیا جائے تو کیا گرم تر غذا یا دوا کے استعمال سے دل کا کیمیاوی یا مشینی فعل تیز ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: گرم تر غذا یا دوا کے استعمال سے جگر اپنے مشینی فعل کو تیز کرتا ہے، دل نہیں!!

دل صرف خشک سرد یا خشک گرم اغذیہ و ادویہ کے استعمال سے اپنے کیمیاوی یا مشینی فعل کو تیز کر کے صحت و مرض پیدا کرتا ہے، صرف اطباء متقدمین کی تقلید میں یہ لکھ دینا کہ دل کا مزاج گرم تر ہے، سراسر غلط اور بے بنیاد ہے!! رہی بات خون کی تو اگر اس کا مزاج صرف اس کے چلنے کی وجہ سے گرم تر لکھ دیا جاتا تو تسلیم تھا، کیونکہ جب بھی اس کا مزاج گرمی تری سے بگڑ جائے تو مختلف امراض کا پیش خیمہ بن جاتا ہے، حالانکہ خون چاروں اخلاط سے مرکب ہے، لیکن پھر بھی حالات و واقعات، اعمال و افعال کے لحاظ سے اس کا مزاج گرم تر معلوم ہوتا ہے.......... اصل موضوع

اگر ایک شخص کو کچھ روز گرم تر ادویہ و اغذیہ استعمال کرائی جائیں تو آہستہ آہستہ اس کا دل تحلیل کی وجہ سے پھیل جائے گا، اور دل اپنے افعال ادا کرنے سے قاصر رہے گا، نتیجتاً دل میں ضعف واقع ہو کر Cardiac Oedema کی علامات پیدا ہو جاتی

ہیں، اگر دل کا طبعی مزاج گرم تر ہوتا تو اسے اپنے فعل کو تیز کرنا چاہیے تھا لیکن یہاں عمل اس کے مخالف ہوا کہ دل تحلیل سے پھیل گیا، اور Cardiac Oedema کی علامات پیدا ہو گئیں، اگر یہی علامات برقرار رہیں تو موت واقع ہو جائے گی، کیسے؟ نیچے کا بلڈ پریشر دل بڑھنے کی وجہ سے ۱۳۰ تک پہنچ جائے گا اور اوپر کا بلڈ پریشر تحلیل کی وجہ سے نہایت کم ہو جائے گا، جسم میں حرارت طبعی اور قوت دونوں کم ہو کر موت واقع ہو جائے گی۔

سو سابقہ کتب کی تقلید میں دل کا مزاج گرم تر لکھ دینا غلط ہے!!

ایک برتن لے کر اس میں برف کا ڈلا رکھ دیں، کچھ دہکتے ہوئے کوئلے ڈال دیں، کچھ پانی شامل کر کے اسے پنکھا جھلنا شروع کر دیں، اس برتن میں جو کچھ بھی عمل ہو گا کیا آپ اسے ملغوبے کو گرم تر کہہ سکیں گے، اور کیا اس کیفیت سے برتن بھی متاثر ہو گا یا نہیں؟ کیا برتن ان اشیاء سے بنا ہے یا اس کی اپنی ذاتی بھی کوئی ساخت ہے؟ غور کریں۔

خون کے مزاج پر اگر اخلاط کے حوالے سے غور کیا جائے تو اس میں چاروں اخلاط رواں دواں ہیں جو اس کے دوران کے ساتھ چلتی ہوئی اپنے ہم مزاج عضو کو غذا مہیا کر کے اور ان کے فضلات کو اپنے ساتھ بہاتے ہوئے گردوں میں فلٹریشن کے عمل سے گذر کر دوبارہ خون کی روانی میں بہہ جاتی ہیں، چاروں اخلاط جب مل کر ایک شکل اختیار کرتی ہیں تو اس کا نام خون ہے، یہ ایک مائع شے ہے، جو شرائین اور وریدوں کی وساطت سے جسم کے ہر ایک حصہ میں دوڑتا ہے، اس کے چلنے اور اس کے دوڑنے کی

وجہ سے اس کا مزاج گرم تر ہے نہ کہ جہاں یہ قیام کرتا ہے اس عضو کا مزاج گرم تر ہے،
یہ صرف سالہا سال کے اطباء کے لکھے ہوئے پر مکھی پہ مکھی ماری گئی ہے، جسے کچھ
مصنفین نے اپنی کتب کا پیٹ بھرنے کیلئے ایسا کیا ہے، نہ سوچا نہ سمجھا بس لکھ دیا،
کیونکہ پہلے بھی ایسا ہی لکھا تھا، اور یہ غلط ہے، اگر دل کا مزاج گرم تر ہے تو شرائین
اس کی خادم ہیں وہ بھی گرم تر ہوئیں، پھر گرم تر اغذیہ وادویہ کے استعمال سے ان میں
بھی تحریک ہونا چاہیئے تھی لیکن ہوا کیا؟ کہ تحلیل کی وجہ سے ان کے مجاری تنگ ہو گئے
اور دوران خون متاثر ہو کر خفقان القلب جیسی علامات پیدا ہو گئیں، خفقان القلب
میں دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، اگر دل کے مزاج کو محض اس وجہ سے اس طرف
منتقی کرنے کی کوشش کی جائے کہ ان گرم تر اغذیہ و ادویہ کی وجہ سے دل نے تیز
دھڑکنا شروع کر دیا ہے تو طب سے ناواقفیتی پر مبنی بات ہے، حالانکہ خفقان القلب
کی حالت میں دل کی قشری بافت پر سوزش ہوتی ہے، جس سے اس کا جوف کم ہو جاتا
ہے، جسم کو جتنے خون کی ضرورت ہوتی ہے جوف قلب بوجہ سوزش کم ہونے کی وجہ سے
اتنا اس میں نہیں سماتا اور دل اپنے فعل کو اس وجہ سے تیز کر دیتا ہے کہ بار بار حرکات
انقباض وانبساط سے جسم کی ضرورت کے مطابق اسے خون مہیا کر سکے، اور زندگی کی
گاڑی چلتی رہے، دل کے اس فعل کی وجہ سے اسے گرم تر لکھ دینا غلط ہے، اس کے
علاوہ خون میں اگر گرمی تری زیادہ ہو تو غدد ناقلہ اپنی حرکات تیز کر دیتے ہیں اور
افرازات کو جسم سے باہر کی طرف خارج کرتے ہیں، اگر دل کو گرم تر تسلیم کر لیا جائے
تو کیا یہ خون کو جسم سے باہر کی طرف خارج کرتا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو طبعی طور پر ایک

جسم کے وزن کا بارھواں حصہ خون ہوتا ہے، وہ ختم (خارج) ہو کر موت کیوں نہیں واقع ہو جاتی؟ اس طرح اگر خون میں گرمی تری ہو تو غدد ناقلہ کا فعل تیز ہوتا جو اپنے افرازات (پیشاب، پسینہ، منی تھوک، نزلہ) وغیرہ کو باہر کی طرف خارج کرتے، یہ جگر کے تابع ہیں اور جگر کے مشینی فعل کی تیزی سے اپنے فعل کو تیز کرتے ہیں، جبکہ خون جسم کے اندر رہ کر تمام جسم کی مشین کو چلانے کا ذریعہ ہے اور یہ چار اخلاط سے مرکب ہے، اس کا کبھی بھی ایک مزاج قائم نہیں رہ سکتا، خون میں سولہ عناصر ہیں جو اپنا الگ الگ مزاج رکھتے ہیں، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مزاج سولہ قسم کے ہیں ایسا نہیں ہے، اصل مزاج چار ہیں اور اخلاط کے کسر وانکسار سے آٹھ ہیں اور یہ سولہ عناصر بھی انہی امزجہ کے گرد گھومتے ہیں کچھ ریاح کے زیادہ قریب ہیں تو کچھ صفراء کے، اسی طرح بلغم وسوداء کے حامل بھی ہیں۔

مجدد طب نے بھی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اور قدیم طب کی ترجمانی کرتے ہوئے خون کو گرم تر تسلیم کر کے دل کے ساتھ منسلک کر دیا اور حضرت مجدد طب ہی اپنی کتب میں جگر کی مشینی تحریک کو گرم تر بیان فرماتے ہیں، جسم میں کبھی بھی فعلی یا کیفیاتی طریقے سے دو تحریکات اکٹھی نہیں چل سکتیں، مفرد عضو کے حوالے سے، اخلاط کے حوالے سے، فعلی و کیفیاتی حوالے سے، ہر عضو کی ایک کیمیاوی اور ایک مشینی تحریک ہوتی ہے، دو دفعہ مشینی نہیں ہو سکتی، اس کے علاوہ ان کی کتب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجدد طبؒ سوداء کے مقام پر آ کر ذہنی خلفشار میں مبتلا رہے، کبھی تو اسے دل کے ساتھ لگا کر عضلاتی اعصابی اور کبھی دماغ کے ساتھ لگا

کر اعصابی عضلاتی لکھ دیتے تھے، حالانکہ اعصابی کا معنی ''تر'' اور عضلاتی کا معنی ''خشک'' ہوتا ہے، اور تری اور خشکی کبھی بھی کسی ایک عضو میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں، کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اگر خشکی کا غلبہ ہے تو تری نہیں ہوسکتی اگر تری کا غلبہ ہے تو خشکی ناپید ہوگی، آپ تادم مرگ اس کا فیصلہ نہ کرسکے، کہ کون سا ایسا عضو ہے جس کے فعل کی تیزی سے خون میں سوداء بڑھ کر علامات پیدا کردیتا ہے، اور کون سا ایسا عضو ہے جس کے فعل سے خون میں ترشی و تیزابیت بڑھ جاتی ہے، جب طب قدیم کی بات مانتے ہیں تو سوداء کو طحال و غدد جاذبہ کے ساتھ منسوب کردیتے تھے اور جب دل کی بات مانتے تو سوداء کو دل کے ساتھ منسوب کرکے اس کے فعل کی تیزی سے خون میں سوداء کا بڑھ کر علامات پیدا کرنا بیان فرماتے تھے، غور کا مقام ہے کہ اسی دل کو گرم تر بھی لکھتے ہیں!!

حالانکہ سوداء کا تعلق کیلشیم اور چونے سے ہے، کاربن (تیزاب) سے نہیں ہے!!

جب بادی اغذیہ وادویہ کا بکثرت استعمال کیا جائے تو دل اپنے فعل کو تیز کرکے ریاحی امراض پیدا کرتا ہے، جیسے ریح الکلیہ، بواسیر ریحی، دردسر ریحی وغیرہ۔

اگر کیلشیم کی حامل اغذیہ وادویہ کا بکثرت استعمال کیا جائے تو طحال کا فعل تیز ہوکر خون میں غلظت بڑھتی ہے اور پرپرا، فشارالدم ضعیف، دمہ خالص جیسی علامات ظاہر ہوتی ہیں، انڈے کی سفیدی کیلشیم ہے اور چھلکا بھی خالص کیلشیم، ان کے استعمال سے بھی کبھی کسی کے دل کا فعل تیز نہیں ہوا، کبھی بھی خون میں ریاح، ترشی و تیزابیت نہیں بڑھی، بلکہ طحال کا فعل تیز ہوکر سوداء بڑھتا ہے، اور خون غلیظ ہوجاتا ہے، لطیف

نہیں ہوتا اس میں لطافت تو تب پیدا ہوا گر اس میں کاربن پیدا کی جائے اور وہ بادی
ورجی اغذیہ وادویہ سے پیدا ہوتی ہے، نہ کہ کیلشیئم کی حامل اغذیہ وادویہ سے!!
میں نے یہ سب اس لئے نہیں لکھا ہے کہ خدانخواستہ حضرت صابرؒ کو ڈی گریڈ کیا
جائے بلکہ ایک حقیقت سے پردہ ہٹایا گیا ہے تا کہ علم طب صحیح معنوں میں ترقی کر کے
ملک وقوم کی خدمت کا باعث بنے اور بدیسی طریقہ علاج کے مابعد اثرات سے بچا جا
سکے اس کے علاوہ استادوں کے کام کو شاگردہی پایہ تکمیل تک پہنچایا کرتے ہیں۔
خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب مجدد طبؒ کے مقلدین نے اس گتھی کو سلجھانے کی
کوشش میں پریشان ہو کر سوداء کو جگر کے ساتھ منسلک کر دیا، اور عہدہ برآ ہو گئے کہ چلو
جیسے دوقسم کے اعصاب (خبر رساں اعصاب، احساس رساں اعصاب) دماغ کے
تابع ہیں اسی طرح دوقسم کے عضلات (ارادی عضلات، غیر ارادی عضلات) دل
کے تحت کام کرتے ہیں، لہٰذا انہیں کوئی اور عضو تو ملا نہیں انہوں نے جگر کو خالی دیکھ
کر غدد ناقلہ اور غدد جاذبہ کا مرکز بنا دیا، انہوں نے جگر کی مشینی تحریک سے غدد ناقلہ
اور جگر کی کیمیاوی تحریک سے غدد جاذبہ کو فٹ کر کے ہر دو غدد (غدد ناقلہ، غدد جاذبہ)
پر جگر کی حکمرانی مسلط کر دی۔
دیکھئے مقلدین کا بنایا ہوا خاکہ
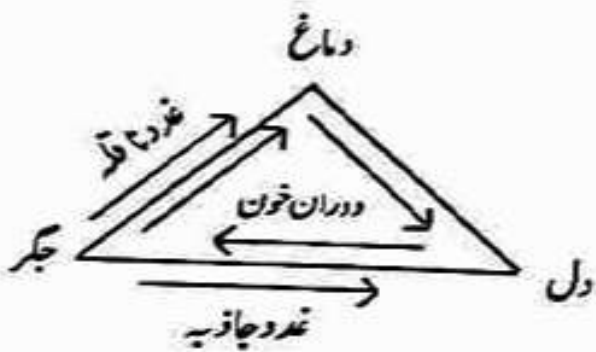
اب ایک بات قاعدے اور کلیئے کی رو سے غلط ہے تو غلط ہے، یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا کہ جگر میں ہی گرمی پیدا ہو جسے حضرت صابرؒ صاحب اور طب یونانی نے صفراء کا گھر اور مزاج گرم خشک تسلیم کیا ہے وہی سردی پیدا کرنے لگے، طب قدیم اور مجدد طبؒ نے سوداء کو باقاعدہ ایک خلط تسلیم کیا ہے اور اسے طحال وغدد جاذبہ کے ساتھ منسلک کیا ہے، مجدد طبؒ کے مقلدین کے مطابق غدد جاذبہ جگر کی کیمیاوی تحریک کے تحت کام کرتے ہیں گویا ان کا سوداء جگر کی کیمیاوی تحریک سے پیدا ہوتا ہے، جبکہ جگر کی کیمیاوی تحریک سے تمام صفراوی امراض ہر طب نے تسلیم کئے ہیں، یرقان اصفر جگر کی کیمیاوی تحریک سے صفراء خون میں بڑھ کر رک جانے سے پیدا ہوتا ہے، ان کے مطابق جگر کی کیمیاوی تحریک میں سوداء پیدا ہو کر جسم میں جذب ہو رہا ہے، کیا کبھی سردی سے بھی یرقان اصفر پیدا ہوا ہے؟

مقلدین نے اپنے استاد کا نام خوب روشن کیا ہے!!

کیا مجدد طبؒ عقل مند نہیں تھے جنہوں نے طب قدیم سے اخذ کر کے سوداء کا تعلق طحال وغدد جاذبہ کے ساتھ لکھا، لیکن مقلدین نے تو کمال کر دکھایا کہ صفراء وسوداء جگر کی مشینی وکیمیاوی تحریکات کے ساتھ منتھی کر دیئے، مجھے تو یوں لگتا ہے کہ یہ مقلدین فرنگی طب کے ایجنٹ ہیں اور طب کو ڈبونے کے درپے ہیں، یہ طب کے کلیات و قوانین کو غلط ثابت کر کے فرنگی طب کیلئے راہ ہموار کر رہے ہیں، مجدد طبؒ نے تمام عمر فرنگی طب کے خلاف لکھا اور اسے غلط ثابت کیا اور یہ جھوٹے پراپیگنڈے کر کے اسے تقویت پہنچا رہے ہیں، یہ نظریہ مفرد اعضاء کو فیل کرنے کے درپے ہیں، لیکن ایسا

کبھی نہیں ہو سکتا سچ سچ ہی ہوتا ہے جو خواہ راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کی طرح ہو آخر ایک ان شعلہ بن کر روشنی پیدا کر ہی دیتا ہے، نظریہ مفرد اعضاء زندہ ہے، زندہ رہیگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ

اس کے علاوہ قدیم یونانی طبیب علاج بالضد کے قائل تھے، کبھی قانون فطرت بھی علاج بالضد کے مطابق موسمی تغیرات سے فضا کا مزاج صحت مند رکھ کر مخلوق خدا کیلئے فائدہ پیدا کرتا ہے۔ صابرؒ صاحب کے مقلدین کا تیار کیا ہوا خاکہ دیکھیں
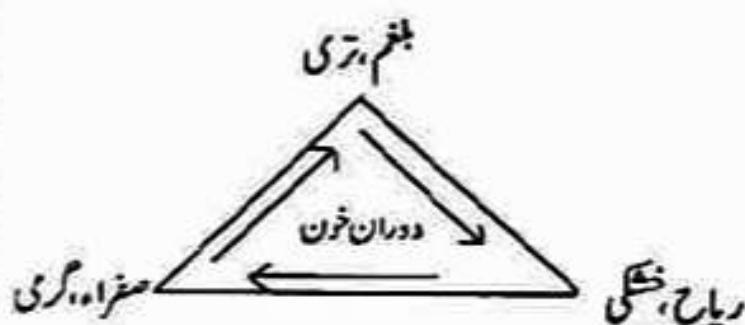
انہوں نے اسی تحقیق پر کئی کتابیں لکھ ماری ہیں جو بے بنیاد اور غلط ہیں، حضرت صابرؒ صاحب نے تو تین حیاتی اعضاء اور ایک بنیادی اعضاء تسلیم کیا تھا انہوں نے بنیادی عضو کو سرے سے غائب ہی کر دیا، خاکہ غور سے دیکھیں اس میں سردی سرے سے غائب ہے، یہ خاکہ میں نے تخلیق نہیں کیا بلکہ ثلاثہ والوں کی کسی کتاب کا ٹائیٹل ہے۔ ایک منٹ کیلئے سردی کو بھول جاتے ہیں اور علاج بالضد کرتا ہے، ان کے خاکے کے مطابق علاج بالضد ایسے ہوگا کہ تری کے بالمقابل خشکی ہے، خشکی کے بالمقابل تری کو بھی تسلیم کیا، اسی کلیہ کے مطابق دوران خون کے تحت آگے چلیں تو گرمی کے بالمقابل خشکی، اور خشکی کے بالمقابل گرمی آتی ہے، اسی طرح اس سے آگے تری کے

بالقابل گرمی اور گرمی کے بالمقابل پھر تری آجاتی ہے، اس پر غور کیجئے کہ کیا یہ بالضد صورتیں ہیں؟ اس خاکہ میں صرف خشکی اور تری بالضد ہیں باقی وہی کھچڑی پکادی گئی ہے، غور کیا جائے تو یہ اپنے گورکھ دھندے میں خود ہی پھنس گئے ہیں، اپنے طریقہ کار کو فطرت کے عین مطابق بیان کرتے ہیں، قدرت کاملہ نے سال کے چار موسم گرمی سردی، خزاں اور بہار پیدا کئے ہیں، اور ہماری رہنمائی فرمائی، ایک دوسرے کی علامات کا علاج ایک دوسرے سے کیا، لیکن ان لوگوں نے ایک موسم بھی غائب
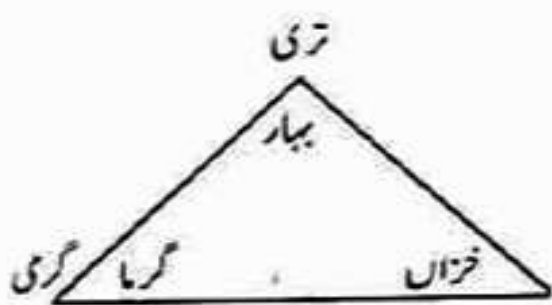
تری
بہار
گرمی گرما خزاں خشکی

کر دیا اور اپنے آپ کو مصنفین کی صف بلکہ محققین کی صف میں شامل کر لیا، کیا تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جس سے قانون فطرت کی نفی ہو؟ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ جس طرح چاہے قوانین فطرت کو اپنی مرضی سے بدل ڈالے، انسان کی قدرت میں تو اگلی سانس بھی نہیں ہے، ان مقلدین نے قانون فطرت کو بدل کر بہت بڑا جرم کیا ہے!!
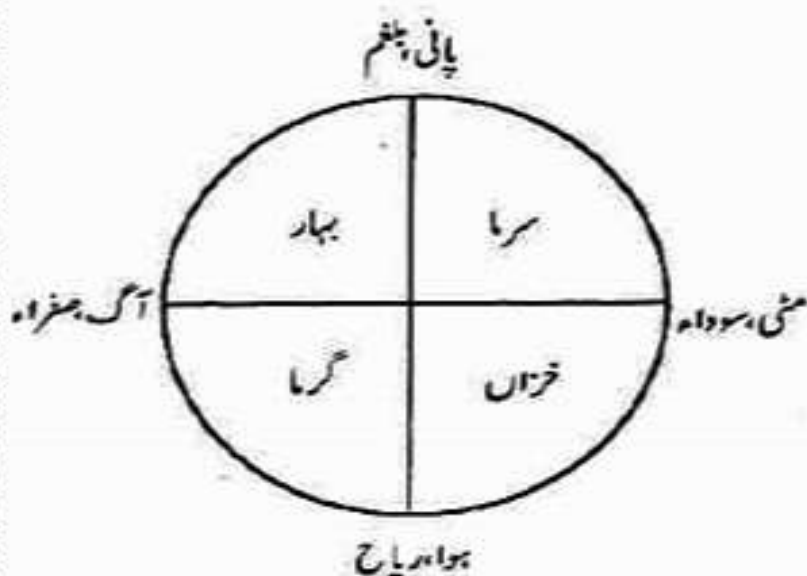
قوانین فطرت کے عین مطابق خاکہ ملاحظہ فرمائیں، مرض و صحت کا راز اسی میں مضمر ہے، دیکھئے سردی کے بالمقابل گرمی، اور تری کے بالمقابل خشکی ہے۔

پانی، بلغم
بہار سرما
آگ، صفراء مٹی، سوداء
گرما خزاں
ہوا، ریاح

ایک دوسرے کے بالمقابل چار موسم دیکھئے، دنیا کا بڑے سے بڑا سائنس دان، دنیا کا بڑے سے بڑا فلسفہ دان، دنیا کا بڑے سے بڑا ریاضی دان بھی ان کو غلط ثابت نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ فطرت کے عین مطابق ہے۔

قانون

جو بھی کام فطرت کے مطابق ہو وہ قانون کہلاتا ہے یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے، جاننا چاہئے کہ جیسے کائنات کی ہر شے چار ارکان (ہوا، آگ، پانی، مٹی) سے پیدا ہوئی، اسی طرح اس میں بسنے والی ہر شے کے چار مزاج ہیں جو ایک دوسرے کے فعل وانفعال سے آٹھ ہو جاتے ہیں، سال کے چار موسم (خزاں، گرما، بہار، سرما) ہیں، تین کوئی موسم نہیں ہیں۔

اسی قانون فطرت کے مطابق ہمارے اساتذہ نے صحت ومرض کا نظریہ مفرد اعضاء اربعہ نام تجویز کیا، جو انشاءاللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک رہے گا۔

اس کے علاوہ نظریہ ثلاثہ والوں کا خودساختہ قانون ہے کہ تسکین کے مقام پر تحریک پیدا کردو اور تحریک کے مقام پر تسکین پیدا کردو، چلو مان لیا لیکن اگر مرض تحلیل کا نکلا تو کیا کریں گے جواب دیجئے؟

اس سے ان کا اپنا بنایا ہوا قانون ہی غلط ہو جاتا ہے، قانون وہ ہوتا ہے جس میں ترمیم واضافہ کی گنجائش نہ ہو اور وہ قانون صرف قانون فطرت ہے، جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے قرآن کریم کی شکل میں

ہم تک پہنچایا۔ اور قرآن پاک بتاتا ہے کہ اللہ تعالی نے تخلیق آدم علیہ الصلوۃ والسلام میں چار چیزیں استعمال کیں، کہ مٹی کو پانی کی مدد سے گوندھ کر بت بنایا۔ آگ میں سینک کر اسے کھنکھناتا ہوا، بجتا ہوا ٹھیکرا بنایا اور ہوا کے ذریعے اس میں روح پھونک دی۔ لہذا حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق میں بھی ہوا، آگ، پانی اور مٹی شامل ہیں، ارکان چار، مزاج چار، اخلاط چار، کیفیات چار، موسم چار، قوی چار، افعال چار، پھر انہوں نے تین کیسے بنا لئے!!

ایک روز جمعہ کے روز میں نوری شفاخانہ پر بیٹھا ہوا تھا، صاحبزادہ مسلم ناصر صاحب بھی تشریف رکھتے تھے، راولپنڈی سے ایک صاحب تشریف لائے، صاحبزادہ صاحب نے ہمارا تعارف کرایا اور بتایا کہ یہ پنڈی ریجن کے نظریہ کے صدر ہیں، انہیں تخدیر سمجھا دیں، میں نے مختصراً کہا کہ تخدیر سردی کی ایسی قسم ہے جس میں کوئی شے سن ہو جائے، جم جائے، جیسے سردی کی زیادتی سے پانی جم کر برف کی حالت اختیار کر جاتا ہے لیکن اپنی اصلیت اپنی جگہ قائم رکھتا ہے کہ اگر اسے گرمی پہنچادی جائے تو یہ پھر اپنی اصلی شکل (پانی) اختیار کر جاتا ہے، وہ صدر صاحب جھٹ سے بولے کہ اگر طحال میں تحریک پیدا کر دی تو دل میں تخدیر واقع ہو کر بندہ فوراً مر جائے گا۔

جواب۔ تخدیر کے چار درجات ہوتے ہیں، جنہیں مرض کے زمانے کے مطابق کام میں لایا جاتا ہے۔

۱۔ تخدیر ابتداء۔

۲۔ تخدیر تزائد

۳۔تخدیر انحطاط

۴۔تخدیر انتہا

تخدیر کے آخری درجہ میں ہی موت واقع ہوتی ہے،اس کے علاوہ حکیم کا معنی دانا ہے اور ایک دانا شخص فوراً ہی بلا سوچے سمجھے چوتھے درجے کی دوا دے کر تخدیر واقع نہیں کرے گا،علاوہ ازیں کیا باقی کی کیفیات (تحریک،تحلیل،تسکین) سے موت واقع نہیں ہوتی؟

تحریک قلب میں اختلاج القلب کی زیادتی سے ہارٹ اٹیک ہو کر بغیر دوا کھائے بندہ مر جاتا ہے۔

تحلیل قلب سے دل بڑھ کر بغیر دوا کھائے بندہ مر جاتا ہے۔

تسکین قلب میں دل پھول جاتا ہے اور فشار الدم ضعیف سے بندہ بغیر دوا کھائے مر جاتا ہے۔

آخر الذکر دونوں حالتوں کا علاج ڈاکٹروں سے آج تک نہیں ہو سکا جب کہ نظریہ مفرد اعضاء اربعہ ان حالتوں کا اللہ تعالیٰ کی مدد سے کامیاب علاج کرتا ہے،کیا ان تینوں حالتوں میں موت نہیں ہے جو چوتھی حالت (تخدیر) سے بھاگتے ہو،موت تو ہر حالت میں موجود ہے،موت برحق ہے اس سے ڈرنا کیسا!!

خواہ تخدیر قلب سے آئے یا تحریک،تحلیل،تسکین سے آئے۔

میرے دلائل کے جواب میں وہ کہنے لگے کہ ہم تخدیر کو مانتے تو ہیں،لیکن ہم اس سے ڈرتے ہوئے اس کی حد سے چھلانگ مار کر نکل جاتے ہیں،یعنی ہم اعصاب اور

عضلات کو تو تحریک دے دیتے ہیں لیکن طحال کو پھلانگ جاتے ہیں اسے ہم نہیں چھیڑتے کہ تحذیر قلب سے بندہ ہی نہ مرجائے.......... **عجیب منطق ھے !!!**

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جب بلغم اپنی ارتقائی حالت کو پہنچتی ہے تو وہی گاڑھی ہو کر عضلاتی مادے میں تبدیل ہو جاتی ہے، میرا ان سے سوال یہ ہے کہ جب صفراء اپنی ارتقائی حالت کو پہنچتا ہے تو اس کی اس صورت کا کیا نام ہے، جب ریاح اپنی ارتقائی حالت کو پہنچیں گی تو انہیں کیا نام دیں گے، سوداء کو تو خیر مانتے ہی نہیں ہیں۔

چلو ہم کسی کی بات بھی نہیں مانتے ایک تجربہ کر لیتے ہیں، ایک شخص کو پانی کی طرح شفاف، اور رقیق زکام ہے، یہ اعصابی تحریک سے ہے، یعنی دماغ و اعصاب کی تیزی سے ہے، جب ہم اسے اسبغول، تخم بالنگو، تخم کاہو، تخم خرفہ جیسی ادویہ دیتے ہیں تو یہی رقیق زکام، چاولوں کی پیچھ جیسا گاڑھا اور سفید دودھیا ہو جاتا ہے، اگر ہم اسی مریض کو ہلیلہ، آملہ اور پھٹکڑی کے مرکبات کھلا دیں تو یہ رقیق زکام یک دم خشک ہو جائے گا اور جسم و جاں کیلئے اذیت ناک ہو جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ مفرد اعضاء کا فعل تھا کہ ایک نے رقیق زکام کو گاڑھا کر دیا اور دوسرے نے اسے فوراً خشک کر دیا، خشک کر دینے والا عضو تو قلب کا فعل ہے لیکن یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ دماغ اور قلب کے درمیان بھی کوئی نہ کوئی ایسا عضو ضرور ہے جو اس تیسری حالت (رقیق مادے کو غلیظ کرنے) کا ذمہ دار ہے، تو دوستو یہ فعل طحال کا ہے کہ وہ رقیق مادے میں سردی بڑھا کر اسے غلیظ کر دیتی ہے۔

اس کے علاوہ اگر آپ طب قدیم کا مطالعہ کریں اس کی بنیاد بھی چار اخلاط پر ہی ہے

اور چار ہی قسم کے امراض کا بیان آتا ہے، کبھی بھی، کہیں بھی تین قسم کے اخلاط اور تین قسم کے امراض کا بیان سوائے حضرت صابرؒ کے مقلدین کے کہیں بھی کسی بھی طب میں نہیں ملتا۔

طب قدیم کے امراض

۱۔ریاحی امراض، جیسے بواسیر ریاحی، ورد گردہ ریاحی، وجع المفاصل ریاحی، وردسر ریاحی

۲۔صفراوی امراض، دردسر صفراوی، ورم رحم صفراوی، سرسام حار، خفقان القلب وغیرہ

۳۔بلغمی امراض، فشار الدم ضعیف، زکام بارد، ہیضہ، اسہال وغیرہ

۴۔سوداوی امراض، دردسر بارد، سرسام سوداوی، پتھریاں، گلٹیاں، رسولیاں وغیرہ

ان چاروں قسم کے امراض سے متعلق چار مفرد اعضاء، چار اخلاط کے منبع ومبداء ہیں جو یقیناً دل، جگر، دماغ اور طحال ہیں، جو اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے افعال انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مجدد طبؒ کی زندگی کے آخری سالوں میں جب حکیم رحمت علی راحت موجد نظریہ مفرد اعضاء اربعہ نے حضرتؒ سے طحال کے الگ فعل و پیدائش اخلاط پر بات چیت کی تو انہوں نے کہا آپ بھی مزید سوچیں میں بھی غور کرتا ہوں کہ طحال واقعی منبع و مبداء سوداء ہے۔ انہوں نے آخری سالوں میں جو کتب اور رسائل (علاج الامراض والعلامات، علاج بالغذا، کیا بڑھاپا قابل علاج ہے، رجسٹریشن فرنٹ) لکھے، ان میں انہوں نے غدد: قلب کا مرکز جگر اور غدد جاذبہ کا مرکز طحال تسلیم کیا ہے اور ان کے مقلدین نے اس کی نفی کی اور حضرت صابرؒ اور قدیم طب کے مجرم بنے!!

اس کے علاوہ ان مقلدین کی کتب میں واضح اشارات ملتے ہیں کہ انہوں نے نظریہ کو ویدک طب کے تین دوشوں، وات، پت، کف سے ملانے کی کوشش میں اس کی اصل شکل بھی بگاڑ کر رکھ دی ہے، لیکن جب ویدک طب والوں نے مزید غور وخوض کیا تو انہوں نے چوتھا دوش ''آم'' تسلیم کر کے وات (ریح) پتُ (صفراء) کف (بلغم) اور آم (سوداء) سے اپنا فن مکمل کر لیا، اب یہ کیا کریں ان کی لکھی ہوئی کتب سب غلط ثابت ہوتی ہیں، یہ کیسے تسلیم کریں کی مفرد اعضاء رئیسہ چار ہیں اور ان کے ساتھ ہزاروں سالوں پر محیط اخلاط بھی چار ہی تطبیق ہیں۔

مسئلہ صرف سوداء (مخاطی مادے) کا ہے، مخاطی کا لفظ اساتذہ نے ''مخ اور طین'' سے لیا ہے، عربی میں مخ کے معنی گودا اور طین کے معنی مٹی ہوتے ہیں یعنی مٹی کا گودہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تحقیق کہ میں نے انسان کو بہترین قوام سے پیدا کیا

تو وہ بہترین قوام کونسا تھا یہی مٹی کا گودا تھا، جو الحاقی مادے کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

غور کیجئے کہ آخر الحاقی مادہ کیا ہے، آخر اسے کوئی نہ کوئی عضو تو ضرور بناتا ہوگا جو خون میں اس کی علامات پائی جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب ہم بادی غذائیں بکثرت کھاتے ہیں تو خون میں ریاح بڑھ کر ریاحی امراض پیدا کرتی ہیں۔

جب ہم گرم غذائیں بکثرت کھاتے ہیں تو یہ خون میں صفراء پیدا کر کے صفراوی امراض پیدا کرتی ہیں۔

جب ہم تر غذائیں بکثرت کھاتے ہیں تو خون میں رطوبات بڑھ کر بلغمی امراض پیدا کر دیتی ہیں۔

جب ہم ٹھنڈی غذائیں بکثرت کھاتے ہیں تو یہ خون میں سوداء بڑھا کر سوداوی امراض پیدا کر دیتی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار دلائل وشواہد موجود ہیں جو چار ارکان، چار مزاج، چار اخلاط، اور چار ہی کیفیات، وغیرہ کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس کرہ ارض میں پیدا ہونے والی ہر چیز انہی چار ارکان کی کمی بیشی سے موجود ہے، کسی میں ایک رکن کی زیادتی ہے تو کسی میں دوسرے کی، جس رکن کی زیادتی ہوگی ہم اس کے جسم کو اسی نام سے یاد کریں گے، حالانکہ اس میں باقی تین ارکان بھی مناسب تناسب سے موجود ہیں لیکن ایک اس میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے، جیسے لوہا ہے اس میں اجزاء ارضی (فولاد) کی شکل میں زیادہ پایا جاتا ہے، حالانکہ اس کی ترکیب میں آگ، ہوا اور پانی بھی مناسب تناسب سے موجود ہیں، لیکن جو جز وسب سے زیادہ صرف ہوا وہ فولاد ہے اس لئے ہم اسے لوہے کے نام سے پکارتے ہیں۔

کمہار مٹی کے برتن بناتا ہے، مٹی کو پانی سے گوندھ کر ماڈل بناتا ہے، ہوا میں رکھ کر خشک کرتا ہے، آگ میں پکاتا ہے تو برتن تیار ہو جاتا ہے، اس کی اصل مٹی ہے، باقی چیزیں اس کے بنانے میں استعمال ہوئی ہیں، اس میں جز و مٹی زیادہ ہے اسی لئے ہم اسے مٹی کا برتن کہتے ہیں، ہم اسے لکڑی یا لوہے کا برتن نہیں کہیں گے، حالانکہ اس کی تیاری میں چاروں ارکان ہی مناسب تناسب سے استعمال ہوئے ہیں۔

اسی طرح انسانی اعضاء کی ترکیب میں بھی کوئی ایک بافت زیادہ استعمال ہوئی ہوتی ہے، جیسے خون میں اگر ہوائی اجزاء زیادہ ہوں تو وہ خون میں ریاح پیدا کر کے ان اعضاء کو تحریک دے گا جن کی ترکیب میں عضلات زیادہ پائے جاتے ہیں، یہاں غور کریں کہ محرک کیا ہے؟ ہوائی اجزاء، اور وہ اپنے سے متعلقہ مخصوص عضو (دل) کو ہی تغذیہ فراہم کر کے ان کا فعل تیز کریں گے، اور یہ دل، رحم، مثانہ وغیرہ ہیں جن میں زیادہ طور پر عضلاتی بافت پائی جاتی ہے، عضلاتی بافت جس عضو میں بھی زیادہ پائی جائے گی وہ غذا کے ہوائی اجزاء سے زیادہ متاثر ہوگا، اسی طرح دماغ کی ترکیب میں بھیجہ اور اعصاب وغیرہ غذا میں موجود مائی اجزاء سے متاثر ہوں گے، اس لئے ان اعضاء کے علاج کیلئے ہمیں ان باتوں پر بھی توجہ دینا ہوتی ہے کہ ہم کس عضو کا علاج کر رہے ہیں اور اس کی ترکیب میں کیا چیز قدرت نے زیادہ استعمال کی ہے، اس کی رعایت رکھتے ہوئے ادویہ کا استعمال کیا جائے گا، جیسے پچھلی سطور میں لوہے اور مٹی کے برتن کی مثال دی گئی ہے اسی طرح انسانی اعضاء کی ترکیب میں بھی کہیں عضلات زیادہ استعمال کیے گئے ہیں، کہیں صفراوی بافت زیادہ استعمال کی گئی ہے جیسے جگر اور اس کے خادم گردے، کہیں بلغم کی ارتقائی حالت سے دماغ و اعصاب وغیرہ بنادیے گئے ہیں، کہیں الحاقی مادے کی ارتقائی حالت مخاطی مادہ اور اس سے وتر، کری، اور ہڈی جیسے اعضاء بنادیے گئے ہیں اور یہ سب اپنے اپنے اصل سے متاثر ہو کر صحت و مرض پیدا کرتے ہیں، خرگوش کی ٹانگیں کتنی ہوتی ہیں؟..........چار

لیکن مقلدین کے خرگوش کی تین ٹانگیں ہیں جن سے وہ عرصہ دراز سے لنگڑا ہے۔

ارواح

روح کی جمع ارواح ہے، ارواح اخلاط کے لطیف اجسام ہیں، جو اخلاط کی لطافت سے پیدا ہو کر اپنے اپنے طبائع کی طرف تقسیم ہو جاتے ہیں۔

روح طبی دراصل ایک ہی ہے جو خون کے لطیف حصہ سے پیدا ہوتی ہے، اسے روح حیات بھی کہتے ہیں، لیکن جب یہ اعضاء رئیسہ میں اخلاط کے لطیف حصہ سے پیدا ہوتی ہے تو اس کے افعال مختلف ہو جاتے ہیں، اسی مناسبت سے اسے اس عضو رئیس کے ساتھ تطبیق دے دی گئی ہے جس میں یہ پیدا ہوتی ہے، جیسے چاروں اخلاط کے مجموعے کا نام خون ہے بعینہ چاروں ارواح کے مجموعے کا نام روح حیات یا روح طبی ہے جو طبیعت سے منسوب ہے اور خون سے پیدا ہوتی ہے۔

ارواح کی تقسیم

۱۔روح حیوانی یہ دل میں پیدا ہوتی ہے اور شرائین کے توسط سے تمام بدن میں پہنچتی ہے۔

۲۔روح طبعی جگر میں پیدا ہوتی ہے جو وریدوں کے ذریعے تمام بدن میں پہنچتی ہے۔

۳۔روح نفسانی دماغ میں پیدا ہوتی ہے اور پٹھوں کے ذریعے تمام بدن میں

پہنچتی ہے۔

۴۔روح نباتی طحال میں پیدا ہوتی ہے اور اس کی لعاب اور رطوبت کے ذریعے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔

ارواح کو ہم یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ روح حیوانی دل میں ریح کی لطافت سے پیدا ہوتی، روح طبعی جگر میں صفراء کی لطافت سے پیدا ہوتی ہے، روح نفسانی دماغ میں بلغم کی لطافت سے پیدا ہوتی ہے، روح نباتی طحال میں سوداء کی لطافت سے پیدا ہوتی ہے۔ لطافت سے مراد یہ ہے کہ اخلاط جب جگر میں پک کر اپنے اپنے اعضاء کی طرف سفر کرتی ہیں تو ان میں ایک مخصوص حرارت بروقت رہتی ہے، اس حرارت کے عمل سے ان کے لطیف اجزاء ارواح اور کثیف اجزاء اعضاء جسم بن جاتے ہیں، یا یوں سمجھ لیں کہ جیسے جیسے ان کثیف اجزاء میں کثافت بڑھتی جاتی ہے یہ مجسم ہو جاتے ہیں، اور اپنی اپنی طبائع وصورت کے ساتھ ممد ہو جاتے ہیں۔
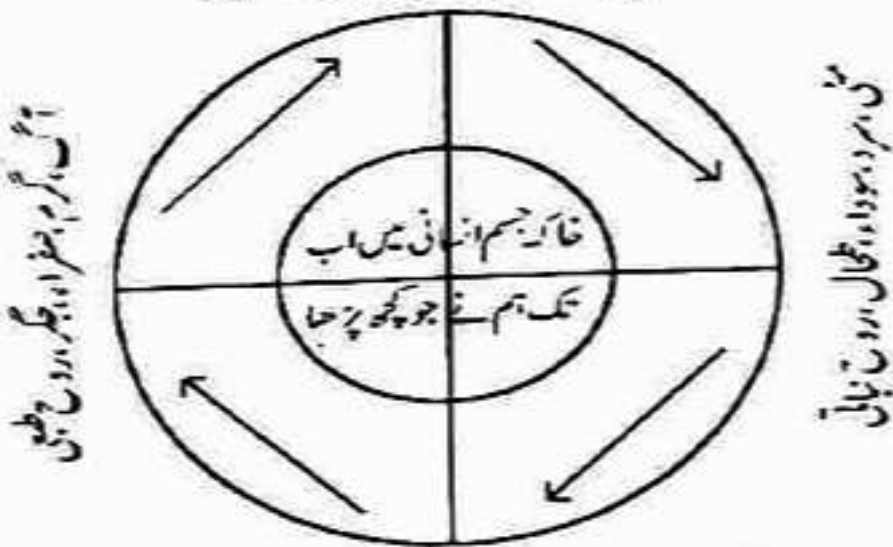
قویٰ

قویٰ قوت کی جمع ہے،قوت کے معنی طاقت کے ہوتے ہیں،طاقت یا قوت وہ شے ہے جو فعل کا بالذات مبداء اور مرکز ہو،جس سے روح طبی کے افعال صادر ہوں، یعنی قوت ایک خودکار چیز ہے جو روح کے وسیلے سے عمل کرتی ہے،قوی چار ہیں۔

ا۔ قوت حیوانی یہ قوت جسم کی حرکات وافعال کو قائم رکھتی ہے مقام اس کا قلب ہے۔

۲۔ قوت طبعی یہ قوت جسم میں غذا اور نشوونما کا کام کرتی ہے مقام اس کا جگر ہے۔

۳۔ قوت نفسانی یہ قوت جسم میں احساسات وتحریکات کا باعث ہے مقام اس کا دماغ ہے۔

۴۔ قوت نباتی یہ قوت ہیکل کو قائم اور بدن کی خوبصورتی کا سبب ہے مقام اس کا طحال ہے، دراصل یہ چاروں قوتیں ایک ہی قوت (قوت طبی) کے چار مظہر ہیں، جو چار مختلف مراکز میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں، تاکہ یہ ایک دوسرے کے تعاون سے کام کر سکیں، کیونکہ قدرت نے ہر عضو کے افعال میں اس کی ایک جبلت پیدا کر رکھی ہے، جس کے تحت وہ کام کر کے جسم کو تندرست وتوانا رکھنے کی سعی کرتا ہے، اگر یہ افعال کم وبیش ہو جائیں تو صحت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

قویٰ اربعہ کے مزید چار کام ہیں، جو بالترتیب ماسکہ، ہاضمہ، دافعہ اور جاذبہ ہیں جو اپنے اپنے مراکز (دل، جگر، دماغ، طحال) کے تحت فرائض انجام دے رہے ہیں۔

قوت کی مزید تشریح

یاد رکھنا چاہیے کہ قوت کوئی ظاہری یا مادی شے نہیں ہے جو ہمیں نظر آ سکے بلکہ اس کا اظہار ہمیشہ کسی طاقت کے فعل سے ہوتا ہے، اس فعل کو دیکھ کر اس کی محرک طاقت کا اندازہ ہوتا ہے، یا ہم اسے محسوس کر سکتے ہیں یا ہمیں اس کا ادراک ہو جاتا ہے، انسان میں جب یہ پیدا ہوتی ہے تو حواس خمسہ ظاہری و باطنی میں احساسات وادراکات کے علاوہ غور وفکر، جراءت بہادری،، عقل وفہم، اور مختلف حرکات وافعال کا اظہار ہوتا ہے، جوں جوں انسان میں قوت کی کمی آتی جاتی ہے قوئ ِ انسانی کمزور ہوتے جاتے ہیں اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب اس کے احساس وادراک، حرکات وتحریکات سب ختم ہو جاتی ہیں لیکن یہ سب بتدریج ہوتا ہے اور اسے موت کہتے ہیں، اس سے ثابت یہ ہوا کہ جب تک قوئ قائم ہیں اس وقت تک ہی صحت قائم ہے، جیسے ہی ان میں انحطاط پیدا ہونا شروع ہو جائے جسم کے دروازے پر موت دستک دینے لگتی ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہم مناسب غذا سے قوئ اربعہ کو قائم رکھ سکتے ہیں جس سے زندگی جاری وساری رہے گی، لیکن تا حکم ربی تک !!

کیونکہ حکم ربی کے بغیر پتہ نہیں ہل سکتا۔

افعال

افعال فعل کی جمع ہے، فعل وہ امر ہے جو قوت سے عمل میں آتا ہے، اور کسی عضو کی حرکت سے سرزد ہوتا ہے، فعل ہی سب سے بڑا عمل ہے جو مرض وصحت سے بحث کرتا ہے، اور یہ کسی عضو کے سکون سے حرکت میں آجانے کا نام ہے۔

جیسا کہ چار مفرد اعضاء (دل، جگر، دماغ، طحال) ہیں ویسے ہی ان کے چار مفرد افعال (تحریک، تحلیل، تسکین، تخدیر) ہیں، اعضاء کے یہ افعال ان کے اخلاط ومزاج اور کیفیات (خشکی، گرمی، تری، سردی) سے پیدا ہوتے ہیں۔

مرکب اعضاء میں جو اپنے اربعہ مفرد اعضاء کی وساطت سے پیدا ہوں وہ مرکب افعال کہلاتے ہیں، جیسے ہضم معدی جو معدہ کے چاروں مفرد اعضاء اور ان کی چاروں قوئی (ماسکہ، ہاضمہ، دافعہ، جاذبہ) اور ان کی چاروں کیفیات (خشکی، گرمی، تری، سردی) سے انجام پاتی ہیں۔

چونکہ مرکب اعضاء اربعہ مفرد اعضاء سے مل کر بنے ہیں اس لئے مفرد اعضاء کے افعال سے ہی مرکب اعضاء اثر وتاثیر حاصل کرتے ہیں، اور انسانی مشین کو چلانے کے ذمہ دار ہیں۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ انسانی جسم اعضاء سے مرکب ہے اور اعضاء انسجہ

(بافت) سے مرکب ہیں، اور انسجہ خلیات سے مرکب ہیں، خلئیہ ایک حیوانی ذرہ ہے جو اپنے اندر زندہ رہنے کے تمام افعال رکھتا ہے، اور اپنے افعال میں بالکل آزاد ہے، مگر ایک ہی قسم کے خلئیات جب ایک ہی قسم کی بافت بناتے ہیں وہ اپنے خاص قسم کے افعال میں ایک دوسرے سے ایک خاص تعلق رکھتے ہیں جو نظام جسم انسانی چلانے کا ذریعہ ہے، یہی ان کے مفرد افعال کہلاتے ہیں، جیسے عضلاتی انسجہ میں قوت حرکت پائی جاتی ہے، قشری انسجہ میں قوت غاذیہ پائی جاتی ہے، اعصابی انسجہ میں قوت حس پائی جاتی ہے، مخاطی انسجہ میں قوت جاذبہ پائی جاتی ہے، جب مفرد اعضاء چار ہیں تو ان کے افعال بھی چار ہیں، جن کے مناسب تناسب عمل سے بدن کی صحت کا دارومدار ہے۔

چونکہ اعضاء انسانی انہی بافتوں (عضلاتی بافت، قشری بافت، اعصابی بافت، مخاطی بافت) سے مرکب ہیں، اس لئے اعضاء کے افعال انہی مختلف بافتوں کے مختلف افعال سے مرکب طور پر انجام پاتے ہیں، مثال کے طور پر غذا کا جسم میں ہضم ہونا، یعنی غذا جس عضو کی طرف جاتی ہے اس عضو کی قوت جاذبہ اسے جذب کرتی ہے اور جس عضو سے جدا ہو کر جا رہی ہوتی ہے اس کی قوت دافعہ اس کو دفع کرتی ہے۔

جسم میں جس قدر بھی افعال سرزد ہوتے ہیں وہ مرکب ہوتے ہیں اور یہ اس قدر خودکار طریقے سے سرزد ہوتے ہیں کہ ہمیں ان کا احساس تک نہیں ہوتا، جیسے کسی حصہ جسم پر چیونٹی نے کاٹا تو ہمیں درد کا فوراً احساس ہو گیا اور اس جگہ پر ہاتھ سے خارش کر کے اس جگہ کی اذیت کو کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، درد کا احساس ہمیں قوت

حس کے ذریعے ہوا اور ہاتھ سے کھینچا، قوت حرکت سے سرزد ہوا گویا یہ فعل قوت حس اور قوت حرکت کا سرچشمہ تھا، کبھی یہ افعال کم ہوتے ہیں اور کبھی زیادہ، بس اس کمی بیشی کو جاننا ہی مرض وصحت کا علم حاصل کرنا ہے۔

حاملین نظریہ مفرد اعضاء اربعہ انہی مفرد افعال، امزجہ، اخلاط وقویٰ اور اعضاء کی افراط وتفریط سے اندازہ لگا کر مرض کی حقیقت تک پہنچ کر اور ان افعال کو اعتدال پر لا کر صحیح علاج کر لیتے ہیں۔

مفرد افعال چار ہیں جن پر صحت کا دارومدار ہے۔

۱۔ خشکی سے مفرد اعضاء کے فعل میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ گرمی سے مفرد اعضاء کے فعل میں تحلیل پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ تری سے مفرد اعضاء کے فعل میں تسکین پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ سردی سے مفرد اعضاء کے فعل میں تخدیر پیدا ہوتی ہے۔

مفرد اعضاء کے افعال درست کر دینے سے اخلاط کا اعتدال قائم ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر اخلاط کا اعتدال پیدا کر دیا جائے تو مفرد عضو کا فعل درست ہو جاتا ہے، مفرد عضو کا فعل درست کر دینے سے جسم کے تمام فضلات اور زہریں ختم ہو جاتی ہیں اور جسم صحت مند ہو جاتا ہے، یہی قانون فطرت ہے جیسے گرمی کے موسم میں پہلے حبس پیدا ہوتا ہے پھر اچانک تیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں اگر ان سے بھی موسم اعتدال پر نہ آئے تو بارش شروع ہو جاتی ہے جس سے موسم میں اعتدال پیدا ہو کر ذی روح کے لئے سکون پیدا کر دیتا ہے، ایسی مثالیں ہی نظریہ کی مدد وثبوت ہیں۔

تحریک

تحریک حرکت سے نکلا ہے، جس عضو کے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں عضو میں تحریک ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس عضو کا فعل تیز ہے، وہاں خون کی توجہ زیادہ ہوگی یعنی وہاں خون کا اجتماع ہورہا ہوتا ہے، خون بار بار اس عضو کو ٹھوکر لگاتا ہے اور اس عمل سے اس عضو کا فعل تیز ہوکر اس عضو سے متعلقہ خلط زیادہ مقدار میں پیدا ہوکر خون میں جمع ہونے لگتی ہے، جو خلط خون میں زیادہ ہوگی اسی کی علامات پائی جائیں گی، مثلاً اگر جگر کا فعل تیز ہوگا تو صفراء پیدا ہوکر خون میں رکنے لگے گا اور اس زیادتی صفراء سے یرقان اصفر پیدا ہوجائے گا۔

تحلیل

تحلیل کا مطلب ہے حل ہوجانا، پگھل جانا، گھل جانا، ضعیف ہوجانا، جس عضو میں تحریک ہو نسبتی دوران خون کے مطابق اس سے پچھلے عضو میں تحلیل ہوتی ہے، تحلیل والے عضو سے خون بڑی تیزی سے گذر کر تحریک والے عضو کی طرف جارہا ہوتا ہے، خون کی اس تیز رفتار کی وجہ سے متعلقہ عضو میں حرارت پیدا ہوجاتی ہے، حرارت

ضعف کا دوسرا نام ہے، نتیجتاً وہ عضو حرارت کی زیادتی کی وجہ سے کمزور ہو جائے گا، اگر اس عضو میں یہی تحلیل کا عمل مسلسل جاری رہے تو یہ عضو اپنے حجم میں پھیل جائے گا، مثلاً اگر جگر میں تحریک ہو تو دل میں تحلیل ہو گی اور اس مسلسل تحلیل کی وجہ سے دل حرارت کی زیادتی کی وجہ سے پھیل جائے گا، جس کی سب سے پہلی علامت ٹانگوں کا درد ہے، اس کے بعد سانس پھولنا شروع ہو جائے گا، اس کے بعد نیچے کا بلڈ پریشر نارمل (۹۰) سے بڑھ کر سو سے ایک سو تیس تک ہو جائے گا، اس وقت اگر ایکس رے کروایا جائے تو دل بڑھا ہوا صاف نظر آ جاتا ہے، دل جتنا بڑھا ہوا ہو گا اسی کے مطابق علامات پائی جائیں گی، مثلاً سو تک مریض کو معمولی سانس پھولنے کے علاوہ کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا لیکن جب اس حد سے تجاوز کر جائے اور ایک سو تیس تک پہنچ جائے تو پاؤں پر تہیج ظاہر ہو جاتی ہے، جس کو دبانے سے گڑھا پڑتا ہے، اس وقت سانس بہت زیادہ پھولنے لگتی ہے۔

تسکین

تسکین کا مطلب ساکن ہو جانا یا ٹھہر جانا ہے، نبضی دوران خون کے مطابق تحلیل والے عضو سے پچھلے عضو میں تسکین ہوتی ہے، اس کی مثال ایسے ہے جیسے ابھی ابھی خون اس عضو سے چل کر تحریک والے عضو کی طرف گیا ہے، یہاں سے خون کو گئے ہوئے ابھی کچھ ہی عرصہ گذرا ہوتا ہے، اس کی مزید وضاحت اس طرح ہے کہ ایک لائن میں چار کمرے ہوں، ان میں سے ایک کمرے میں کسی فنکشن کی تیاری ہے اور

ایک عورت ایک نمبر کمرے میں موجود تھی لیکن تیاری کیلئے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی جائے اور وہاں جا کر میک اپ وغیرہ کرتی ہے، پرفیوم استعمال کیا اور اٹھ کر تیسرے کمرے سے گذرتے ہوئے چوتھے کمرے میں پہنچ جائے تو جب ہم غور کریں گے تو دوسرے کمرے میں پرفیوم کی تھوڑی سی خوشبو ہوگی، اس کی نسبت تیسرے کمرے میں خوشبو زیادہ ہوگی اور اس کی نسبت چوتھے کمرے میں بہت زیادہ خوشبو ہو گی کیونکہ اس کمرے میں وہ خود مجسم خوشبو موجود ہے، اب پہلا کمرہ تحذیر کا، دوسرا کمرہ تسکین کا، تیسرا کمرہ تحلیل کا اور چوتھا کمرہ تحریک کا ہوگا جہاں محرک موجود ہے، خوشبو کو خون تصور کریں اور غور کیجئے کہ پہلے کمرے میں خوشبو کا نام ونشان تک نہیں ہوگا، لیکن دوسرے کمرے میں کچھ نہ کچھ خوشبو موجود ہوگی، تیسرے کمرے میں بھی خوشبو زیادہ لیکن چوتھے کمرے میں سب سے زیادہ ہوگی، تسکین والے عضو کی مثال دوسرا کمرہ ہے، کیونکہ یہاں پر خوشبو کا کچھ ہی پرتو پایا جاتا ہے، میرا خیال ہے کہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی، یعنی تسکین والے عضو میں خون موجود تو ہوتا ہے لیکن! کم مقدار میں! جیسے دوسرے کمرے میں خوشبو کا احساس پایا جاتا تھا۔

تحذیر

تحذیر کا مطلب ہے سن ہو جانا، یہ لفظ خدر سے نکلا ہے، تسکین والے عضو سے پچھلے عضو میں تحذیر ہوتی ہے، اس عضو سے خون کو تحریک والے عضو کی طرف گئے ہوئے

کافی عرصہ گذر چکا ہوتا ہے، جیسے ایک نمبر کمرے میں خوشبو کا ہلکا سا بھی احساس نہیں تھا لیکن اتنا معلوم ہے کہ وہاں زندگی موجود تھی۔

ایک مثال اور دیتا ہوں جس سے یقیناً آپ سمجھ جائیں گے کہ جب قشری تحریک ہو تو دماغ میں تحذیر ہوتی ہے، دماغ کو اپنے افعال ادا کرنے کیلئے پچیس فیصد خون کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن جب اسے تحذیر کی وجہ سے پندرہ فیصد خون ملے تو اس سے وہ اپنے افعال صحیح طور پر ادا نہیں کرسکتا، اگر اسے پندرہ فیصد سے بھی کم خون ملے تو نہ ہی یہ اپنے افعال صحیح طور سے ادا کرسکتا ہے اور اس کی بقاء بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے کیونکہ اس نے اسی پچیس فیصد خون سے نظام چلانا ہے اور اسی میں سے تغذیہ حاصل کرنا ہوتا ہے، اس طرح تحذیر کی وجہ سے اس کے افعال اور اس کی ذاتی ساخت مجروح ہوکر ظاہری حالت میں پٹھے سن ہونا، ضعف بصر، ضعف سماعت اور نسیان جیسی علامات ظاہر ہونے لگیں گی۔

نسیجی دوران خون کے مطابق

دیکھئے افعال کا خاکہ
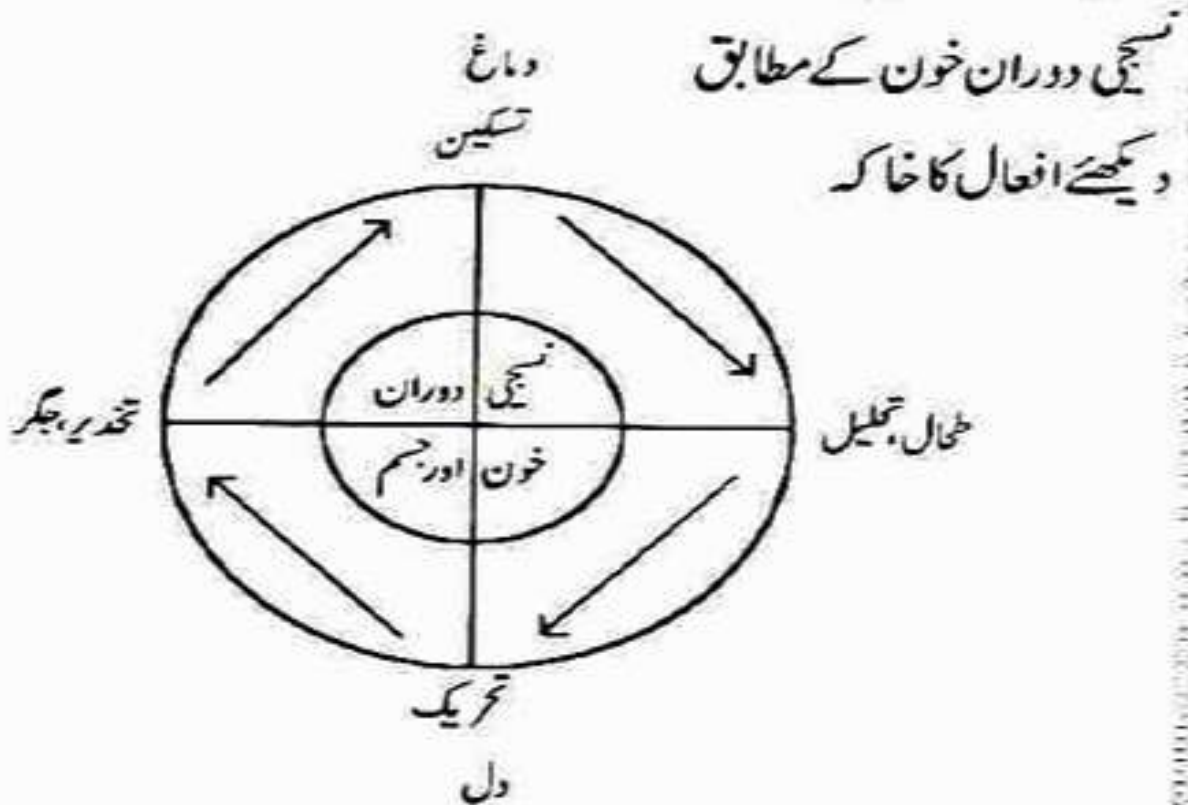
مقامات کی حالت

۱۔تحریک کے مقام پر خشکی ہوگی، یہ یا تو خشکی سردی سے ہوگی یا خشکی گرمی سے ہوگی، جہاں بھی تحریک ہوگی یہی دو کیفیات پائی جائیں گی، اول تحریک کیمیاوی اور دوم تحریک مشینی ہوگی۔

۲۔تحلیل کے مقام پر ہمیشہ گرمی پائی جائے گی، یہ یا تو گرمی خشکی سے ہوگی یا گرمی تری سے ہوگی، تحلیل جہاں بھی ہوگی وہاں یہی دو کیفیات پائی جائیں گی، اول تحلیل کیمیاوی اور دوم تحلیل مشینی ہوگی۔

۳۔تسکین کے مقام پر ہمیشہ تری پائی جائے گی، یہ یا تو تری گرمی سے ہوگی یا تری سردی سے ہوگی، جہاں بھی تسکین ہوگی یہی دو کیفیات پائی جائیں گی، اول تسکین کیمیاوی اور دوم تسکین مشینی ہوگی۔

۴۔تخدیر کے مقام پر سردی پائی جائے گی، یہ یا تو سردی تری سے ہوگی یا سردی خشکی سے ہوگی، جہاں بھی تخدیر ہوگی یہی دو کیفیات پائی جائیں گی، اول تخدیر کیمیاوی اور دوم تخدیر مشینی ہوگی۔

یہ اعضاء کی چاروں حالتیں بیان کردی گئی ہیں، انہیں اچھی طرح ذھن نشین کر لینا چاہیئے کیونکہ علاج کے دوران ان کا جاننا نہایت ضروری ہوتا ہے۔

مادہ کیا ہے؟

مادہ ایک ایسا جوہر بسیط ہے جس سے کائنات کے موالید اربعہ کے اجسام تیار ہوتے ہیں، مادہ کے بسیط ہونے پر قدیم وجدید تمام حکماء متفق ہیں۔

ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ اجسام کی ترکیب ان اجزاء پریشاں سے ہوتی ہے جو انقسام وہمی وخارجی کسی بھی انقسام کی صلاحیت نہیں رکھتے، یہ اجزاء فضاء عالم میں متحرک و منتشر رہتے ہیں، جب صانع عالم کی قدرت کاملہ سے باہم مل کر سکون واستقرار حاصل کر لیتے ہیں تو جسم کی صورت وجود میں آ جاتی ہے، ان اجزاء کی ماہیت وحقائق مختلف ہیں، بعض ہوائیہ، بعض ناریہ، بعض مائیہ، بعض ارضیہ ہیں اور یہ جوہر فردہ کی ترکیب سے بنے ہیں۔

ارسطو کہتا ہے کہ مادہ اولیٰ ایسا جوہر بسیط ہے جو خود تو جسم نہیں رکھتا لیکن جسم کی صورت قبول کرنے کی صلاحیت اس میں موجود ہے، جیسے تخم خود تو درخت نہیں لیکن درخت کی صورت قبول کرنے کی استعداد اس میں موجود ہے، آنکھیں اس کو دیکھنے اور حواس محسوس کرنے سے عاجز ہیں، اس کے وجود کا علم ہم کو صرف استدلال وقیاس سے حاصل ہوتا ہے، اور وہ اس طرح کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عناصر اربعہ ایک دوسرے سے بدلتے رہتے ہیں، یہ بدلنے کی کیفیت سوائے اس کے دوسری نہیں ہوسکتی کہ مادہ ایک

صورت چھوڑ کر دوسری صورت کے لباس میں جلوہ گر ہوتا ہے، مثلاً پانی گر ہوا ہو جائے تو بجز اس کے کیا ہوگا کہ پانی کی صورت جاتی رہی اور اس کی جگہ ہوا کی صورت آ گئی لیکن وہ چیز جس میں پہلے پانی کی صورت تھی اور اب ہوا کی آ گئی بعینہٖ باقی ہے، وہی چیز جس پر اس قسم کی صورتوں کا توارد ہوتا ہے اس کو مادہ اولیٰ یا ہیولیٰ کہتے ہیں۔

ہیولیٰ کا وجود کسی دوسرے ہیولیٰ سے نہیں ہوا ہے بلکہ وہ ایک پرتو اور عکس ہے اس روح کل کا جس کو فلسفہ کی اصطلاح میں عقل فعال کہتے ہیں، ہیولیٰ جسم نہیں ہوتا البتہ جب ہیولیٰ میں جسم کی صورت قائم ہو جاتی ہے تو وہ سب کچھ ہوتا ہے۔

مادہ اولیٰ کو سمجھنے کیلئے جسم انسان کو لے کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ مختلف اعضاء سے مرکب ہے اور اعضاء مرکب ہیں گوشت، پوست اور استخوان سے، یہ سب کچھ اخلاط جسم سے بنتا ہے اور اخلاط جسم کی اصل غذا ہیں، غذا کی اصل نباتات، نباتات کی اصل عناصر، یہاں تک ایک جسم دوسرے جسم سے بنتا چلا آیا ہے، اب عناصر بھی اگر اجسام مرکبہ ہوں اور ان کی ترکیب بھی دیگر اجسام سے ہو تو ہم ان اجسام کا مادہ دریافت کریں گے اور اگر عناصر اجسام مفردہ ہوں تو سوال یہ ہوگا کہ عناصر کس چیز سے بنے ہیں، ان کا مادہ کیا ہے، لامحالہ آخر میں ایک ایسے مادہ کے وجود کو قرار کرنا پڑے گا جو جسم نہیں ہوگا، ورنہ مادہ کا سلسلہ کہیں ختم نہ ہوگا کیونکہ ہر جسم کیلئے مادہ کا وجود لازمی ہے، بس اس آخری مادہ کو ہی مادہ اولیٰ کہتے ہیں اور وہی اس ساری بحث کا موضوع ہے۔

❁❁❁❁❁

مادے اور کیفیات

ہر عضو رئیس کا مادہ ایک ہے اور ہر مادے کی کیفیت ایک ہے اور ہر کیفیت ایک فعل کی ذمہ دار ہے، تفصیل پڑھیئے۔

۱۔ عضلاتی مادہ۔ مرکز اس کا دل ہے اور کیفیت اس کی خشکی ہے دل کے تمام ارادی اور غیر ارادی عضلات اس کے تحت کام کرتے ہیں، جب ہم عضلاتی تحریک کا لفظ استعمال کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دل کا فعل تیز ہوگیا ہے جس کے نتیجہ میں جسم (خون) میں ریاح (خشکی) بڑھ گئی ہے۔

۲۔ قشری مادہ۔ مرکز اس کا جگر اور کیفیت اس کی گرمی ہے، اس کے تحت جسم کے تمام غدد نا قلہ کام کرتے ہیں، جب ہم قشری تحریک کا لفظ استعمال کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جگر کا فعل تیز ہوگیا ہے جس کے نتیجہ میں جسم (خون) میں گرمی (صفراء) بڑھ گئی ہے۔

۳۔ اعصابی مادہ۔ مرکز اس کا دماغ اور کیفیت اس کی تری ہے، جسم کے تمام خبر رساں اور احساس رساں اعصاب اس کے تحت کام کرتے ہیں، جب ہم اعصابی تحریک کا لفظ استعمال کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دماغ کا فعل تیز ہو

گیا ہے جس کے نتیجہ میں جسم (خون) میں تری (بلغم) بڑھ گئی ہے۔

۳۔مخاطی مادہ۔ مرکز اس کا طحال اور کیفیت اس کی سردی ہے، اس کے تحت جسم کے تمام غدد جاذبہ کام کرتے ہیں، جب ہم مخاطی تحریک کا لفظ استعمال کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ طحال کا فعل تیز ہو گیا ہے جس کے نتیجہ میں جسم (خون) میں سردی (سوداء) بڑھ گئی ہے۔

کیمیاوی اور مشینی تحریک

ا۔کیمیاوی افعال۔اس تحریک میں یہ عضو اپنی متعلقہ خلط پیدا کر کے خون میں روک رہا ہوتا ہے، اور اپنے متعلقہ عضو کو تغذیہ فراہم کرتا ہے، اور یہ عضو اپنی متعلقہ خلط پیدا کرنے کیلئے طاقت اپنے سے پچھلے عضو سے حاصل کرتا ہے، اس خلط کے رکنے سے ہٹیلے امراض پیدا ہوتے ہیں، جن کیلئے بہت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

۲۔مشینی افعال۔اس فعل میں یہ مفرد عضو اپنی متعلقہ خلط پیدا کر کے جتنی جسم کو ضرورت ہو تغذیہ کے طور پر خرچ کر کے فالتو کا اخراج کر دیتا ہے، یہی دوران خون کے مطابق اس عضو کا تعلق اپنے سے اگلے عضو کے ساتھ ہو رہا ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں اس خلط کا زور ٹوٹ جاتا ہے، اور اگلے عضو سے متعلقہ خلط تھوڑی پیدا ہونے لگتی ہے، اس خلط کی زیادتی کی صورت میں اگر کوئی مرض پیدا ہو جائے تو وہ حاد ہوتا ہے اور جلد ہی صحت ہو جاتی ہے۔

حرارت غریزی اور حرارت غریبیہ

حرارت غریزی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت ودیعت کی جاتی ہے جب عورت کا اووم اور مرد کا سپرم (عورت کا بیضہ اور مرد کا کرم منی) آپس میں فرٹیلائیز ہوتے ہیں تو اول دونوں کے ملنے سے جو نئی چیز بنتی ہے روح کہلاتی ہے، اس کے اندر اسی وقت سے حرارت غریزی قائم کر دی جاتی ہے، جو جوانی گذرنے کے بعد کم ہونا شروع ہو جاتی ہے، اور بڑھاپے تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتی ہے اسی کا نام موت ہے، گویا ثابت یہ ہوا کہ جو روز ازل سے اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص مقدار میں ہر انسان کو حرارت غریزی تفویض کر دی ہے اس میں کمی تو ہو سکتی ہے لیکن زیادتی ممکن نہیں ہو سکتی۔

حرارت غریبیہ وہ حرارت ہے جو جسم میں کمزوری آ جانے کے باعث عارضی طور پر پیدا ہوتی ہے، اسے بخار بھی کہہ سکتے ہیں، یعنی جب جسم کی نارمل حرارت ۹۸.۴ درجہ فارن ہیٹ سے حرارت بڑھ جائے اسے بخار (حرارت غریبیہ) کہتے ہیں، یہ جسم سے تعفن اور دیگر قسم کے زہر دور کرنے کیلئے پیدا ہوتی ہے، اسے درست کرنے کیلئے دو طریقے ہیں اول قوت حیوانی (عضلاتی مخاطی، عضلاتی قشری ادویہ) سے بڑھا دی جائے، دوم طبیعت اگر برداشت کر سکتی ہے تو قشری اعصابی مسہل دو ماشہ دے کر تعفن دور کر دیا جائے، ثانی الذکر طریقہ نہایت بہتر ہے کیونکہ اس میں سبب دور کر کے صحت بحال کر دی جاتی ہے۔

نسیجی دوران خون
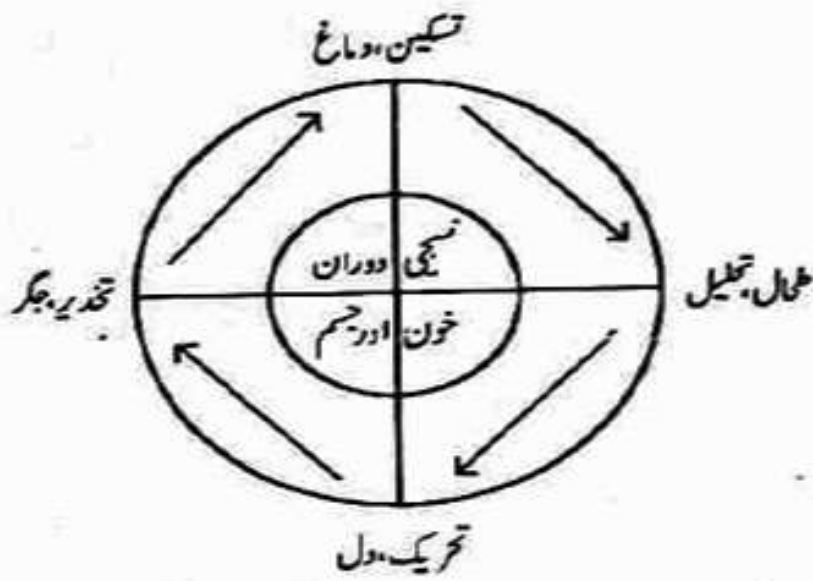
نسیجی دوران خون دل سے جگر کی طرف، جگر سے دماغ کی طرف، دماغ سے طحال و غدد جاذبہ ۱ کے ذریعے جذب ہو کر دل کی طرف چلا جاتا ہے، یہ چکر ازل سے ابد تک ایسے ہی چل رہا ہے اور یونہی چلتا رہے گا، اسی چکر میں صحت و مرض، اسی میں انسان کی فنا و بقا، اسی میں دین ہے اور اسی میں دنیا ہے۔

---

۱ خون جب پورے جسم میں سے گھومتا ہوا طحال کے پاس پہنچتا ہے تو طحال اس میں سے قابل مرمت کریات حمراء کو مرمت کر کے لمفیٹک سسٹم پر ترشح کر دیتی ہے جہاں وہ غدد جاذبہ (بے نالی غدد) کے ذریعہ سے جذب ہو کر دوبارہ خون میں شامل ہو کر دل کی طرف چلا جاتا ہے اور باقی تہہ نشیں (سوداء) سے اپنا پیٹ بھرتی ہے۔ یہی چکر ہمیشہ سے قائم ہے اور یونہی چلتا رہتا ہے۔

موالیدِ اربعہ

موالید کے معنی ہے رب تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں۔

موالیدِ اربعہ سے مراد کائنات میں پیدا کی گئی وہ ابتدائی چیزیں، جن سے کائنات کا مقصد حل ہوتا ہے اور یہ ایک دوسرے سے غذا حاصل کرتی ہیں، ان کی پیدائش مادہ کے بعد ہے اور یہی افضل و اشرف ہیں کیونکہ ان میں اشرف مخلوق کا ذکر ہے بلکہ یہ مخلوق ان میں سے ایک ہے، موالیدِ اربعہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے چار ہیں۔

نباتات، جمادات، حیوانات اور انسان موالیدِ اربعہ ہیں۔

نباتات، جمادات سے غذا حاصل کرتے ہیں، حیوانات، نباتات سے غذا حاصل کرتے ہیں، اور یہ سب (نباتات، جمادات، حیوانات) انسان کی غذا بن جاتے ہیں، انسان مر کر مٹی کی غذا بن جاتا ہے، جہاں سے پیدا ہوا وہیں مٹی (مخالطی مادہ) میں مٹی ہو گیا، یہ عمل اس وقت سے یونہی چل رہا ہے جب سے انسان پیدا کیا گیا ہے اور قیامت تک یونہی چلتا رہے گا.......................واللہ اعلم

	عضلاتی	قشری	اعصابی	مخاطی
ذائقہ	ترش	کڑوا	کھاری	پھیکا
پسینہ کی بو	ترش	چرپری	مردہ چوہے جیسی	پھیکی
بنیاد	ریاح	صفراء	بلغم	سوداء
شکل صورت	نقوش موٹے	تیکھے خوبصورت	تیکھے لیکن ملائم	موٹے بے ڈول
قد	لمبا	۵فٹ ۶انچ	تقریباً۵فٹ ۶انچ	۶فٹ سے اوپر
بنیادی عادت	وفادار	جذباتی	بے وفا	نخی
رنگ چہرہ	سرخ	زرد سرخی مائل	سفید پھیکا	سیاہی مائل کھردرا
خصائل	وعدے کا پکا	وعدہ بھولنے والا	ہیرا پھیری	صاف گو
کیٹیگری	ڈاکو	قاتل	چور	کاہل
آواز	بھاری رعب دار	تیز تیز	باریک ملائم	پھٹا ہوا ڈھول
پکی عادت	بڑبولا	جذباتی	کم گو	مست مست
زہریں	بواسیری زہر	سوزاکی زہر	آتشکی زہر	خنازیری زہر
زہریں سیارے	سائیکوسس	سورا	سفلس	سیکروفولرز
نوسوڈز	سورائنم	میڈورنیم	سفلینم	ٹیوبرکولینم
گیسز	کاربن ڈائی	اوکسیجن	ہائیڈروجن	نائٹروجن
مادے کی صورت	گیس	نار	مائع	ٹھوس
نفس	امّارہ	ملھمہ	مطمئنہ	لوامہ
موسم	خزاں	گرما	بہار	سردا
پیشاب	سرخ	زرد	سفید	بیگنی
خون	شوخ سرخ	زردی مائل سرخ	سفیدی مائل	سیاہی مائل

مادہ اور گیسز

اصل میں مادہ ایک ہی ہے، مخاطی مادہ بنیاد ہے اسی سے انسان پیدا ہوا، جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس میں روح پھونک دی تو یہ اس کی ارتقائی حالت ہے، یہاں یہ عضلاتی تحریک کی مدد سے دنیا پر آنکھ کھولتا ہے، پھر اس میں عضلاتی مادے (گیس) سے حرکت اور حرکت سے حرارت پیدا ہو جاتی ہے، یہ اس کی (نار) شکل ہے اور عضلاتی مادے کی ارتقائی حالت ہے، پھر قشری مادہ خود کار قوت کے تحت ارتقائی منازل طے کرتا ہوا اعصابی مادے (مائع) میں تبدیل ہو جاتا ہے، یہی اعصابی مادہ ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے پھر مخاطی (ٹھوس) مادے میں تبدیل ہو جاتا ہے، ثابت یہ ہوا کہ مادہ ایک ہی ہے لیکن گیس، نار، مائع، ٹھوس اس کی چار ارتقائی حالتیں ہیں۔

گیسز

جب ہائیڈروجن گیس نائیٹروجن گیس کے ساتھ فعل و انفعال کرتی ہے تو (ٹھوس) وجود قائم ہو جاتا ہے، اور جب نائیٹروجن کاربن ڈائی اوکسائیڈ کے ساتھ فعل و انفعال کرتی ہے تو (گیس، ریح، روح حیوانی) بن جاتی ہے، اور جب کاربن ڈائی اوکسائیڈ، اوکسیجن کے ساتھ فعل و انفعال کرتی ہے تو شعلہ (آگ) بھڑک اٹھتا ہے،

اور جب آکسیجن ہائیڈروجن کے ساتھ فعل و انفعال کرتی ہے تو پانی (مائع) بن جاتا ہے، اور جب ہائیڈروجن نائٹروجن کے ساتھ فعل و انفعال کرتی ہے تو پھر ٹھوس (مخاطی مادہ، مادہ منویہ) شکل اختیار کر جاتی ہے، گویا مخاطی مادے سے بنے تھے اور اسی سے مٹی میں مٹی ہو گئے، یہ چند روزہ مصنوعی زندگی کا سفر تھا جو تمام ہوا۔

دیکھئے خاکہ
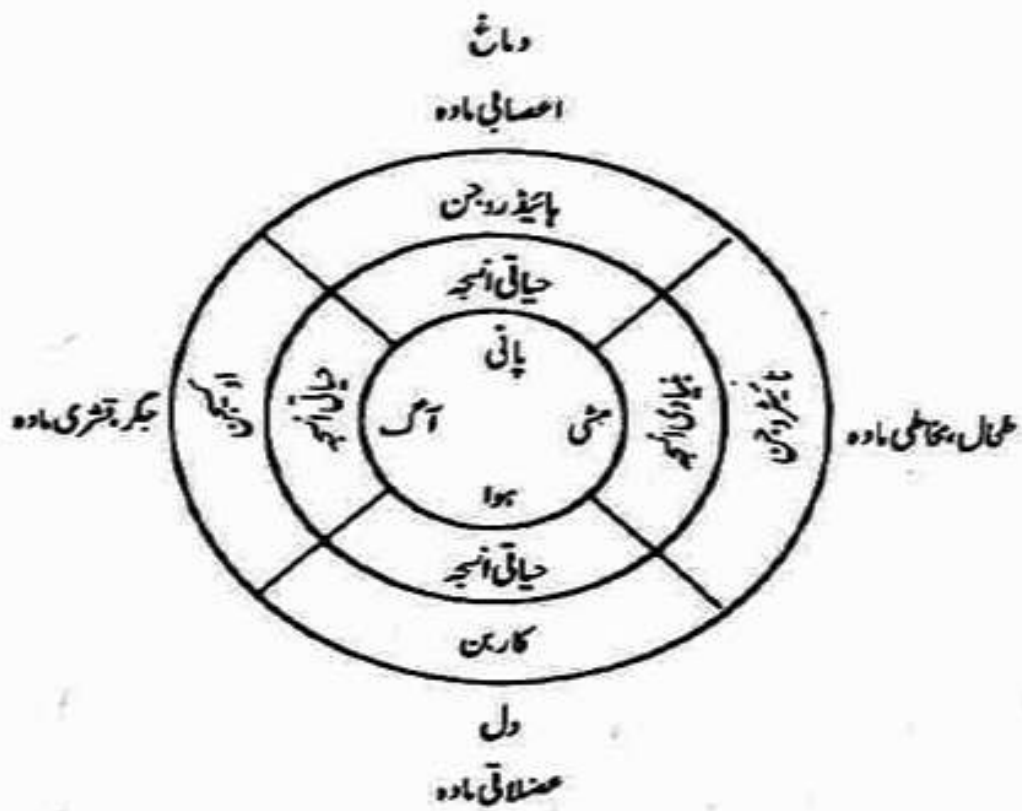
مفرد اعضاء کی خوراک و فضلات
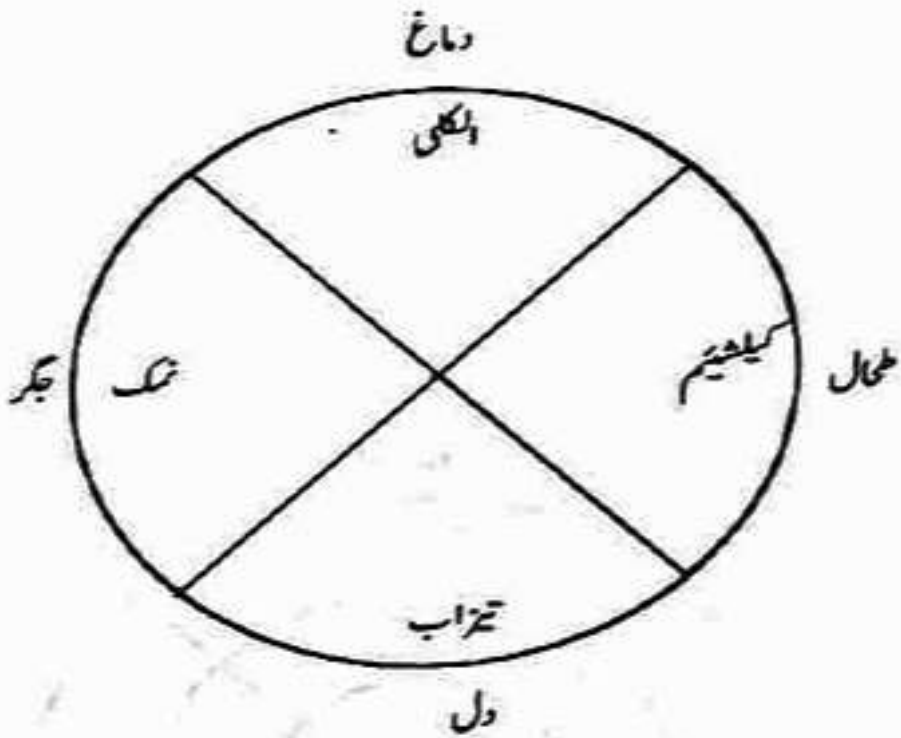
دل کی خوراک تیزاب ہے اور یہ فضلے میں نمک خارج کرتا ہے، جگر کی خوراک نمک ہے جو وہ دل سے حاصل کرتا ہے اور فضلے میں الکلی خارج کرتا ہے، اس الکلی کو دماغ اپنی خوراک میں صرف کر کے کیلشیم بطور فضلہ خارج کرتا ہے، اس کیلشیم کو طحال اپنی غذا بنا لیتی ہے اور فضلے میں تیزاب خارج کرتی ہے جسے پھر دل اپنے تصرف میں لے آتا ہے اور یہ سرکل یونہی ہمیشہ سے چل رہا ہے۔

سال کے چار موسم
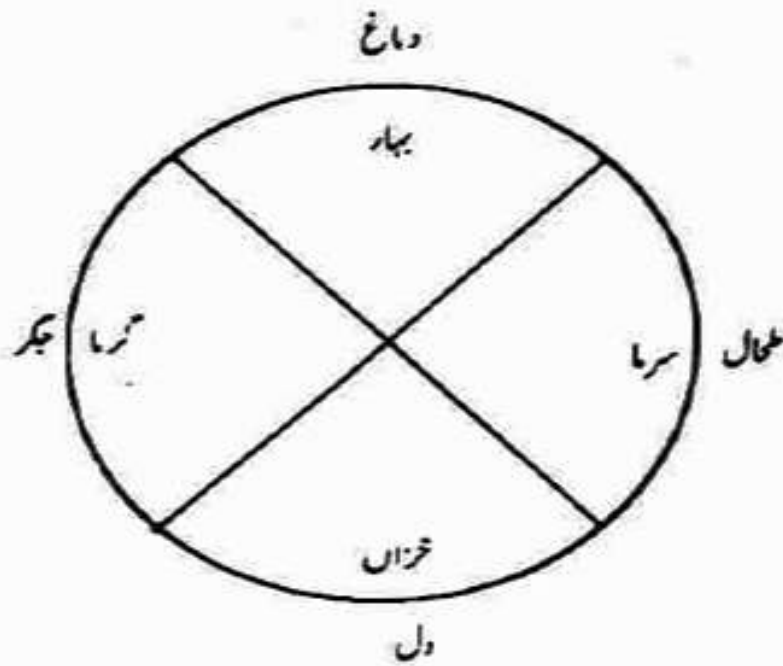
جیسے جسم انسانی میں چار اخلاط اور چار مزاج پائے جاتے ہیں، اسی طرح اس کرہء ارض میں بھی چار موسم (خشکی، گرمی، تری، سردی) پائے جاتے ہیں۔

موسم خزاں کے بعد موسم گرما آتا ہے۔

موسم گرما کے بعد موسم بہار آتا ہے۔

موسم بہار کے بعد موسم سرما آتا ہے۔

موسم سرما کے بعد موسم خزاں آتا ہے۔

یادرکھیں کہ جب سال کے موسم چار ہیں تو اس کرہ ارض میں رہنے والی مخلوق کے بھی چار ہی مفرد مزاج ہیں (مفرد کا لفظ صرف سمجھانے کیلئے لکھا ہے) ورنہ ان چار مزاج کے فعل وانفعال سے آٹھ مزاج پیدا ہو جاتے ہیں، نواں کوئی مزاج نہیں ہے۔

جو دوست نظریہ ثلاثہ کے پیروکار ہیں وہ غلطی پر ہیں، اگر وہ اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں تو سال کے تین موسم ثابت کر دیں، ہماری اور ان کی بحث خود بخود ختم ہو جائے گی، یہ میرا چیلنج اور وعدہ ہے کہ اگر ثلاثہ والے تین موسم اور تین مزاج ثابت کر دیں تو میں اپنی لکھی ہوئی تمام کتابیں دریائے راوی کے حوالے کر دوں گا اور ان کا شاگرد بن جاؤں گا۔

لہٰذا موسم چار، اخلاط چار، مزاج چار ہیں اس سے کوئی روگردانی نہیں کر سکتا۔

چاروں موسم پھر ایک دوسرے پر فعل وانفعال کر کے آٹھ بن جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر جب موسم گرما اپنے آخری ایام میں ہوتا ہے تو اپنے سے اگلے آنے والے موسم بہار کے ساتھ فعل وانفعال کرتا ہے تو ان میں ایک متوسط کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اس متوسط کیفیت سے گذر کر ہی کلی طور پر موسم بہار میں پہنچا جائے گا، اسی طرح باقی چار موسموں کی مثال ہے، کہ متوسط کیفیت سے گذرے بغیر دوسرے موسم میں داخل نہیں ہو سکتے۔

دوپہر بارہ بجے سے شام چھ بجے تک عضلاتی موسم ہے۔

شام چھ بجے سے رات بارہ بجے تک اعصابی موسم ہے۔

رات بارہ بجے سے صبح چھ بجے تک مخاطی موسم ہے۔

صبح چھ بجے سے دوپہر بارہ بجے تک قشری موسم ہے۔

دوران خون

جناب صابر ملتانیؒ طب یونانی سے نظریہ مفرد اعضاء اربعہ کی تصدیق کرتے ہوئے دوران خون کو اس طرح بیان فرماتے ہیں، یہ چند سطور ان کی کتاب علاج بالغذا سے نقل کی گئی ہیں، صفحہ نمبر 75,76

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت دوران خون دل (عضلاتی انسجہ) سے جسم میں دھکیلا جاتا ہے، پھر شریانوں کی وساطت سے جگر (غدی انسجہ) سے گذرتا ہوا دماغ (اعصابی انسجہ) پر گرتا ہے، تمام جسم کی غذا بننے کے بعد پھر باقی رطوبات غدد جاذبہ کے ذریعے جو طحال کے ماتحت غدد کی وساطت سے کام کرتے ہیں جذب ہو کر پھر دوران خون میں شامل ہو کر دل (عضلات) کے فعل کو تیز کرتا ہے، اور جو خون غدد سے چھننے سے رہ جاتا ہے وہ بھی وریدوں کے ذریعے واپس قلب میں چلا جاتا ہے، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

آپ نے دیکھا گو اس وقت ابھی نظریہ ترقی کے مراحل طے کر رہا تھا پھر بھی حضرت صابرؒ نے دوران خون کو سمجھ لیا تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے طحال و غدد جاذبہ کے ساتھ سوداء کو تطبیق دے کر نظریہ اربعہ کی بنیاد رکھ دی تھی لیکن عزت جس کے حصے میں آنی ہوتی ہے آ کر رہتی ہے۔

طب قدیم سے تصدیق

یہاں پر سمجھنے والی بات وہ حقیقت ہے جو طب قدیم نے ہزاروں سال قبل لکھا ہے کہ دوران خون جب تک جگر (غدد) سے نہ گذرے وہ جسم میں نہیں پھیلتا یا ترشح نہیں پاتا اسی طرح ترشح پانے کے بعد جب بقایا رطوبات طحال (غدد جاذبہ) میں جذب ہوکر کیمیاوی طور پر تبدیلی نہ حاصل کرلیں یعنی ان کا کھاری پن ترشی میں تبدیل نہ ہو وہ دل (عضلات) پر نہیں گرتیں، اور ان کو تیز نہیں کرتیں، صرف سمجھانے کیلئے دل، جگر، دماغ و طحال کے نام لکھے گئے ہیں، ورنہ جسم میں ہر جگہ عضلات و غدد و اعصاب و غدد جاذبہ اپنے علاقے اور حدود میں وہی کام کرتے ہیں جو اعضاء رئیسہ کر رہے ہیں، خون اور دوران خون کی ان چار تبدیلیوں کو طب قدیم میں خون، صفرا، بلغم اور سوداء کے نام دیئے گئے ہیں، جہاں جہاں یہ کیمیاوی تبدیلیاں ہوتی ہیں انہی جگہوں کو ان کا مقام قرار دیا گیا ہے، خون کا مقام دل، صفراء کا مقام جگر، بلغم کا مقام دماغ، سوداء کا مقام طحال، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ باقی جسم میں یہ تبدیلیاں نہیں ہوتیں، بلکہ ہر جگہ جسم میں انسجہ (ٹشو) دل، جگر، دماغ و طحال کے کام انجام دے رہے ہیں، دلیل و تصدیق اور ثبوت کے طور پر ہم ان اعضاء کا مزاج پیش کر سکتے ہیں، یہاں ہر دو رطوبات کیمیاوی تبدیلیاں حاصل کرتی ہیں، دونوں کی کیفیاتی و خلطی اور کیمیاوی مزاجوں میں

ذرا بھر کوئی فرق نہیں ہے۔

صابر صاحبؒ کی اس بات سے جو تصدیق سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ کل اعضاء رئیسہ چار ہیں جو جسم میں اپنے اپنے مقام پر اپنے افعال سرانجام دے رہے ہیں۔

عروج نظریہ

حضرت صابر ملتانیؒ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد نظریہ مفرد اعضاء کی دنیا میں ایسا خلاء پیدا ہو گیا جو شاید کبھی بھی پورا نہ ہو سکے گا، لیکن نظریہ کی گرتی ہوئی ساکھ کو ایک اور شخصیت نے اس وقت سہارا دیا جب یہ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ڈانواں ڈول تھا۔

یہ جناب حکیم محمد شریف دنیاپوری تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، صابر صاحبؒ کے بعد آپ نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور ملک کے طول و عرض میں جگہ جگہ فری طبی کیمپ لگائے اور عوام کو فائدہ پہنچایا، آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں خواص المفردات کو ایک خاص مقام حاصل ہے کیونکہ علاج کرتے وقت خواص الادویہ کو سمجھنا نہایت ضروری ہے، بہت سے اطباء نے خواص المفردات پر لکھا لیکن جو حکیم محمد شریف صاحب نے عرق ریزی کر کے ادویہ کے صحیح خواص لکھے ہیں اس سے پہلے ایسی بڑی بڑی کتب میں بھی تشفی نہیں ہوتی حکیم صاحب نے نظریہ کی بڑی خدمت کی اللہ تعالیٰ ان کو جزاءِ خیر دے۔

اس کے بعد حکیم صاحب دنیا سے رحلت فرما گئے تو ان کا مشن حاجی حکیم محمد یسین صاحب

نے سنبھال لیا، لیکن ہر کسی کی سمجھ اپنی اپنی ہوتی ہے، انہوں نے نظریہ کو الجھا کر رکھ دیا اور صرف کتابوں پر کتابیں لکھ کر روزی کمانے لگے، ایک کتاب کا مواد ہی توڑ مروڑ کر دوسری میں اور پھر تیسری میں لکھتے رہے اور نظریہ کی شکل اس قدر بگاڑ کر رکھ دی کہ قوم کو گمراہ کر دیا، حضرت صابرؒ کے وقت سے ہی عضلاتی اعصابی اور اعصابی عضلاتی کا مسئلہ چل رہا تھا، انہوں اسے سلجھانے کی بجائے طحال اور سردی کو جسم سے نکال پھینکا اور غدد جاذبہ کو جگر کی کیمیاوی تحریک ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، حالانکہ طب یونانی جس کے ہم مقلد ہیں اور حضرت صابرؒ نے طحال کو غدد جاذبہ اور سوداء سے تطبیق دیا اور اسے اعضاء شریف لکھ کر اس کے افعال کو سمجھا اور دوران خون کا نقشہ سمجھایا، جس سے چار مفرد اعضاء کے ساتھ چار اخلاط ثابت کیں لیکن جب نظریہ یٰسین صاحب کے قابو چڑھا تو اس میں انہوں نے اس پر کافی غلط کتابیں لکھیں جن میں دوران خون کے حوالے سے مثلث کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جب کہ صابر صاحبؒ کی کتابوں میں اس کا کہیں کوئی اشارہ تک نہیں ملتا، یہ جو مثلث کے حساب سے دوران خون کا چارٹ ہے یہ صابر صاحبؒ اور یونانی طب دونوں کی نفی کرتا ہے۔

اللہ جانے حکیم صاحب اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے تھے آپ بھی دیکھیں مثلث۔
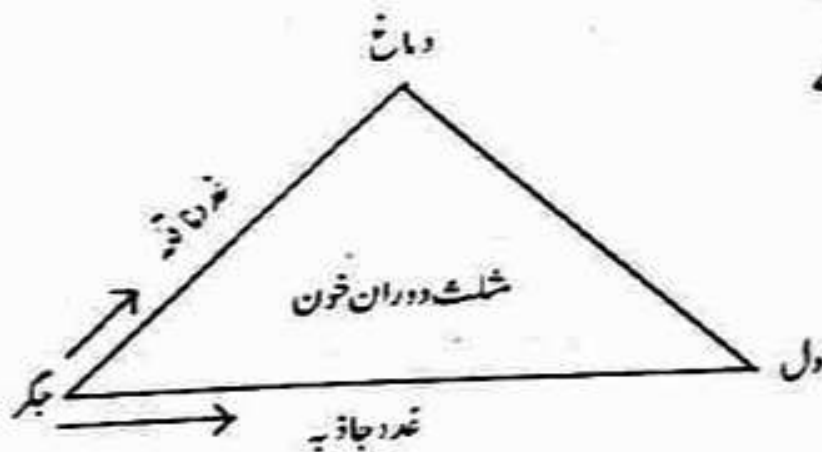
تحریک قلب اور باقی اعضاء

۱۔ تحریک قلب سے خون میں ریاح کی زیادتی ہو گی، ارادی وغیر ارادی عضلات اپنا کام صحیح طریقے سے ادا کر رہے ہوں گے، جسم چاک و چوبند ہو گا، اگر مرض پیدا ہو جائے تو اس میں بے خوابی، قبض سخت، اور جسم سن ہونے کی علامات پائی جائیں گی، علاج کیلئے قشری اعصابی ادویات دیں گے۔
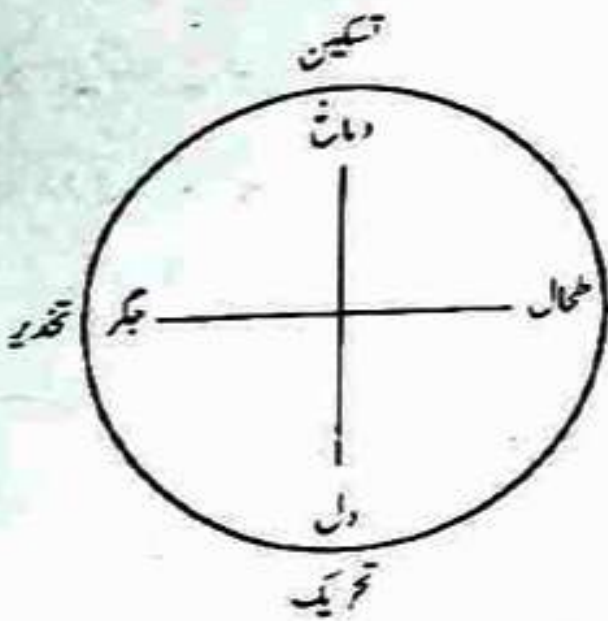
۲۔ تحلیل طحال سے جسم میں خون کی کمی رہتی ہے کیونکہ طحال اپنے اصل حجم سے بڑھ (پھیل) جاتی ہے، اس کے عروق دباؤ پڑنے سے تنگ ہو جاتے ہیں، اس وجہ سے وہ اپنے افعال صحیح انجام نہیں دے سکتے۔

علاج کیلئے مخاطی اعصابی، مخاطی عضلاتی ادویہ دیں گے۔

۳۔ تسکین دماغ سے (حکم رساں اور احساس رساں) اعصاب میں ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے، سکون کی وجہ سے اعصاب اپنے اصل حجم سے پھیل جاتے ہیں اور نسیان، نزلہ بارد، جما ہوا جیسی علامات پیدا ہو جاتی ہیں، ان کے علاج کیلئے قشری اعصابی شدید اور نسیان کی صورت میں قشری اعصابی مقوی حریرہ ایک تولہ صبح شام دودھ سے دیں گے،

۴۔ تحذیر جگر سے غدد ناقلہ اپنا کام صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے اس لئے فضلات جسم اندر ہی رک کر ان میں تعفن وخمیر در خمیر پیدا ہو کر مختلف علامات پیدا کر دیتے ہیں اس کے علاج کیلئے قشری اعصابی ادویات اور قشری اعصابی ہی مسہل ہر دوسرے تیسرے روز استعمال کرائیں گے۔

تحریک جگر اور باقی اعضاء

۱۔ تحریک جگر سے خون میں صفراء کی مقدار ضرورت سے زیادہ بڑھ کر گرمی کی علامات پیدا کر دیتی ہے، جیسے یرقان اصفر، سوزاک، سوزش وورم گردہ، استسقاء، نسیان، نزلہ حار، دمہ قلبی، جلن کف و پاء وغیرہ ظاہر ہو جاتی ہیں، علاج کیلئے اعصابی قشری اور اعصابی مخاطی ادویہ استعمال کریں گے۔

تحذیر
دماغ
تحریک جگر
غدد ناقلہ
غدد جاذبہ
طحال تسکین
دل
تحلیل
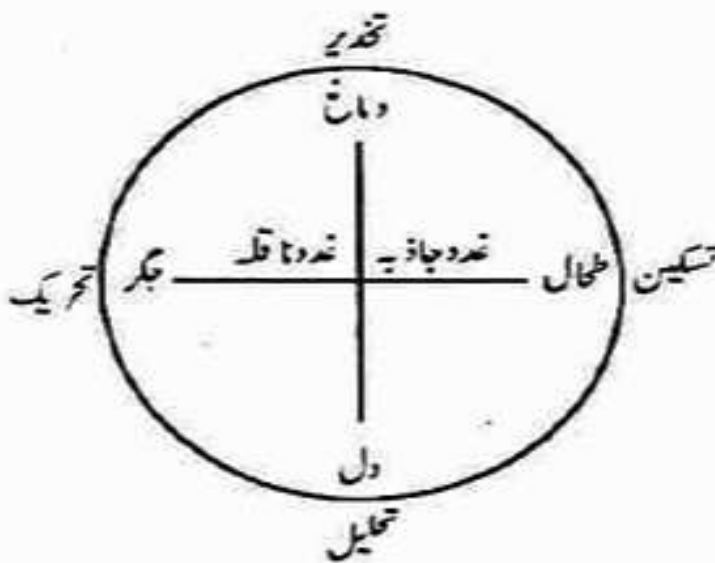
تحلیل عضلات سے جسم کے ارادی وغیر ارادی عضلات میں سستی آ جاتی ہے، جسم میں تھکن ہی تھکن ہوگی خاص کر پنڈلیاں درد کریں گی صبح اٹھنے کو دل نہیں چاہے گا، خون چونکہ دل سے ہی شریانوں کی وساطت سے تمام جسم میں دھکیلا جاتا ہے،

جب دل میں تحلیل ہوگی تو خون پوری مقدار میں جسم کی طرف روانہ نہیں ہو سکے گا،
جس سے تمام جسم کے عضلات تھکے رہیں گے، اگر ان کا تدارک نہ کیا جائے تو دل
بڑھ (پھیل) جاتا ہے، علاج کیلئے اچ ۶۷ چار ماشہ اور ۸۱ ملین دو دو گولیاں صبح
دوپہر، شام کھانے کے بعد دیں گے، اگر حالت زیادہ خراب ہو تو صبح شام دورتی یاقوتی
کھانے سے پہلے مربہ آملہ سے دیں اور کھانے کے بعد اچ ۶۷ چار ماشہ دیتے رہیں۔
۳۔ تسکین سے طحال پھیل جاتی ہے، اس لئے اپنے افعال کو صحیح طور پر انجام نہیں دے
سکتی، طحال کا ایک کام کریات حمراء کی مرمت ہے، طحال کے پھول جانے کی وجہ سے
وہ ان کو صحیح طور پر مرمت نہیں کرتی اسلئے خون میں ان کی کمی ہو کر بجس (انیمیا) ہو جاتا
ہے، علاج کیلئے دو حصے عضلاتی مخاطی دوا، اور ایک حصہ عضلاتی قشری دوا ملا کر دیں۔
۴۔ تخدیر دماغ سے اعصاب سن ہو جاتے ہیں، ان میں سردی بڑھ جانے کی وجہ
سے سکیٹر بڑھ جاتا ہے، تخدیر کی عام علامات، نسیان اور پٹھے کھنچ جانا پائی جاتی ہے
نسیان کیلئے اعصابی مقوی حریرہ ایک تولہ صبح شام خالی معدے گرم دودھ سے
دیں، اور پٹھوں کی شکایت کیلئے تریاق ۴۵ دو دو گولیاں اور حب اوزدا ایک ایک گولی ملا
کر دن میں تین مرتبہ کھانے کے بعد گرم دودھ سے دیں۔
قشری تحریک سے بہت زیادہ علامات پائی جاتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ
چائے، گوشت، اور کولے پیپسیاں خوب استعمال کرتے ہیں، اس کے علاوہ کھادوں
اور ادویہ کی سپرے شدہ سبزیاں اور پھل کھاتے ہیں، اسلئے قشری امراض زیادہ پائے
جاتے ہیں، علاج کی تفصیل کیلئے "علاج الامراض" پڑھیں۔

تحریک دماغ اور باقی اعضاء

۱۔تحریک دماغ سے اعصاب خون سے پر ہوتے ہیں اور دماغ میں تیزی پیدا کر دیتے ہیں جس سے بلغم بڑھ جاتی ہے، زکام، پیشاب کی زیادتی، خون کے دباؤ میں کمی اور ہیضہ جیسی علامات ظاہر ہو جاتی ہیں، علاج کیلئے عضلاتی قشری ادویہ استعمال میں لائیں۔
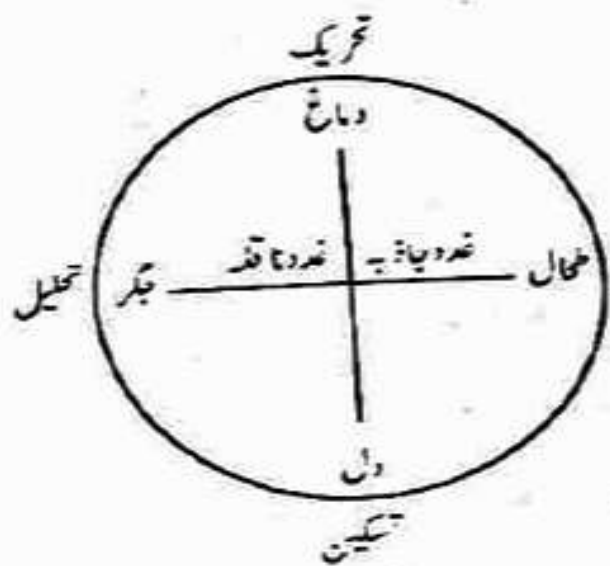
۲۔تحلیل جگر سے غدد ناقلہ میں سے خون تیزی سے گذر رہا ہوتا ہے جس وجہ سے ان میں سوزش آ کر مجاری تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے افرازات کو جسم سے باہر نہیں پھینک سکتے۔ان میں جلنے کا عمل بڑھ جاتا ہے جسم میں سستی کی علامات پائی جاتی ہیں، اور چہرے کا رنگ سفیدی مائل پھیکا ہو جاتا ہے، دن بدن خون کی کمی ہونے لگتی ہے۔ علاج کیلئے تسکین اور تحذیری ادویہ استعمال کرائیں یعنی اعصابی مخاطی ادویہ ایک حصہ اور مخاطی عضلاتی ادویہ دو حصہ ملا کر دن میں تین مرتبہ کھانے کے بعد پانچ ماشہ کی مقدار میں تازہ پانی یا، شربت فولاد سے استعمال کرائیں، جوارش آملہ ایک چمچ صبح شام خالی معدہ دیں، ریشہ برگد، زرشک، انار دانہ ترش کا قہوہ پلائیں۔

۳۔ تسکین قلب سے وہ اپنے افعال میں نہایت سست ہو جاتا ہے کیونکہ تسکین کے مقام پر رطوبات کی کثرت ہوتی ہے جس سے وہ عضو پھول کر حجم میں بڑھ جاتا ہے بلڈ پریشر نہایت ضعیف رہنے لگتا ہے، پیشاب کی کثرت، ٹانگوں میں درد، جسم میں درد، وغیرہ جیسی علامات پائی جاتی ہیں، علاج کیلئے یاقوتی دورتی جوارش آملہ سے صبح شام خالی معدہ دیں، اور ریش برگد یا سادہ کالی پتی کا قہوہ پلائیں، جب حالت کچھ سنبھل جائے ۸۱ ملین دو، دو گولیاں کچھ روز کھلائیں۔

۴۔ تحدیر طحال سے غدد جاذبہ میں سردی بڑھ جاتی ہے، جو اپنے اصل حجم میں سکڑ جاتے ہیں اور افعال صحیح انجام نہیں دے سکتے، اول ملیریا بخار جیسی علامات ظاہر ہو جاتی ہیں، اگر ان کی یہی حالت بدستور رہے تو ان غدد کا فعل نہایت ناقص ہو کر ان میں سوجن آ کر جسم پر گلٹیاں نمودار ہو جاتی ہیں، جن کو دبانے سے معمولی درد ہوتا ہے، علاج کیلئے بخار کی حد تک قشری اعصابی ملین چار ماشہ کے ساتھ ایک ماشہ عضلاتی قشری مسہل دیں، گلٹیوں کیلئے طحال میں تحریک اور تحلیل پیدا کریں، یعنی مخاطی اعصابی سے لے کر عضلاتی مخاطی تک ادویہ دیں۔

چونکنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے تحریک جگر کے تحت بہت سی علامات لکھ کر ان کا اپنے اپنے ضمن میں علاج کیا ہے، تحریک جگر کے چار درجے ہیں، ابتداء، تزائد، انحطاط، انتہاء، جب شروع مرض میں لاپرواہی کی جاتی ہے تو جگر کے علاوہ باقی اعضاء میں بھی مرضی علامات رونما ہونے لگتی ہیں، انہیں مرکب علامات کہیں گے اور علاج بھی زیادہ پریشان کرنے والی علامت کا ہی کریں گے، اس سلسلہ میں کلینیکل مختصر لکھ دی گئی ہے، جس میں ایسے ہی مرکب اور پیچیدہ امراض کا علاج کیا جائے گا۔

تحریک طحال اور باقی اعضاء

تحریک طحال سے خون میں آر۔بی۔سی (حمرۃ الدم) کی مقدار پوری ہوتی ہے، اور کبھی بڑھ جاتی ہے، خون سردی کے اثر سے گاڑھا ہو جاتا ہے، انور سما (دوالی) پر پرا (زیر جلد خونی دھبے) اور ہارٹ اٹیک جیسی علامات پیدا ہو جاتی ہیں، علاج کیلئے قشری اعصابی ملینن پانچ ماشہ چار مرتبہ دن میں اجوائن پودینہ کے قہوہ سے دیں علامات درست ہونے پر دوا کا وقفہ بڑھا دیں۔
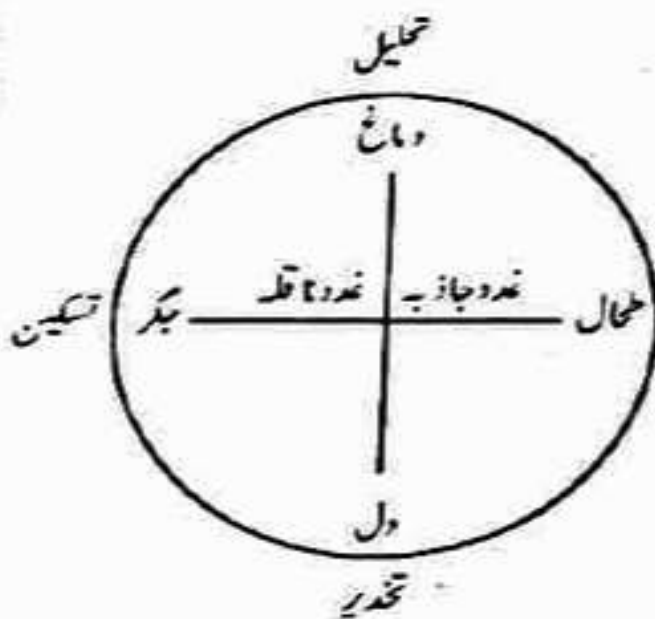
۲۔ تحلیل دماغ سے ہر دو اعصاب (حکم رساں اور احساس رساں) میں پگھلنے کا عمل ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنے افعال صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے اور نسیان جیسی علامت ظاہر ہو جاتی ہے، علاج کیلئے قشری اعصابی مقویات اور ملینات دیں، اعضاء کی حالت بیان کرنے کے بعد بحث کریں گے کہ طحال کے علاج میں قشری اعصابی ادویات کیوں کثرت سے استعمال کی گئی ہیں، دوران خون سے مدد کیوں نہیں لی گئی۔

۳۔ جگر و غدد ناقلہ میں تسکین کی وجہ سے رطوبات بھری ہوں گی جس کی وجہ سے جگر بڑھ گیا ہوتا ہے، جسم کو ایک خاص مقدار میں ہر وقت گرمی (صفراء) کی ضرورت ہوتی

ہے جو یہ اس حالت (سکون) میں اسے فراہم نہیں کر سکتا، خون میں سردی بڑھ کر ملیریا جیسی علامات پیدا ہو جاتی ہیں، علاج کیلئے خون کو رقیق کرنے کے ساتھ ساتھ گرمی پیدا کریں اور اس کا اخراج کریں، قشری اعصابی ملین میں فی خوراک چار چاول کشتہ باہ سینگا شامل کر کے اجوائن پودینہ کا قہوہ استعمال کرائیں۔

۴۔ تخدیر قلب سے بردو عضلات اور خود قلب میں سردی واقع ہو جائے گی اور قلب اپنے فعل سے عاری ہو جائے گا، چونکہ خون کو دل ہی شریانوں کی وساطت سے جسم کے دور و نزدیک پہنچانے کا ذمہ دار ہے، جب سردی کی زیادتی سے دل ہی اپنے فعل کو برقرار نہ رکھ سکا تو ہارٹ اٹیک ضرور ہو جائے گا اور انسان اس دار فانی سے کوچ کر جائے گا، علاج کیلئے فوری طور پر خون کو رقیق کرنے کا بندوبست کریں قشری اعصابی ملینات اجوائن پودینہ کے قہوہ سے دیں، اور ایسی حالت میں دوا کا وقفہ ضرورت کے مطابق کم رکھا جاتا ہے، اور بیرونی طور پر بھی جسم کو گرم کرنے کی تدبیر کریں۔

تسکین اور تخدیر

تسکین اور تخدیر کا فرق یہ ہے کہ تسکین والے عضو میں کثرت رطوبات کی وجہ سے تری سردی ہوگی اور تخدیر والے عضو میں سردی تری کے ساتھ ٹھٹھر جانے والی کیفیت پائی جاتی ہے، یعنی تسکین سردی کی ابتدائی حالت اور تخدیر سردی کی انتہائی حالت ہے، جس سے اشیاء جم جاتی ہیں جیسے برف، گردے مثانے کی پتھریاں وغیرہ۔

بحث

ہماری بحث کا موضوع طحال کے مختلف مرضی مدارج اوران کا علاج ہے کہ اس میں اکثرقشری اعصابی دواہی کیوں استعمال کی گئی ہے، جاننا چاہیئے خون جوکہ مجموعہ اخلاط ہے، اخلاط کی کمی بیشی سے اپنا رنگ، قوام اور اوصاف تبدیل کرتا رہتا ہے تحریک طحال میں سوداء بکثرت پیدا ہوتا ہے جوکہ خون کے قوام کو غلیظ کردیتا ہے جس سے ساری انسانی مشین کے افعال جام ہوکررہ جاتے ہیں، اور مختلف مرضی علامات رونما ہوجاتی ہیں۔

حکمت کے معنی دانائی ہے اب یہاں دانائی یہ ہے کہ سب سے پہلے خون کا قوام درست کرو کیونکہ جسم کے اندر آپ نے خون کو مختلف اعضاء کے پاس بھیج کران کے افعال درست کر کے صحت بحال کرنی ہے، آپ حکم کرنے والے ہیں خون حکم ماننے والا ہے، جب تک اس کی اپنی صحت بحال نہیں ہوگی وہ سستی کا مارا ہوا آپ کے حکم کی تعمیل کیا کریگا، اس لئے پہلے وسیلے کو درست کرنا چاہیئے، اس کے علاوہ تھیوری سے بحث کرتے ہیں۔

تحریک جہاں بھی جس عضو میں بھی ہو سردی خشکی یا خشکی سردی سے ہوتی ہے، اب اس کلیئے سے طحال میں سردی خشکی ہے اگر ہم یہاں تحریک مکمل کرنے کیلئے خشکی سردی

پیدا کرتے ہیں تو یہاں مادے کی شکل ٹھوس پتھر جیسی ہو جائے گی، اگر گرمی پیدا کرتے ہیں تو مادہ جل کر فنا تو ہو جائے گا لیکن جلنے کے عمل سے پھر خشکی بڑھے گی اور خشکی کا مطلب ہے توڑ پھوڑ کرنے والی شے، پھاڑنے والی شے، اسل ہارٹ اٹیک اسی طرح ہوتا ہے، یہ خشکی کے غلبہ سے ہوتا ہے، خواہ خشکی فاعل ہو یا مفعول، اس کا عمل دخل یہیں تک ہوتا ہے، کہ توڑ پھوڑ کر ڈالے، لہذا ہم گرمی بھی نہیں پیدا کر سکتے، تری پیدا کرنے کا تو سوال ہی نہیں ہے کیونکہ تری کے ردعمل کے طور پر پھر سردی بڑھے گی اور پہلے ہی سردی باعث مرض ہے، اب یہاں کیا طریقہ اختیار کریں کہ جسم کا نقصان نہ ہونے پائے!!

یہ حل گرمی تری کے ذریعے کریں گے کیونکہ اس سے فعلی اور مشینی طور پر دو فائدے پہنچیں گے، گرم تر دوا سے اول خون کا قوام رقیق ہو کر مجاری میں آسانی سے نقل و حرکت کر سکے گا، دوم اس دوا سے غدد ناقلہ کھل کر مرضی مادہ دفع ہوگا جس سے صحت لازم حاصل ہو جائے گی، ملیریا کا علاج کرتے وقت میں نے عضلاتی قشری مسہل بھی استعمال کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ملیریا میں جسم جان نہایت تکلیف دہ حالت میں ہوتے ہیں اس لئے اسہال کے ذریعے مرضی مادہ فوراً دور ہو جائے گا اور قشری اعصابی دوا مناسب حرارت پیدا کر کے خون کے اندر مقررہ وقت تک رو کے گی اور کچھ کا اخراج کرتی رہے گی جس سے خون کا قوام رقیق ہو کر صحت ہو جائے گی اس کے علاوہ یہ دوا اعلیٰ درجہ کی ہاضم بھی ہے اس حوالے سے بھی بہترین فائدہ کرنے والی ہے، کیونکہ تحریک طحال میں بھوک بالکل بند ہوتی ہے، یہاں طب یونانی کا ایک

فقط نظر بیان کرتا چلوں کلیات کی کتب کئی مصنفین نے لکھیں لیکن یہ بات پڑھ کر نہایت افسوس ہوا کہ نقل تو ہر ایک نے کی لیکن دماغ سے کسی نے کام نہیں لیا، لکھا ہے کہ سودا، غم معدہ پر گر کر گدگدی کرتا ہے اور بھوک بھڑک اٹھتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے!! آپ ذی ہوش اور عقل مند ہیں چلو یہ تجربہ کرتے ہیں کہ جسے بھوک نہیں لگتی اسے ٹھنڈی اغذیہ وادویہ استعمال کراتے ہیں کہ وہ اروی، بھنڈی، چاول، دال ماش اور کیلے، سیب بکثرت کھائے کیا اس کو بھوک لگنے لگے گی؟ ہرگز نہیں بلکہ پہلے سے بھی بدتر حالت ہو جائے گی، بھوک قوت ہاضمہ کے ماتحت ہے اور قوت ہاضمہ جگر کے ماتحت ہے، تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ گرم چیزیں کھانے سے گرم ادویہ کھانے سے بھوک بھڑک اٹھتی ہے، اس لئے یہ طب یونانی کی سخت غلطی ہے جسے بہت سارے طبیب من وعن تسلیم کئے ہوئے ہیں لیکن جب عمل کی باری آتی ہے تو بھوک لگانے کے لئے اجوائن، پودینہ، سنڈھ، نوشادر اور کالی مرچ کے مرکبات استعمال کراتے ہیں، یہ کیا تک ہے؟ یہ حکمت تو نہ ہوئی!! ڈھکونسلے بازی ہوئی، لگ گیا تو تیر نہیں تو تکا تو ہے ہی!!

اس لئے یہ حکمت کا کام ہے اور زیر بحث انسانی جسم و جان ہے، کوئی مذاق نہیں ہے کہ عوام پر تجربات کرتے رہیں، تجربے کرنے ہیں تو خود پر کرو، ہم نے جو کچھ حاصل کیا اپنے آپ پر تجربات سے حاصل کیا اور اس کے بعد بھی خوب گہرے مشاہدات کی روشنی میں فیصلہ کیا کہ اس مریض کیلئے کون سی دوا بہترین ثابت ہوگی، جس سے اس کو فائدہ حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو کہ یہ شخص میری مخلوق کا فائدہ سوچتا ہے۔

غلط علاج

اکثر حاملین نظریہ ثلاثہ میں رائج ہے کہ مریض کی تحریک دیکھو اور اسے دوران خون کے مطابق آگے چلا دو، اگر قشری عضلاتی تحریک کا مرض ہے تو اسے قشری اعصابی کر دو، اگر قشری اعصابی تحریک کا مریض ہے تو اسے اعصابی قشری کر دو، اگر اعصابی قشری تحریک کا مریض ہے تو اسے اعصابی مخاطی کر دو۔

یہ طریقہ علاج بالکل غلط ہے

مثال کے طور پر قشری عضلاتی تحریک میں صفراء پیدا ہو کر خون میں رک رہا ہوتا ہے اور گرمی کی علامات پیدا کر دیتا ہے، جب یہ لوگ قشری اعصابی دوا دیں گے تو اس سے یہ ہوگا کہ تحریک جگر میں ہی رہے گی اور تین حصہ صفراء پیدا ہو رہا ہے اور ایک حصہ خارج ہو رہا ہے، جس سے مریض کی علامات میں کوئی کمی نہیں ہوتی لہٰذا مریض بددل ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اعصابی قشری تحریک میں اعصابی مخاطی دوا دے دو، یعنی انہوں نے یہی سیکھا اور پڑھا ہے کہ تحریک کو آگے چلا دو تو کیا یہ لوگ اعصابی قشری تحریک میں اعصابی مخاطی دوا دیں گے؟ اگر دیں گے تو یقیناً ہیضہ ہو کر مریض کی زندگی تلف ہو جائے گی، میں نے ان کے کئی اجلاسوں میں شرکت کی ہے کہ مجھے کچھ آ جائے، میں نے دیکھا کہ ایک ہی مریض کو جب دس طبیب نبض سے تشخیص کرتے ہیں تو دس کے دس ہی الگ تحریکات بیان کرتے نظر آتے ہیں، یہ کوئی

تشخیص تو نہ ہوئی، حالانکہ تشخیص مرض کیلئے نبض سب سے احسن اور آسان ذریعہ ہے اگر نبض ہی صحیح نہ دیکھ سکے تو تشخیص وعلاج کیسے صحیح ہو سکتا ہے،اور سب سے بڑی یہ بات ہے کہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کو تیار نہیں،کولیسٹرول کے بارے میں سوال کیا جائے تو بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ کولیسٹرول دل کے سدے کو کہتے ہیں،کیا یہ طب ہے؟؟

درست علاج

ہر کام کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے،علاج کرنے کیلئے کچھ علوم نہایت ضروری ہیں جن میں ماہر ہونا ہی کامیاب علاج کرنے کی دلیل ہے،ان میں سر فہرست فزیالوجی،اس کے بعد پتھیالوجی،پھر علم الادویہ نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ اگر فارما کالوجی بھی سیکھ لی جائے تو سونے پہ سہاگہ ہے،،اول مریض کی نبض دیکھو،مریض سے زبانی سوالات کرکے جو آپ نے نبض تشخیص کی ہے اس کے ساتھ علامات کا موازنہ کرو، احتباس واستفراغ کے بارے میں سوالات کرو،کھانے پینے کے بارے میں بھوک کے بارے میں سوالات کرو اور تشخیص شدہ نبض کی روشنی میں موازنہ کرتے رہو جب ایک نتیجے پر پہنچ جاؤ تو پھر جسم میں تحریک اور باقی اعضاء کی حالت پر غور کرو،دیکھنا یہ ہے کہ یہ تحریک کی علامات ہیں یا تحلیل،تسکین،تخدیر کی علامات ہیں،جس بھی عضو کے فعل کی کمی بیشی یا اس میں بگاڑ محسوس کریں،اس کے بارے میں سوالات کرکے جب ایک حتمی نتیجہ اخذ کرلو تب علاج کی سوچو کہ علاج کا چار طریقوں میں سے کونسا اختیار کریں،علاج کے چار طریقے ہیں۔

علاج بالمثل

اس طریقہ علاج میں جس عضو میں تحریک ہو وہی دوا قلیل مقدار میں دینے سے صحت ہو جاتی ہے، اس کی تھیوری یہ ہے کہ مثال کے طور پر جگر میں تحریک ہے اور صفراء زیادہ مقدار میں پیدا ہو کر جسم میں کہیں بھی سوزشی علامات پیدا کر رہا ہے، خواہ وہ خود جگر میں ہوں یا گردہ، مثانہ، رحم وغیرہ میں ہوں تو وہاں قشری عضلاتی دوا دورتی دس دس منٹ کے وقفے سے دیں گے تو اس سے قوت حیات اس دوا کے مقابلے میں اپنی قوت بڑھا کر اس کا مقابلہ کرتی ہے اور یہ مقابلہ اس دوا کے خلاف ہوتا ہے، یعنی دوا ہم نے قشری دی ہے اور قوت حیات اس کے مقابلہ میں اعصابی ردعمل ظاہر کرے گی اور یوں قوت حیات کے عمل سے مرض دور ہو جائے گا، اب دیکھنا یہ ہے کہ دوا کیسی دی جائے تو یاد رہے اگر مرض معدہ کے مقام سے اوپر کے حصہ میں ظاہر ہوا ہے تو قشری عضلاتی ملین دورتی ہر دس منٹ بعد تین خوراکیں دہرا دیں گے اور اگر مرض گردے آنتوں یا رحم و خصئین وغیرہ کے علاقے میں ہوا ہے تو یہاں ملین کی نسبت سے مسہل زیادہ بہتر اور جلد کام کرتا ہے، یہ علاج بالمثل کہلاتا ہے، ہومیو پیتھی طریقہ علاج کی بنیاد اسی بالمثل طریقہ علاج پر ہے، ڈاکٹر سیموئیل ہانمن نے سب سے پہلے سنکونا سے اپنے جسم پر اثرات مرتب کر کے اس علاج کو دریافت کیا تھا، ڈاکٹر موصوف نے تھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً سو دوا سے اپنے اور اپنے قریبی دوستوں پر کامیاب تجربہ کیا۔

علاج بالجذب

اس طریقہ علاج میں یعنی دوران خون کا رخ پچھلے عضو کی طرف موڑ دیا جاتا ہے، مثلاً تحریک اگر جگر میں ہے تو پچھلے تحلیل والے عضو (دل) کی طرف خون کا رخ موڑ کر علاج کیا جاتا ہے، یعنی عضلاتی مخاطی اور عضلاتی قشری ادویہ دینے سے مقصد حل ہو جاتا ہے، دل تحلیل کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے جب ہم خون کا رخ دل کی طرف کریں گے تو اس میں تحریک سے سکیڑ پیدا ہو جائے گا اور دل اپنے طبعی افعال انجام دینے لگے گا، ایسا کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ دل یا اس کی بافتوں میں ورم نہ بن چکا ہو اگر ورم بن گیا ہو تو علاج بالا مالہ کرنا چاہیئے، یہ بھی فطری طریقہ علاج ہے جیسے سردی کے موسم میں بارش ہو کر موسمی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

دیکھئے خاکہ
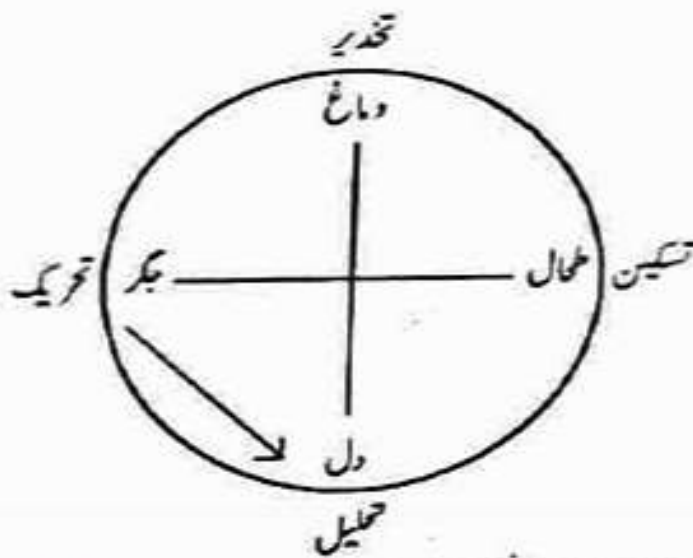
دوران خون دل سے جگر سے دماغ سے طحال کی طرف جاری تھا جسے تحریک قلب کی دوا دے کر اس کا رخ دل کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔

علاج بالضد

علاج بالضد میں ایک دوسرے عضو کے مخالف دوا دی جاتی ہے، جیسے اگر سردی کا مرض ہوتو گرم دوااور اگر گرمی کا مرض ہوتو سرد دوا، تری کا مرض ہوتو خشک دوااور اگر خشکی کا مرض ہوتو تر دوا سے علاج کیا جاتا ہے اسے بالضد کہتے ہیں، طب یونانی علاج بالضد ہی کرتی ہے، یہ صرف نظریہ کا ہی کمال ہے کہ اس نے ضرورت کے مطابق چار قسم کے علاج دریافت کر کے دنیاء طب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔
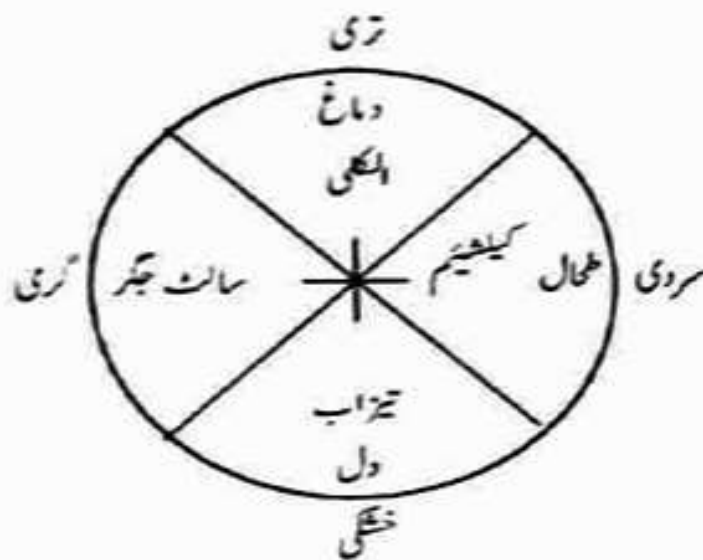
یا یہ سمجھ لیں کہ الکلی کے مقابلے میں ایسڈ اور ایسڈ کے مقابلے میں الکلی پیدا کی جاتی ہے اسی طرح کیلشیم اور سالٹ کا معاملہ ہے۔

علاج بالآمالہ

امالہ کے معنی کسی چیز کو ایک طرف سے ہٹا کر دوسری طرف مائل کرنا یعنی طبیعت مدبرہ بدن کو اس کی موجودہ تکلیف دہ اور مرض کن رفتار سے ہٹا کر دوسری طرف چلاتا ہے، یعنی یہ کہ طبیعت مدبرہ بدن جس ایک عضو کے فعل کو تیز کر رہی ہے اس کی توجہ اس سے ہٹا کر کسی اگلے عضو کی طرف کر دینا ہے، اس کی مثال اس طرح ہے جیسے اگر تحریک جگر کی طرف ہو تو اسے اعصابی ادویہ دے کر اگلے عضو دماغ کی طرف متوجہ کر دیا جائے یہی علاج بالآمالہ کہلاتا ہے اور یہ نہایت آسان بھی ہے، اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جیسے گرمی کے موسم میں قدرت بارش (تری) سے جس کا علاج کر دیتی ہے۔
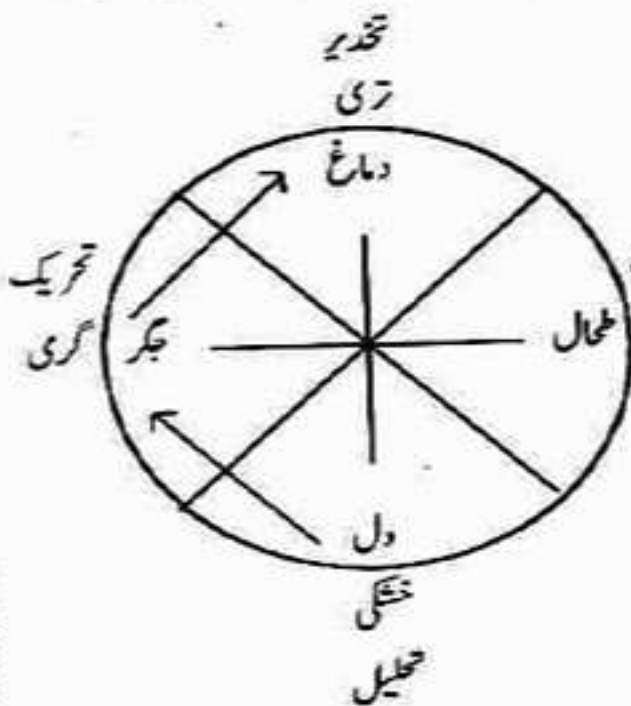
دیکھئے خاکہ

جگر میں تحریک و تیزی سے مرض تھا جس کا علاج بالآمالہ دماغ کی طرف کر دیا گیا ہے جس سے طبیعت مدبرہ بدن (قوت حیات) کی توجہ جگر سے ہٹ کر دماغ کی طرف ہو جاتی ہے اور مرض دور ہو جاتا ہے۔

وقوع مرض

۱۔ جب کوئی ایک مفرد عضو اپنے فعل میں تیز ہو جائے تو مرض پیدا ہو جاتا ہے اور یہ تحریک سے ہوگا۔

۲۔ جب کوئی ایک مفرد عضو اپنے فعل میں سستی پیدا کر دے تو مرض پیدا ہو جاتا ہے اور یہ تحلیل سے ہوگا۔

۳۔ جب کوئی ایک مفرد عضو اپنے فعل میں سکون پیدا کر لے تو مرض پیدا ہو جاتا ہے اور یہ تسکین سے ہوگا۔

۴۔ جب کوئی ایک مفرد عضو اپنے فعل میں سن ہو جائے تو مرض پیدا ہو جائے گا اور یہ تخدیر سے ہوگا۔

اس سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ کسی ایک عضو کے فعل کی تیزی سے ہی مرض ظہور پذیر ہوتا ہے، بلکہ مرض کسی عضو کے فعل کی سستی، سکون اور تخدیر سے بھی واقع ہو سکتا ہے، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مرض کسی ایک فعل کی کمی بیشی سے ہی واقع ہو، مرض چاروں افعال میں چاروں اعضاء میں بھی ہو سکتا ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرض چاروں حالتوں میں ہی ہے تو صحت کدھر گئی۔

جب تک چاروں مفرد اعضاء اپنے اپنے فعل کو ایک مقررہ حد تک ادا کر رہے ہیں اتنی

دیں تو صحت قائم ودائم ہے اور جب کسی ایک مفرد عضو کا فعل بگڑ جائے تو اس عضو سے لے کر اس کی متعلقہ بافت، اس بافت کی اکائی (خلیہ) تک مرض پیدا ہو جاتا ہے، اور جب ایک مفرد عضو کا فعل بگڑ کر مرض لاحق ہو جاتا ہے تو اس کا اثر باقی مفرد اعضاء پر بھی کم وبیش ضرور پڑتا ہے، اگر یہ حالت اسی طرح قائم رہے اور علاج کی طرف توجہ نہ دی جائے تو باقی اعضاء میں بھی مرض قائم ہو جاتا ہے، علاج کرتے وقت صرف تحریک ہی نہ دیکھیں بلکہ تحلیل، تسکین، تخدیر کی حالت دیکھیں اور ان کا علاج اگر ضرورت ہو تو ضرور کریں، یہ مرکب امراضِ کہلائیں گے، علاج کیلئے تحریک والے عضو کا مشینی مسہل دیں، ایک دو دن انتظار کریں اب جو علامات سامنے آئیں اور تکلیف دہ ہوں ان کا علاج کریں، اگلے صفحات میں تحریک، تحلیل، تسکین، تخدیر کا الگ الگ علاج لکھ دوں گا اس سے مدد حاصل کریں۔

مزید یہ کہ چاروں اعضاء رئیسہ ایک دوسرے کی کیفیات سے متاثر ہوتے ہیں یعنی اگر دل میں خرابی واقع ہو جائے تو اس کا اثر جگر، دماغ اور طحال پر بھی پڑتا ہے کیونکہ دل کی جھلیاں قشری بافت سے ترکیب ہیں، دل کی ذاتی ساخت میں سب سے زیادہ عضلات پائے جاتے ہیں، اس میں اعصاب کا جال بھی پایا جاتا ہے اور اس کی اوپر والی دونوں جھلیوں کے درمیان مخاطی رطوبت بھی ہے جو انہیں رگڑ سے بچاتی ہے، یعنی دل کی بناوٹ میں بھی چاروں مفرد اعضاء حصہ لیتے ہیں، جو بافت اس کی بناوٹ میں جتنا زیادہ حصہ لیتی ہے اتنا ہی دکھ تکلیف سے متاثر ہوتی ہے، اس کے علاوہ افعال (تحریک، تحلیل، تسکین، تخدیر) کو بھی مدنظر رکھنا پڑے گا۔

افعال کی اقسام

افعال چار ہیں، ان کی مزید چار چار اقسام ہیں۔
جس طرح مرض کے چار زمانے ہوتے ہیں اسی طرح افعال کے بھی چار زمانے ہیں جن میں مرض کی شدت وخفت پائی جاتی ہے، اگر ان چار زمانوں کو مدنظر رکھ کر نسخہ تجویز کیا جائے تو علاج کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ جادو کا گمان ہوتا ہے۔

تحریک کے چار زمانے

ا. تحریک ابتداء اس میں حاد علامات ہوتی ہیں، پہلے درجہ کی ادویہ سے ہی فائدہ ہو جاتا ہے بلکہ غذا کے معمولی ہیر پھیر سے بھی مرض دور ہو جاتا ہے۔

۲. تحریک تزائد اس میں علامات بڑھ کر جسم وجاں کو بے چین کر دیتی ہیں، اس میں اگر دوسرے درجہ کی ادویہ استعمال کی جائیں تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

۳. تحریک انحطاط اس میں مرض ایک جگہ پر رک جاتا ہے نہ بڑھتا ہے اور نہ ہی کم ہوتا ہے، اس وقت تکلیف تو دوسرے درجے کی نسبت بڑھی ہوئی ہوتی ہے لیکن مریض اس کا عادی ہو چکا ہوتا ہے اس لئے زیادہ واویلا نہیں مچاتا، اس درجہ میں اگر پہلے یا دوسرے درجے کی ادویہ سے علاج کیا جائے تو جب تک مریض دوا کھاتا رہے گا آرام رہے گا ورنہ تکلیف کا احساس بڑھ جاتا ہے، یہ مزمن درجہ کہلائے گا، یہاں

اگر تیسرے درجہ کی ادویہ استعمال کی جائیں گی تو فائدہ دائمی رہے گا۔اس درجہ میں دوا
کے ساتھ سخت پرہیز اور مجوزہ غذائیں کھانا ہوں گی۔

تحریک انتہاء اس میں مرض اس حد تک پہنچ چکا ہوتا ہے کہ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے،اس کیلئے ہروقت تیار رہنا چاہیئے ،اس درجہ میں نہایت اونچے درجے کی ادویہ استعمال کرنے سے فائدہ ممکن ہے اور یہ وہ وقت ہے جب فزیالوجی اور پتھیالوجی کی نہایت ضرورت ہوتی ہے،یہ وہ وقت ہے جب نبض بھی تشخیص میں مدد نہیں دیتی کیونکہ ان درجات میں جسم اور قوت حیات میں جنگ ہورہی ہوتی ہے کبھی کسی کا پلڑا بھاری ہوتا ہے اور کبھی کسی کا یعنی نبض عمل اور ردعمل میں چل رہی ہوتی ہے۔

اسی طرح تحلیل، تسکین، تخدیر کے بھی درجات ہیں ان کو مدنظر رکھ کر علاج کیا جائے تو کامیابی یقینی ہوجاتی ہے۔

۱۔تحلیل ابتداء اس میں تحلیل کی ابتدائی علامات پائی جاتی ہیں۔

۲۔تحلیل تزائد اس میں تحلیل کی بڑھی ہوئی علامات ملتی ہیں۔

۳۔تحلیل انحطاط اس وقت تحلیل کے امراض ایک جگہ پر رکے ہوئے ہوتے ہیں یعنی نہ تو علامات بڑھ رہی ہوتی ہیں اور نہ ہی کم ہونے کا نام لیتی ہیں۔

۴۔تحلیل انتہاء اس وقت انتہا درجہ تحلیل کی علامات پائی جاتی ہیں،اور کسی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

۱۔تسکین ابتداء اس میں تسکین کی ابتدائی علامات پائی جاتی ہیں۔

۲۔تسکین تزائد اس میں تسکین کی بڑھی ہوئی علامات ملتی ہیں۔

۳۔ تسکین انحطاط اس وقت تسکین کے امراض ایک جگہ پر رکے ہوئے ہوتے ہیں یعنی نہ تو علامات بڑھ رہی ہوتی ہیں اور نہ ہی کم ہونے کا نام لیتی ہیں۔

۴۔ تسکین انتہاء اس وقت انتہاء درجہ تسکین کی علامات پائی جاتی ہیں، اور کسی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

۱۔ تخدیر ابتداء اس میں تخدیر کی ابتدائی علامات پائی جاتی ہیں۔

۲۔ تخدیر تزائد اس میں تخدیر کی بڑھی ہوئی علامات ملتی ہیں۔

۳۔ تخدیر انحطاط اس وقت تخدیر کے امراض ایک جگہ پر رکے ہوئے ہوتے ہیں یعنی نہ تو علامات بڑھ رہی ہوتی ہیں اور نہ ہی کم ہونے کا نام لیتی ہیں۔

۴۔ تخدیر انتہاء اس وقت انتہاء درجہ تخدیر کی علامات پائی جاتی ہیں، اور کسی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

قانون علاج

۱۔ زمانہ ابتداء میں ملینات استعمال کرائے جائیں، غذا تجویز کریں۔

۲۔ زمانہ تزائد میں ملینات کے ساتھ مسہلات اور پرہیز و تجویز غذا کریں۔

۳۔ زمانہ انحطاط میں غالب خلط کا بذریعہ مسہل اخراج کر کے اکسیرات اور غذا و پرہیز سخت کر دیں۔

۴۔ زمانہ انتہاء میں نہایت سوچ بوجھ کے ساتھ سمیات استعمال کی جائیں لیکن خلط کے مطابق مدرادویہ سے اخراج جاری رکھیں۔

علاج کے ہر زمانہ میں قبض کا خاص خیال رکھیں، اگر مسہل کی ضرورت پڑ جائے تو جس تحریک کا مرض ہو اسی عضوی مشینی تحریک کا مسہل دیں۔

جہاں تحریک، تحلیل، تسکین، تخدیر کی سمجھ نہ آئے حرارت غریزی کو مشتعل کرنے والی دوائیں دیں، اس طریقہ سے دو چار روز میں ہی اصل تحریک سامنے آ جاتی ہے، جب نبض دیکھیں تو عمل اور ردعمل کی علامات کو کئی بار سوچیں اور ان میں منتخب کریں کہ اس وقت نبض عمل (مرض) کی چل رہی ہے یا ردعمل (طبیعت مدبرہ کی مدد) حاصل ہو رہی ہے، اگر عمل کی نبض چل رہی ہو تو پھر افعال الاعضاء پر نظر رکھیں اور تشخیص کر کے تھیوری کے مطابق علاج کریں، تھیوری کیا ہے؟ علاج کی اقسام اربعہ

اگر نبض ردعمل کی چل رہی ہو تو اس کی مدد کریں ردعمل کو اور تیز کریں کیونکہ اس وقت طبیعت مدبرہ بدن مرض کے مقابلہ میں Active ہوتی ہے اس کے ایکشن کو بڑھانا ہی صحت ہے، یہ سب گہرے تجارب و مشاہدات کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

حرارت غریزی کو پہلے روز ہی ماں کے رحم میں ودیعت کر دی جاتی ہے جو عمر گذرنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی چلی جاتی ہے آخر کار مٹی میں مٹی کی خوراک بن جاتا ہے، اگر حرارت غریزی بڑھائی جا سکتی تو انسان کبھی بھی بوڑھا نہ ہوتا، لیکن اطباء کے ہزاروں سال کے تجربات کی روشنی میں اس متاع حیات (حرارت غریزی) کی حفاظت تو کی جا سکتی ہے، دل کو تحریک و تقویت دینے والی اغذیہ و ادویہ سے حرارت غریزی کی حفاظت کی جا سکتی ہے، مخاطی عضلاتی ادویہ تین حصے، عضلاتی مخاطی ادویہ دو حصے، عضلاتی قشری ادویہ ایک حصہ ملا کر دینا محافظ حرارت غریزی ہیں۔

قانون صحت

جب نبض و پیشاب، پاخانہ، اور ظاہری علامات کی مدد سے مرض تشخیص ہو چکے تو اور مرض مزمن ہو تو جس عضو میں تحریک ہو اسی عضو کی مشینی تحریک کا مسہل دیں، اگلے عضو کی کیمیاوی اور مشینی تحریک کا ملین اور اس سے اگلے عضو کا تریاق دیں تو فوراً فائدہ ہو جاتا ہے، جب مرضی علامات دور ہو جائیں تو جس عضو میں تحریک کی وجہ سے مرض پیدا ہوا تھا اس سے اگلے عضو کی اکسیر ہفتہ عشرہ کھلا دینے سے مرض ہمیشہ کیلئے دور ہو جاتا ہے۔

ملین اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب معدہ اور آنتوں میں مواد متعفن ہو کر مرض پیدا کر رہا ہو اور معدہ و آنتوں کو نرم کرنا مقصود ہو۔

مسہل اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب معدہ اور آنتوں کے ساتھ جگر تک سے غالب خلط کا نکالنا مقصود ہو۔

تریاق اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی زہر کو جسم سے خارج کرنا مقصود ہو گویا تریاق سے فوری طور پر اخراج زہر کے ساتھ ساتھ ضروری خلط پیدا کی جاتی ہے۔

اکسیر اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب کس دوا کے تیز اور دائمی اثرات حاصل کرنا مقصود ہوں۔

مفرد اعضاء اربعہ اور بافتیں

سر کے بال سے لے کر پاؤں کے ناخن تک جو بھی مفرد یا مرکب عضو ہے درج ذیل چار بافتوں سے مل کر بنا ہے اور مفرد اعضاء اربعہ بھی انہی چار بافتوں سے ترکیب ہیں۔

۱۔ دل، عضلاتی بافت	Muscular Tissue
۲۔ جگر، قشری بافت	Epithilal Tissue
۳۔ دماغ اعصابی بافت	Nerves Tissue
۴۔ طحال مخاطی بافت	Conective Tissue

جسم کا کوئی بھی چھوٹے سے چھوٹا حصہ انہی چار قسم کی بافتوں (Tissues) سے مل کر مناسب تناسب ترکیب سے بنا ہے، یعنی بال، آنکھ، کان، ناک، دانت، چہرہ، پھیپھڑے، دل، جگر، طحال، معدہ و امعاء، بازو، ٹانگیں، غرضیکہ ناخن کا ایک چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی انہی چار قسم کے ٹشوز سے مرکب ہے کسی عضو کی ساخت میں عضلات، کسی عضو کی ساخت میں قشری جھلیاں، کسی عضو کی ساخت میں اعصاب زیادہ پائے جاتے ہیں اور کسی عضو کی ساخت میں مخاطی بافت زیادہ پائی جاتی ہے، اور تمام اعضاء اپنی ساخت کے تناسب سے ہی اپنے مفرد عضو کے ذریعے مرض و صحت میں متاثر ہوتے ہیں، اور علاج میں بھی ان کی ترکیب کو ہی مدنظر رکھنا چاہیئے۔

غدد ناقلہ وغدد جاذبہ

جسم میں جتنے بھی ایسے مجاری ہیں جن کے ذریعے کوئی چیز جسم سے باہر نکلتی ہے ان کے اندر کی طرف ایک جھلی (قشری) استر کرتی ہے اوران فضلات جسم کو باہر نکلنے میں مدد دیتی ہے یہ سب غدد ناقلہ ہیں، ناقلہ کے معنی نقل وحرکت ہے، یعنی ایک چیز کو دوسری جگہ پہنچانا، جسم انسانی کے غدد ناقلہ پیشاب، پاخانہ، تھوک، پسینہ، منی، خون حیض وغیرہ کو اپنے مقررہ وقت میں جسم سے نکالتے ہیں، ان کو نالیدار غدد بھی کہا جاتا ہے اوران میں سب سے بڑا غدہ جگر ہے، جسم میں سب چھوٹے بڑے غدد ناقلہ جگر کے تحت کام کرتے ہیں۔

غیر نالیدار غدد کو غدد جاذبہ کہتے ہیں اوران سب چھوٹے بڑے غدد کا مرکز طحال ہے اور یہ سب اسی کے تحت کام کرتے ہیں، غدد جاذبہ باہر سے اندر کی طرف ضروری رطوبات جذب کرتے ہیں، لمفیٹک سسٹم ان کی سب سے بڑی مثال ہے جو طحال سے مرمت شدہ کریات حمراء حاصل کر کے اپنے اندر جذب کر کے خون میں شامل کر کے دل کی طرف بھیج دیتا ہے۔

جیسا کہ لکھا جاچکا ہے کہ غدد ناقلہ جسم کے فضلات باہر کی طرف خارج کرتے ہیں اور غدد جاذبہ جسم کی ضروری رطوبات کو اعضاء کے اوپر ترشح پا کر اندر کی طرف جذب

کرتے ہیں، دنیا پور والوں نے غدد جاذبہ اور غدد ناقلہ کو جگر تحت لکھ دیا ہے جو کہ سراسر غلط اور لغو ہے جس کو جاہل سے جاہل آدمی بھی نہیں مان سکتا کیونکہ جگر صفراء کا گھر ہے اور طحال سوداء کا گھر ہے جو طب یونانی اور حضرت صابر ملتانی سے ثابت ہے کہ جگر ایک عضو رئیس ہے جو صفراء کا منبع و مبداء ہے اور غدد ناقلہ کا مرکز ہے، صفراء پیدا کر کے خون کے قوام کو رقیق اور چلنے کے قابل کرتا ہے، اور طحال عضو شریف ہے (جسے ہم نے اس کے افعال کی وجہ سے اور مولد سوداء (جو کہ ایک باقاعدہ خلط ہے) کی وجہ سے عضو رئیس تسلیم کیا ہے) غدد جاذبہ کا مرکز ہے، سوداء کا منبع و مبداء ہے، کیفیت اس کی سردی ہے جبکہ جگر کی کیفیت گرمی ہے ان ہر دو غدد کے مزاج، کیفیات اور افعال ایک دوسرے سے الگ بلکہ بالضد ہیں، اگر یہ ایک ہی مرکز کے تحت ہوتے تو پھر ان کا کام بھی ایک ہی ہونا چاہیئے تھا جو کہ نہیں ہے، اس کے علاوہ اگر ہم گرم غذائیں کھائیں تو جسم میں گرمی بڑھتی ہے جو جگر کا فعل ہے، اگر ہم ٹھنڈی غذائیں کھائیں تو جسم میں سردی بڑھتی ہے جو کہ طحال کا فعل ہے نا کہ جگر کا، غور کیجئے کہ ایک ہی عضو کس طرح گرمی بھی اور سردی بھی پیدا کر سکتا ہے، اس کے علاوہ جگر کو تحریک دینے سے خون کا قوام رقیق اور رنگ زردی مائل ہو جاتا ہے، جبکہ طحال کو تحریک دینے سے خون کا قوام غلیظ اور رنگ سیاہی مائل ہو جاتا ہے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جگر جو کہ گرم اغذیہ و ادویہ سے متاثر ہو کر جسم میں صفراء بڑھا دیتا ہے وہ صفراء کے ساتھ ہی سوداء بھی پیدا کر کے خون میں بڑھا دے جو کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، جیسے تری اور خشکی ایک جگہ اکٹھی نہیں ہو سکتیں اسی طرح سردی اور گرمی بھی ہیں اور غدد ناقلہ اور غدد

جاذبہ کے الگ الگ مراکز بالترتیب جگر اور طحال ہیں جو ہزاروں لاکھوں سالوں سے تسلیم اور ترویج ہیں، ہمیشہ سچائی ہی صدیوں کی مسافتیں طے کرتی ہے دنیا پور والوں کے کہنے یا لکھنے سے سردی اور گرمی کبھی بھی جگر میں پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ ان کی مثلث کے مطابق بھی غدد جاذبہ کی تحریک عضلاتی قشری بنتی ہے دیکھیں مثلث
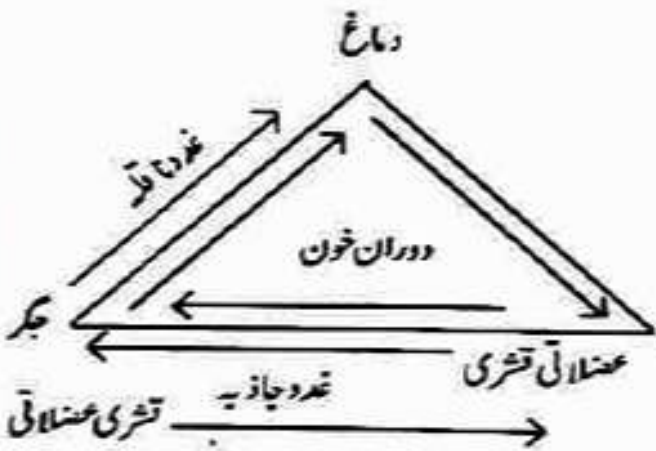
اور غور کیجئے کہ ان کے مطابق جب خون دل سے جگر کی طرف جاتا ہے تب عضلاتی قشری تحریک ہوتی ہے اور جب جگر سے دماغ کی طرف جاتا ہے تب قشری اعصابی تحریک ہوتی ہے، قشری اعصابی تحریک میں غدد ناقلہ میں تحریک ہوتی ہے چلو مان لیا جو ماننے والی بات ہے، لیکن جب عضلاتی قشری تحریک میں یہ غدد جاذبہ کی تحریک بتاتے ہیں تو یہ ماننے والی بات نہیں ہے، حضرت صابرؒ نے سوداء کو غدد جاذبہ کہا ہے اور ہے بھی! اب غور کیجئے کہ جب ہم عضلاتی قشری دوائیں از قسم دارچینی، جاوتری، تج سک، بالوں وغیرہ استعمال کریں گے تو کیا ان سے سوداء (سردی) پیدا ہوگا؟ ہرگز نہیں!! ان کے استعمال کرنے سے خشکی گرمی بڑھے گی جو جگر کی مقوی دوا ہے اور مولد صفراء ہے نا کہ مولد سوداء!! اس لئے غدد جاذبہ کا تعلق طحال سے ہے جگر سے نہیں!!

خلط کی کمی بیشی معلوم کرنا

اب اصل مسئلہ خون میں خلط کی کمی بیشی معلوم کرنا ہے، یا یہ دیکھنا ہے کہ کس عضو میں تحریک، تحلیل، تسکین یا تخدیر پیدا ہو کر باعث مرض بن رہی ہے تو یہ ہمیں صرف اور صرف نبض دیکھ کر یا علامات بول و براز سے ہی پتہ چل سکتا ہے، جیسے چار قسم کے مفرد اعضاء ہیں اسی طرح پہلے ہم ان سے متعلق چار نبضیں بیان کرتے ہیں، جو اپنے اپنے عضو کے متعلق علامات کا اظہار کرتی ہیں، یوں تو مفرد نبض کا پایا جانا محال ہے لیکن یہ صرف سمجھانے کیلئے لکھ رہے ہیں تاکہ نبض دیکھ کر کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے کہ کون سے مفرد عضو کا فعل تیز یا سست ہو گیا ہے اور باعث مرض ہے۔

۱۔ جو نبض کلائی پر ہاتھ رکھتے ہی بغیر دباؤ کے ٹھوکر لگائے، مشرف، عریض، اور چار انگلیوں تک طویل ہو، اگر اسے ذرا سا دبا کر چھوڑ دیا جائے اور دوبارہ معمولی سا دباؤ ڈالا جائے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے ٹھوکر لگائے ایسا محسوس ہو جیسے ہاتھ کی انگلیوں کو یہ نبض دور اٹھا پھینکنے کی کوشش کر رہی ہے تو اس کا تعلق دل سے ہوگا اور یہ خون میں ریاح کی کثرت کا اظہار کرتی ہے، اس نبض میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ دبا کر چھوڑ دینے سے صرف آنکھوں سے کلائی دیکھنے پر نبض کی تڑپ صاف نظر آتی ہے، اس قسم کی نبض کو ہم عضلاتی نبض کہیں گے، یہ نبض حجم میں سب سے زیادہ

چوڑی ہوتی ہے، اس کی موجودگی جسم میں ریاح کی زیادتی پر دلالت ہے، اس طرح اگر نبض چلے تو اس سے ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ قلب میں تحریک، طحال میں تحلیل، دماغ میں تسکین اور جگر میں تحذیر چل رہی ہے، اس کے آگے اس کی پھر مزید دو اقسام ہیں، ایک کیمیاوی، دوم مشینی! ان کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا یا کلید مطب میں پڑھیں مفصل لکھ دیا گیا ہے، دیکھیں خاکہ

۲۔ ایک نبض ایسی ہے جو عضلاتی نبض کے بالمقابل کلائی پر کلائی کی ہڈی کے ساتھ تہہ میں لگ کر چلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، چلنے میں تو یہ بھی عریض ہی ہے لیکن اس کی سب سے بڑی علامت یہی ہے کہ کلائی پر بہت زیادہ دباؤ دینے سے محسوس ہوتی ہے اور اکثر صرف گھٹنے کی طرف پہلی انگلی پر ہی چلتی ہے، اس کا مقام بھی عضلاتی نبض کے بالمقابل ہے اور چلنے میں بھی اس کے مخالف ہے یعنی عضلاتی میں سختی پائی جاتی ہے اور اس میں نرمی پائی جاتی ہے، عضلاتی کو دبانے سے زوردار ٹھوکر لگتی ہے جبکہ اس کو دبانے سے دب جاتی ہے اور دوبارہ اس کی ٹھوکر ملتی ہی نہیں ہے، اس نبض کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے اور خون میں بلغم کی زیادتی کا اظہار کرتی ہے، اسے ہم اعصابی نبض کہیں گے اس نبض میں تحریک دماغ، تحلیل جگر، تسکین قلب، تحذیر طحال ہوتی ہے، دیکھیے خاکہ

۳۔ ایک نبض عضلاتی اور اعصابی مقامات کے درمیان ملتی ہے جو رقیق، دقیق، سریع حار آخری تین انگلیوں پر چلتی ہے، اس میں ہاتھ کا لمس گرم محسوس ہوتا ہے، چلنے میں سب نبضوں سے تیز چلے گی، اس کا مادہ نہایت گرم ہوتا ہے اس نبض کو ہم قشری نبض

کہیں گے اور اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جگر کا فعل تیز ہو گیا ہے اور خون میں صفرا، بڑھ کر گرمی کی علامات پیدا کر رہا ہے، اس نبض میں جگر میں تحریک، دل میں تحلیل، طحال میں تسکین، دماغ میں تحذیر ہوگی اور انہیں کی علامات پائی جائیں گی، پہلی انگلی پر تحذیر دماغ کی وجہ سے ٹھوکر نہیں لگایا کرتی، اس میں سب افرازات حتٰی کہ خون بھی زرد رنگ کا رقیق ہو جاتا ہے، دیکھیں خاکہ

۳۔ اس نبض کا کلائی پر قشری مقام ہی ہے لیکن اس میں ہاتھ کا لمس ٹھنڈا، نبض چلنے کی رفتار انتہائی سست، اور خون گاڑھا ہوگا سب افرازات نیلگوں سفید یا سیاہی مائل سفید ہوں گے، اس کا مادہ غلیظ، موجی، بطی اور قشری سے عریض ہوگا، ایسا معلوم ہوگا جیسے انگلیوں کے نیچے سے سانپ گذر رہا ہو، حجم کے لحاظ سے عضلاتی سے ذرا کم چوڑی ہو گی، اکثر تین انگلیوں تک ہی ملتی ہے، اسے ہم مخاطی نبض کہیں گے، اس کا تعلق طحال کے ساتھ ہے جس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ طحال میں تحریک، دماغ میں تحلیل، جگر میں تسکین، دل میں تحذیر کے عوارضات پائے جاتے ہیں، جسم میں سردی کی علامات پائی جاتی ہیں، دیکھیں خاکہ۔

نبض سے ہمیں خون کی حالت اور اخلاط کی کمی بیشی معلوم ہو جاتی ہے اور یہی ہمارا مقصد تھا، اس طریقہ سے خون میں غالب خلط کو معلوم کیا جاتا ہے جب غالب خلط کے بارے میں معلوم ہو جائے تو پھر اس کو درست کر کے جسم کو صحت کی طرف لوٹانا کوئی مشکل نہیں ہوتا، آئیں اب نبض سے اصل بحث کریں کیونکہ چار مفرد اعضاء کی آٹھ تحریکات ہوتی ہیں، چار کیمیاوی اور چار مشینی تحریکات۔

کیمیاوی اور مشینی تحریکات

خاکہ دیکھیں
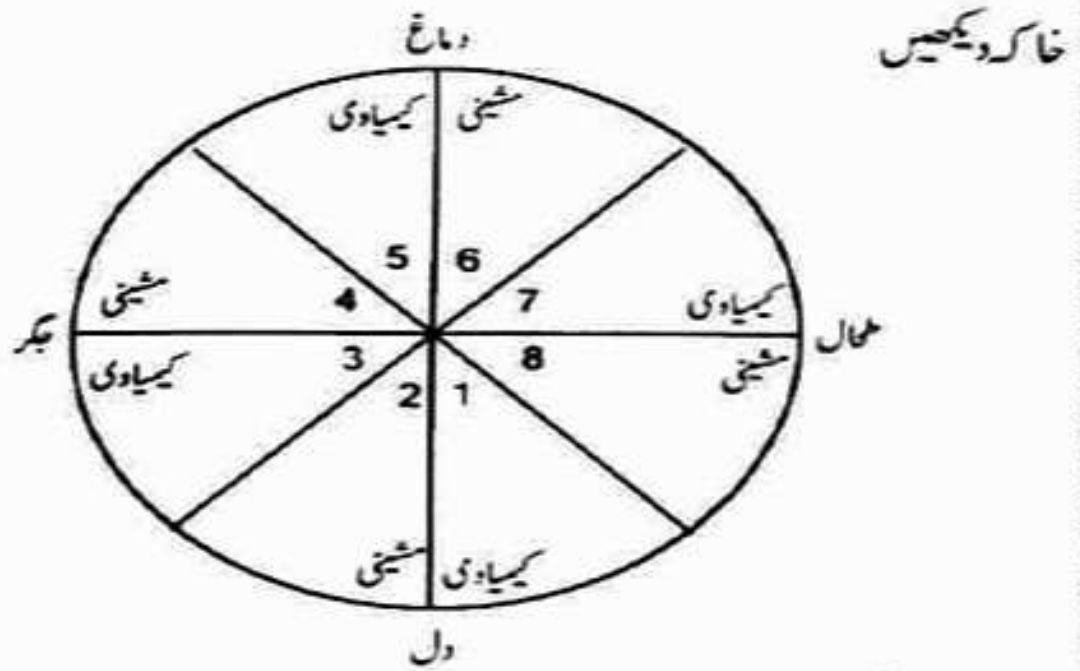
کیمیاوی تحریک میں وہ عضو اپنی متعلقہ خلط پیدا کر کے خون کے اندر روک رہا ہوتا ہے لہٰذا اس سے پیدا شدہ امراض ہٹیلے ہوں گے۔ اس تحریک میں یہ عضو اس خلط کو اپنے تغذیہ میں بھی صرف کرتا ہے یعنی اپنا پیٹ بھی پالتا ہے۔

مشینی تحریک میں یہ عضو اپنی متعلقہ خلط کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ خارج بھی کرتا رہتا ہے اس لئے اس کے امراض حاد ہوتے ہیں اور معمولی دوا حتیٰ کہ غذا کے ہیر پھیر سے ہی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک عضو کی مشینی تحریک اپنے سے اگلے عضو کی مقوی ہوتی ہے۔

آٹھ نبضیں

۱۔عضلاتی مخاطی (خشک سرد) اس میں دل کا تعلق پچھلے عضو طحال سے ہوتا ہے۔

۲۔عضلاتی قشری (خشک گرم) اس میں دل کا تعلق اگلے عضو جگر سے ہو جاتا ہے۔

۳۔قشری عضلاتی (گرم خشک) اس میں جگر کا تعلق پچھلے عضو دل سے ہو جاتا ہے۔

۴۔قشری اعصابی (گرم تر) اس میں جگر کا تعلق اگلے عضو دماغ سے ہو جاتا ہے۔

۵۔اعصابی قشری (تر گرم) اس میں دماغ کا تعلق پچھلے عضو جگر کے ساتھ ہوتا ہے۔

۶۔اعصابی مخاطی (تر سرد) اس میں دماغ کا تعلق اگلے عضو طحال سے ہو جاتا ہے۔

۷۔مخاطی اعصابی (سرد تر) اس میں طحال کا تعلق پچھلے عضو دماغ سے ہوتا ہے۔

۸۔مخاطی عضلاتی (سرد خشک) اس میں طحال کا تعلق اگلے عضو دل کے ساتھ ہو جاتا ہے۔
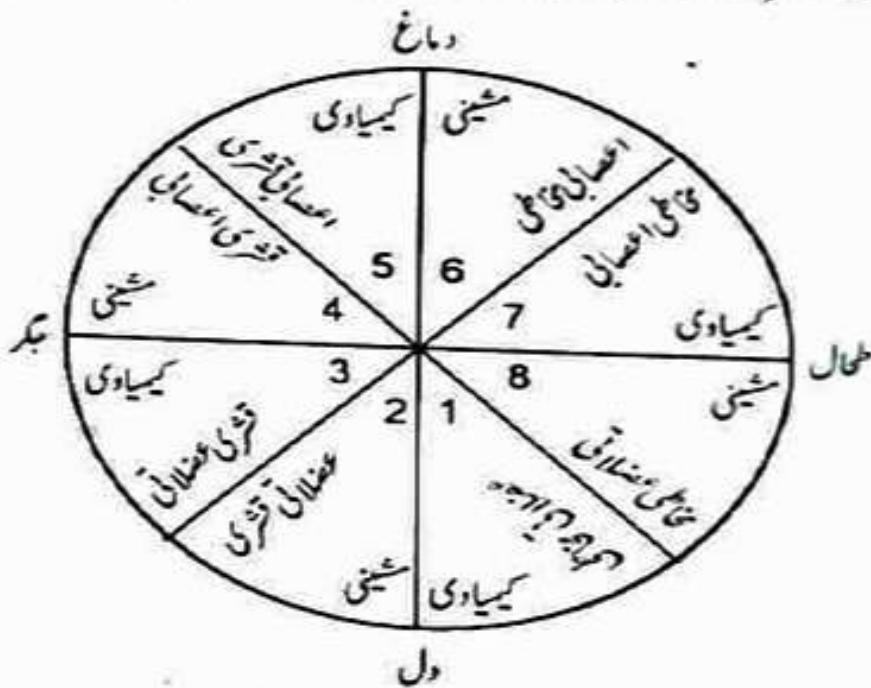
نبض اور پیشاب کا رنگ

۱۔عضلاتی مخاطی نبض میں پیشاب کا رنگ بینگنی ہوگا۔

۲۔عضلاتی قشری نبض میں پیشاب کا رنگ زردی مائل سرخ ہوگا۔

۳۔قشری عضلاتی نبض میں پیشاب کا رنگ سرخی مائل زرد ہوگا۔

۴۔قشری اعصابی نبض میں پیشاب کا رنگ سفیدی مائل زرد ہوگا۔

۵۔اعصابی قشری نبض میں پیشاب کا رنگ زردی مائل سفید ہوگا۔

۶۔اعصابی مخاطی نبض میں پیشاب کا رنگ سفید ہوگا۔

۷۔مخاطی اعصابی نبض میں پیشاب کا رنگ نیلگوں سیاہی مائل ہوگا۔

۸۔مخاطی عضلاتی نبض میں پیشاب کا رنگ سیاہی مائل بینگنی ہوگا۔

پیشاب سے تشخیص

۱۔اگر پیشاب سرخ آرہا ہوتو دل کا فعل تیز اور تحریک عضلاتی ہوگی۔

۲۔اگر پیشاب زرد آرہا ہوتو جگر کا فعل تیز اور تحریک قشری ہوگی۔

۳۔اگر پیشاب سفید آرہا ہوتو دماغ کا فعل تیز اور تحریک اعصابی ہوگی۔

۴۔اگر پیشاب سیاہ آرہا ہوتو طحال کا فعل تیز اور تحریک مخاطی ہوگی۔

فلسفہ صحت

چونکہ خون مرکب اخلاط ہے اور دل اسے شریانوں کی وساطت سے جسم کی طرف دھکیلتا ہے، اس لئے علاج کس کا کریں گے؟؟

دل کی وساطت سے خون کا!!

ہم جس خلط کو چاہیں خون کو وسیلہ بنا کر کسی بھی عضو رئیس کا فعل تیز کر سکتے ہیں اور جس عضو کا چاہیں فعل ست کر کے مرض کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے صحت کی طرف لا سکتے ہیں، یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم جب چاہیں جس بھی مفرد عضو کا فعل تیز کر کے خون میں متعلقہ خلط کم و بیش کر کے جسم انسانی کو صحت کی طرف لا سکتے ہیں، چاہے علاج بالآمالہ کریں، علاج بالجذب کریں، علاج بالضد کریں یا بالمثل یہ کوئی مشکل نہیں ہے، یہی نظریہ کا کمال ہے، جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، نظریہ نے طب کو اتنا آسان کر دیا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی، استادان فن نے نظریہ میں اتنی باتیں دریافت کر لی ہیں کہ ان کی مدد سے علاج نہایت آسان ہو گیا ہے، انشاءاللہ تعالیٰ میں وہ سب آپ کی خدمت میں آسان لفظوں میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا تا کہ آپ اس سے فائدہ حاصل کر کے ملک و قوم کی صحیح معنوں میں خدمت کر سکیں۔

تحریکات کے نمبر

ہم نے صحت کو بحال رکھنے کیلئے دل کو وسیلہ بنا کر علاج خون کا کرنا ہے کیونکہ یہ مرکب اخلاط ہے، اسی کے توسط سے مرضی اعضاء کے افعال کو درست کر کے خلط کی کمی بیشی دور کرنی ہے، اس لئے تحریکات کے نمبروں کا تعین کر لیتے ہیں، جو کہ سمجھنے اور پڑھنے میں نہایت آسانی پیدا کر دے گا، خاکہ کو غور سے پڑھیں اور ازبر کر لیں کیونکہ یہ جو نمبر لگا دیئے گئے ہیں یہی نمبر دوا کا ہوگا، یہی نمبر غذا کا ہوگا، یہی نمبر نبض کا ہوگا، دل کی کیمیاوی تحریک کا نمبر ایک ہے، دل کی مشینی تحریک کا نمبر دو ہے، جگر کی کیمیاوی تحریک کا نمبر تین ہوگا، جگر کی مشینی تحریک کا نمبر چار ہوگا۔ دماغ کی کیمیاوی تحریک کا نمبر پانچ ہوگا، دماغ کی مشینی تحریک کا نمبر چھ ہوگا، طحال کی کیمیاوی تحریک کا نمبر سات ہوگا اور اسی طرح طحال کی مشینی تحریک کا نمبر آٹھ ہوگا۔
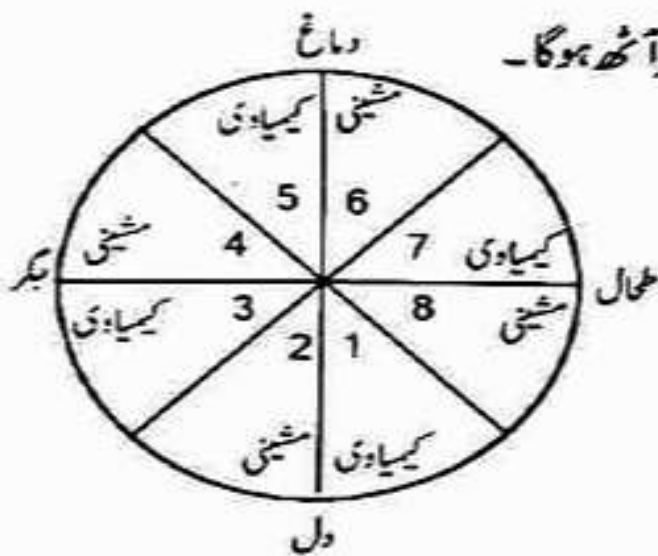
تحریکات اور اخلاط

۱۔ دل اپنی کیمیاوی تحریک میں ریاح (خشکی) پیدا کر کے خون کے اندر جمع کرتا ہے، اور مشینی تحریک میں ریاح (خشکی) پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اخراج بھی کر رہا ہوتا ہے۔

۲۔ جگر اپنی کیمیاوی تحریک میں صفراء، (گرمی) پیدا کر کے خون کے اندر جمع کر رہا ہوتا ہے اور مشینی تحریک میں صفراء، (گرمی) پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اسے خارج بھی کر رہا ہوتا ہے۔

۳۔ دماغ اپنی کیمیاوی تحریک میں بلغم (تری) پیدا کر کے خون کے اندر روک رہا ہوتا ہے اور مشینی تحریک میں بلغم (تری) پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ خارج بھی کر رہا ہوتا ہے۔

۴۔ طحال اپنی کیمیاوی تحریک میں سوداء، (سردی) پیدا کر کے خون کے اندر روک رہا ہوتا ہے اور مشینی تحریک میں سوداء، (سردی) پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ خارج بھی کر رہا ہوتا ہے۔

نتیجتاً اعضاء کی کیمیاوی تحریک میں دائمی امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور مشینی تحریک میں عارضی امراض پیدا ہوتے ہیں جن کا علاج تحریک تبدیل کر کے آسانی سے کرلیا جاتا ہے۔

مزاج کا تعیّن

مزاج کا تعین کرنے کیلئے جب ہم مریض کی نبض دیکھیں گے تو سب سے پہلے یہ دیکھیں گے کہ نبض کون سی ہے، جو نبض ہوگی اسی متعلقہ عضو رئیس میں تیزی و تحریک ہو گی، اب ہم نے عضو کی حالت دیکھ کر یہ معلوم کرنا ہے کہ مرض حاد ہے یا مزمن ہے تو اس کے لئے ہی مزاج کا تعین ضروری ہوتا ہے، مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ نبض عضلاتی ہے تو اس عضلاتی مادے کا تعلق اپنے سے پچھلے یا اگلے عضو کے ساتھ ہوگا کیونکہ اکیلا مادہ بے حقیقت ہے، اس کی کوئی وقعت نہیں جتنی دیر دوسرے کے ساتھ منفعل نہ ہو!! اس عضلاتی مادے کا تعلق اگر پچھلے عضو طحال کے ساتھ ہو تو ہم اسے دل کی کیمیاوی تحریک (عضلاتی مخاطی) کہیں گے اور اگر اگلے عضو جگر کے ساتھ ہو تو ہم اسے دل کی مشینی تحریک (عضلاتی قشری) کہیں گے، اسی طرح جب چار اعضاء رئیسہ کے چار مادے ایک دوسرے پر فعل و انفعال کرتے ہیں تو آٹھ متوسط مزاج سامنے آتے ہیں، اس کرہء ارض میں جتنی بھی اشیاء خلائق کائنات نے پیدا کی ہیں ان میں ان ہی آٹھ مزاجوں میں سے ایک پایا جاتا ہے، اسی طرح ان ہی آٹھ امزجہ کی اغذیہ ہوں گی اور آٹھ امزجہ کی آٹھ ہی ادویہ ہوں گی جن سے مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے اور قدرت کاملہ کمال فیاضی سے کام لیتے ہوئے صحت سے ہمکنار کرتی ہے۔

آٹھ امزجہ

نظریہ	کیفت	یونانی
۱۔عضلاتی مخاطی	۱۔خشک سرد	۱۔یابس بارد
۲۔عضلاتی قشری	۲۔خشک گرم	۲۔یابس حار
۳۔قشری عضلاتی	۳۔گرم خشک	۳۔حار یابس
۴۔قشری اعصابی	۴۔گرم تر	۴حار رطب
۵۔اعصابی قشری	۵۔تر گرم	۵۔رطب حار
۶۔اعصابی مخاطی	۶تر سرد	۶۔رطب بارد
۷۔مخاطی اعصابی	۷۔سرد تر	۷۔بارد رطب
۸۔مخاطی عضلاتی	۸۔سرد خشک	۸۔بارد یابس

سال کی ماہانہ تقسیم
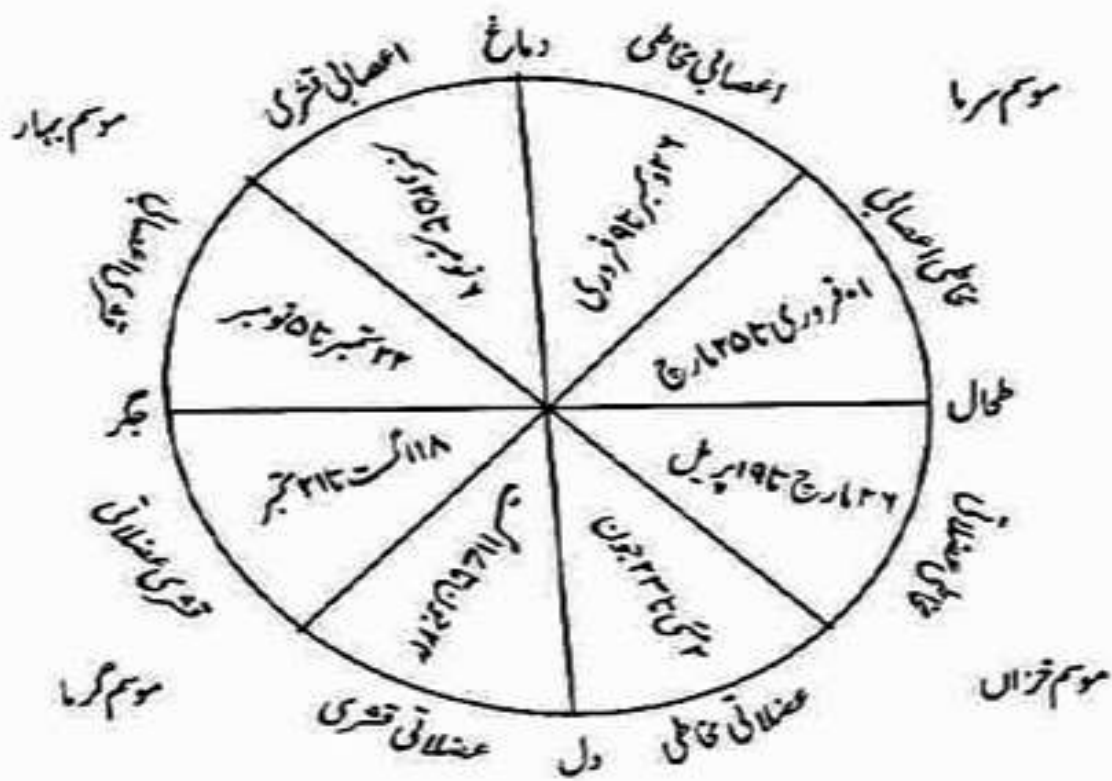
یہ سال کی ماہانہ تقسیم ہے پہلے ہر تین ماہ بعد موسم بدل کر سال کے چار میجر موسم بن جاتے ہیں جس سے ہر کوئی واقف ہے لیکن پھر ہر دو موسموں میں فعل وانفعال ہوتا ہے تو آٹھ موسم بن جاتے ہیں، انہی کے مطابق موسمی امراض آتے اور چلے جاتے ہیں۔ یعنی یہ ایک فطری نظام ہے جس کے مطابق سالانہ تقسیم ہے، جب ایک موسم دوسرے میں داخل ہو رہا ہوتا ہے تو ایک متوسط کیفیت پیدا ہو کر پچھلی (مرض) کیفیت کو ختم کر دیتی ہے۔

فاعل ومفعول مادہ

حضرت انسان ارضی (سردی) کے مادے سے وجود میں آیا، جب اس کا وجود دنیا پر (جو شر و فساد کی بستی ہے) وارد ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑائی ظاہر کرنے کیلئے اس سردی کے وجود کو دنیا (گرمی) پر بھیجا، گویا عالم بالا سے سردی اور گرمی کو ہم پر ظاہر کر دیا گیا، بس یہی دونوں فاعل مادے ہیں، جب گرمی سردی کے ساتھ منفعل ہوتی ہے تو تری پیدا ہو جاتی ہے اور جب سردی گرمی کے ساتھ منفعل ہوتی ہے تو خشکی پیدا ہو جاتی ہے، یہی مادے کی ارتقائی صورت ہے، یہی مادے کی حقیقت ہے کہ دو مادے فاعل ہیں اور دو مادے مفعول ہیں، گویا اصل مادے دو ہیں اور دو ان کی کیفیات ہیں، دو مادوں اور دو کیفیات سے انسانی مشینری کی تکمیل ہو گئی، جب ایک فاعل ایک کیفیت پر اثر انداز ہوگا تو ایک مزاج پیدا ہو جائے گا، مثلاً جب سردی خشکی پر فعل کرے گی تو یہ سرد خشک مزاج کہلائے گا، اور جب خشکی گرمی کے ساتھ منفعل ہو گی تو خشک گرم مزاج کہلائے گا، اسی طرح اثر و متاثرات سے آٹھ مزاج بن جاتے ہیں، فاعل مادوں کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں کیونکہ ان کے اثرات دائمی ہوتے ہیں اور مفعول مادوں کے عارضی۔

علاج اربعہ امزجہ

علاج بالآمالہ

۱۔عضلاتی مخاطی تحریک کا علاج قشری عضلاتی دوا سے کریں۔

۲۔عضلاتی قشری تحریک کا علاج قشری اعصابی دوا سے کریں۔

۳۔قشری عضلاتی تحریک کا علاج اعصابی قشری دوا سے کریں۔

۴۔قشری اعصابی تحریک کا علاج اعصابی مخاطی تحریک سے کریں۔

۵۔اعصابی قشری تحریک کا علاج مخاطی اعصابی دوا سے کریں۔

۶۔اعصابی مخاطی تحریک کا علاج مخاطی عضلاتی دوا سے کریں۔

۷۔مخاطی اعصابی تحریک کا علاج عضلاتی مخاطی تحریک سے کریں۔

۸۔مخاطی عضلاتی تحریک کا علاج عضلاتی قشری دوا سے کریں۔

یہ علاج بالآمالہ ہے اس طریقے سے علاج کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اگر اس سے بھی تیز کرنا مقصود ہو تو اس عضو سے اگلے عضو کی مشینی تحریک کی دوا بھی ساتھ ہی ملا کر دیں، یعنی جیسے عضلاتی مخاطی تحریک کا علاج قشری عضلاتی دوا سے کیا گیا ہے اسی عضو (جگر) کی مشینی تحریک کی دوا (قشری اعصابی) شامل کر دینے سے علاج کی رفتار نہایت تیز ہو جاتی ہے۔

علاج بالضد

اگر علاج بالضد کی ضرورت محسوس کریں تو جس عضو میں تحریک ہو اس کے مخالف عضو میں تسکین ہوتی ہے وہاں تحریک پیدا کر دیں، اگر تسکین اس عضو کے کیمیاوی حصہ میں ہو تو کیمیاوی حصہ میں ہی تحریک پیدا کریں، اگر تسکین عضو کے مشینی حصہ میں ہو تو تحریک بھی اس عضو کے مشینی حصہ میں ہی پیدا کریں۔

۱۔عضلاتی مخاطی کیلئے اعصابی قشری دوا ہے۔

۲۔عضلاتی قشری کیلئے اعصابی مخاطی دوا ہے۔

۳۔قشری عضلاتی کیلئے مخاطی اعصابی دوا ہے۔

۴۔قشری اعصابی کیلئے مخاطی عضلاتی دوا ہے۔

۵۔اعصابی قشری کیلئے عضلاتی مخاطی دوا ہے۔

۶۔اعصابی مخاطی کیلئے عضلاتی قشری دوا ہے۔

۷۔مخاطی اعصابی کیلئے قشری عضلاتی دوا ہے۔

۸۔مخاطی عضلاتی کیلئے قشری اعصابی دوا ہے۔

علاج الضد کرنے کیلئے حکیم کو نبض کا ماہر ہونا چاہیئے ورنہ اس علاج میں بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی، اس کے علاوہ علم الامراض پر دسترس بھی بہت ضروری ہے۔

علاج بالجذب

اس طریقہ علاج میں ہم خون کا رخ پچھلے عضو کی طرف موڑ کر کرتے ہیں، اگر مرض کیمیاوی تحریک کا ہو تو پچھلے عضو کی کیمیاوی تحریک کی دوا دیں، اگر مرض مشینی تحریک کا ہو تو پچھلے عضو کی کیمیاوی دوا دو حصے اور مشینی تحریک کی دوا ایک حصہ ملا کر دیں۔

۱۔ عضلاتی مخاطی کا علاج مخاطی اعصابی سے کریں۔

۲۔ عضلاتی قشری کا علاج مخاطی اعصابی اور مخاطی عضلاتی سے کریں۔

۳۔ قشری عضلاتی کا علاج عضلاتی مخاطی سے کریں۔

۴۔ قشری اعصابی کا علاج عضلاتی مخاطی اور عضلاتی قشری سے کریں۔

۵۔ اعصابی قشری کا علاج قشری عضلاتی سے کریں۔

۶۔ اعصابی مخاطی کا علاج قشری عضلاتی اور قشری اعصابی سے کریں۔

۷۔ مخاطی اعصابی کا علاج اعصابی قشری سے کریں۔

۸۔ مخاطی عضلاتی کا علاج اعصابی قشری اور اعصابی مخاطی سے کریں۔

یہ سب علاج بالجذب ہے اس کیلئے علم نبض اور علم پتھیالوجی پر مکمل دسترس حاصل ہو تب یہ علاج کریں ورنہ پھنس جائیں گے۔

علاج بالمثل

اس طریقہ علاج میں جس تحریک کا مرض ہو اسی تحریک کا مسہل ایک رتی کی مقدار میں دینے سے قوت حیات ابھر کر علاج کیلئے ہوشیار ہو جاتی ہے اور اس علاج میں بڑی آسانی ہے۔

۱۔ عضلاتی مخاطی کیلئے عضلاتی مخاطی مسہل ایک رتی دیں۔

۲۔ عضلاتی قشری کیلئے عضلاتی قشری مسہل ایک رتی دیں۔

۳۔ قشری عضلاتی کیلئے قشری عضلاتی مسہل ایک رتی دیں۔

۴۔ قشری اعصابی کیلئے قشری اعصابی مسہل ایک رتی دیں۔

۵۔ اعصابی قشری کیلئے اعصابی قشری مسہل ایک رتی دیں۔

۶۔ اعصابی مخاطی کیلئے اعصابی مخاطی مسہل ایک رتی دیں۔

۷۔ مخاطی اعصابی کیلئے مخاطی اعصابی مسہل ایک رتی دیں۔

۸۔ مخاطی عضلاتی کیلئے مخاطی عضلاتی مسہل ایک رتی دیں۔

اس طریقہ علاج میں کچھ انتظار کرنا پڑتا ہے، اگر دو تین گھنٹوں میں نتیجہ برآمد نہ ہو تو ہر پندرہ منٹ بعد دو خوراکیں ایک ایک رتی کی دہرا دیں، انشاءاللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

چار انسانی زہر

جسم میں چار قسم کے زہر پائے جاتے ہیں۔

۱۔سائیکوسس (بواسیری زہر)

۲۔سورا (سوزاکی زہر)

۳۔سفلس (آتشکی زہر)

۴۔سکروفولرز (خنازیری زہر)

زہر کی تعریف۔زہر ایسی چیز ہے جس کے کھانے سے جسم انسانی آناً فاناً ہی تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

زہر کا بننا۔جب خون میں ایک خلط بڑھ جاتی ہے تو اس میں تعفن پیدا ہونے لگتا ہے، تعفن کے بعد اس میں خمیر در خمیر کے عمل سے زہر کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔
جسم میں تذکرہ اولیٰ چار قسم کے زہر چار قسم کی اخلاط سے اس وقت بن جاتے ہیں جب ان میں سے ایک میں تعفن اور خمیر پیدا ہو جاتا ہے اور جب یہ جسم میں سے کسی طور خارج نہیں ہوتا تو باعث مرض بن جاتا ہے، اگر آپ اس امر کو ذہن میں رکھیں گے تو علاج میں کبھی ناکامی نہیں ہوگی، جس خلط کا تعفن ہو اس سے اگلے عضو کا تریاق

دیں، جب زہر کے اثرات ذرا کم ہوں تو جو زہر تھا اسی تحریک کا مسہل دے کر اخراج کر دیں، یا اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مثلاً سوزاکی زہر تھا جو کہ جگر کی کیمیاوی تحریک میں جمع ہوتا ہے تو علاج کیلئے جگر کی مشینی تحریک کا مسہل دیں اور اعصابی تحریک کا تریاق دیں فوراً فائدہ ہو جائے گا۔

اگر دو زہریں آپس میں مل جائیں تو دوران خون کے مطابق پچھلی زہر کا مسہل سے اخراج کریں، مثلاً جب بواسیری اور سوزاکی زہر آپس میں مل جائیں تو بواسیری زہر کو بذریعہ مسہل خارج کر کے جگر کی مشینی تحریک (قشری اعصابی) تریاق دیں، جب حالات ذرا کنٹرول میں ہو جائیں دماغ کی مشینی تحریک کا ملین بھی شامل علاج کر لیں، علامات دور ہونے پر چند روز دماغ کی مشینی تحریک کی اکسیر (اعصابی مخاطی) کھلا دیں۔

ایک ضروری اعلان

ہر انگریزی ماہ کے پہلے اتوار صبح دس بجے ہیلتھ کیئر کلینک ۲۹ بی وارث کالونی نزد چونگی ملتان روڈ وحدت روڈ پر ماہانہ اجلاس ہوتا ہے، جو ایک بجے ختم ہو جاتا ہے، جس میں طب کے شائقین دور و نزدیک سے تشریف لاتے ہیں، باہم گفت و شنید ہوتی ہے جس سے کچھ حاصل ہوتا ہے، اس کے علاوہ مرض اور مریضوں کے بارے میں بحث ہوتی ہے، اگر آپ بھی اس میں حصہ لینا چاہیں تو اس کی کوئی فیس وغیرہ نہیں ہے۔

جب ایک زہر کا اثر زوروں پر ہو تو قدرت اس کے اسباب پیدا فرما دیتی ہے کہ اسی طاقت سے اس کا اخراج شروع ہو جاتا ہے، اور زہر کا توڑ زہر سے ہی ہوتا ہے لہٰذا اس وقت دو زہر آپس میں مل کر علامات پیدا کر دیتے ہیں، اسی فطری اصول پر چل کر آپ نے زہروں کا اخراج کر کے قانون فطرت کی مدد کرنی ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوگا کہ کونسا زہر مرض کا سبب بن رہا ہے اس کیلئے ایک تو ہر زہر کی اپنی اپنی مخصوص علامات ہیں دوسرا نبض اس ضمن میں بہت معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے، علم نبض سیکھیں اور آج کل کی لیبارٹریوں سے بے نیاز ہو جائیں، کلید مطب سے مدد حاصل کریں۔

حضرت انسان

انسان کی بنیاد محض ایک ہڈیوں کے ڈھانچے پر قائم ہے جو کیلشیم سے ترکیب ہے، پھر اس ڈھانچے کے اوپر عضلات و اعصاب کے پرت ہیں اور ان کے اوپر جلد (غدد ناقلہ) کا پردہ ڈال کر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اسے خوبصورت بنا کر دنیا فانی پر بھیج دیا، آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر بچے کو کیلشیم زیادہ کھلایا جائے تو اس کا قد حیرت انگیز طور پر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے، اگر اسے کھانے میں ترشیاں ملا دی جائیں تو اس پر گوشت کی تہیں چڑھنی شروع ہو جاتی ہیں، اگر اس کے کھانے میں نمک بڑھا دیا

جائے تو اس کے غصے کی انتہا نہیں رہتی، اگر اس کی غذاؤں میں کھار (الکلی) بڑھادی جائے تو یہ متلون مزاج، خوش گفتار، خوش اطوار بن جاتا ہے کیونکہ الکلی نرمی پیدا کر دیتی ہے، انہی چار چیزوں (کیلشیم، تیزاب، نمک، کھار) کے مناسب تناسب سے انسان مرکب ہے اور انہی سے اثر و تاثیر حاصل کرتا ہے، اگر کسی اور رخ سے غور کیا جائے تو خون کی روح طبی سے پہلے مادہ تھا، مادے نے اپنا جسم چھوڑا تو مادے کی لطیف صورت ایتھر تھی اور ایتھر کی لطیف صورت آفاق تھی، آفاق کی لطیف صورت نور تھی، نور کی لطیف صورت تک کوئی نہیں پہنچ سکا صرف قیاسات ہیں، یہاں سے روحانیت شروع ہو جاتی ہے جو اہل علم تک محدود ہے۔

آسان عضوی علاج

جب مریض آپ کے پاس آئے تو سب سے پہلے کلائی پر تڑپنے والی رگ کے ذریعے
تمام مرض تلاش کریں۔ پھر تحریک معلوم کریں پھر اس تشخیص کو حتمی نتیجے تک پہنچانے
کیلئے مریض سے سوالات کریں۔
اگر مرض جگر میں قشری تحریک سے ہوتو تحلیل اور تسکین جگر سے علاج کریں۔ تحلیل کی
دوا (اعصابی قشری) ایک حصہ اور تسکین کی دوا (اعصابی مخاطی) دو حصے ملا کر حسب
ضرورت، شدید، ملین، تریاق واکسیر کام میں لائیں۔
اگر مرض دل میں تحلیل کا ہوتو تحریک قشری ہی ہوگی لیکن علاج کیلئے دل میں تحریک اور
تحدیر پیدا کریں۔ تحدیر کی دوا (مخاطی اعصابی، مخاطی عضلاتی) دونوں ملا کر پچاس
گرام اور تحریک کی دوا (عضلاتی مخاطی) پچیس گرام ملالیں اور پانچ گرام دوا کھانے
کے بعد مناسب بدرقہ سے تین مرتبہ دیں۔
اگر تحریک قشری ہے۔ تسکین سے طحال میں مرض واقع ہوگیا ہے صرف تحریک پیدا
کریں۔ مخاطی عضلاتی، مخاطی اعصابی دوا، دو اور ایک کی نسبت سے ملا کر تین مرتبہ
کھانے کے بعد دیں۔
اگر قشری تحریک سے دماغ میں تحدیر کا مرض ہے تو قشری اعصابی قشری دوائیں دیں۔

عمل اور ردعمل

علاج کے سلسلہ میں عمل اور ردعمل کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جو حکیم ان کو سمجھ گیا وہ کہیں مار نہیں کھائے گا، جب ہم کوئی بھی چیز کھاتے ہیں، خواہ وہ غذا ہو، خواہ دوا ہو، خواہ غم ہو یا خوشی یہ سب عمل کی صورتیں ہیں، چاہے ان کا تعلق نظام ہضم سے ہو یا ان کا کیفیاتی ونفسیاتی اثر جسم پر وارد ہو یا انجکشن کے ذریعے کوئی دوا خون میں داخل کردی جائے، تو وہ جسم میں جاتے ہی جو پہلا فعل کرے گی عمل کہلائے گا، جیسے چائے پینے سے اسی وقت ایک قسم کی حرارت اور توانائی محسوس ہوتی ہے، فریج کے ٹھنڈے پانی کی مثال لے لیں سب سے پہلے منہ سے لے کر معدے تک ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے، کوئی چٹ پٹی چیز کھانے سے منہ میں کرارہ پن اور لذت محسوس ہوتی ہے، یہ سب عمل کی صورتیں ہیں۔

جسم میں کوئی بھی چیز داخل ہونے کے بعد ابتدائی تبدیلی کس قسم کی کرتی ہے، یعنی وہ ابتدائی حالت جو پہلی سے قطعی مختلف ہو، جس سے انسان اپنے اندر ایک واضح تبدیلی محسوس کرے عمل کہلاتی ہے۔

اس کے بعد وہ شے جو جسم میں داخل ہوئی تھی وہ ہضم وجذب ہو کر خون میں اپنے کیا اثرات چھوڑتی ہے، یہ ردعمل کہلاتا ہے، یعنی آپ نے چائے پینے سے جو حرارت اور

توانائی محسوس کی وہ اس کا عمل تھا، اس کے بعد اس نے خون میں شامل ہو کر جو اثرات چھوڑے خواہ برے ہوں یا بھلے یہ اس کا ردعمل کہلائے گا، اس نے ردعمل کے طور پر دل کے فعل کو تیز کیا، دل کے تیز فعل نے جسم میں توانائی کی لہر دوڑادی یہی چائے کا ردعمل ہے، نمک کو لے لیں اسے منہ میں ڈالیں تو یہ منہ میں نمکین ذائقہ دیتا ہے یہ نمکین ذائقہ اس کا عمل ہے اور جب یہ خون میں شامل ہو جائے گا تو خون کے قوام کو رقیق کر کے شریانوں میں آسانی سے گذار دے گا یہ اس کا فعل کہلائے گا اور نمک کھانے سے جسم ایک قسم کی تیزی سی محسوس کرے گا اور منہ خشک ہونے لگے گا اور پیاس کی طلب محسوس ہوگی یہ پیاس کی طلب نمک کھانے کے ردعمل کے طور پر پیدا ہوئی ہے، یعنی نمک نے جو تلخی وتیزی اور گرمی پیدا کی تھی اس کو دور کرنے کیلئے پیاس محسوس ہوئی بس یہی نمک کھانے کا ردعمل ہے، اسی طرح فریج کا پانی پینا اور اس سے فرحت وتازگی محسوس ہونا اور وقتی طور پر ہی سہی پیاس کو ختم کرنا اس کا عمل ہے، خون پر اثر انداز ہو کر اسے غلیظ کرنا اس کا فعل کہلائے گا اور جلد ہی دوبارہ پیاس لگنا اور ایک قسم کی تلخی سی محسوس ہونا اس کا ردعمل ہے، پیٹ بھر کر مرچ مصالحے سے بھرپور گوشت کھانا، اس سے لذت محسوس ہونا اور جسم میں گرمی اور توانائی کی لہر دوڑ جانا اس کا عمل ہے اور پھر اس کے ردعمل کے طور پر پیاس لگنا اور پھر جی بھر کر پانی یا کوئی ٹھنڈا مشروب پینا اور اس کے نتیجے میں نبض میں مخاطی مادے کا پیدا ہونا اس کا ردعمل ہے، ردعمل کیا ہے؟

طبیعت مدبرہ بدن کا مددگار، یا طبیعت مدبرہ بدن کا قائم مقام!!

یہ چند مثالیں دے کر سمجھانے کا مطلب یہی ہے کہ آپ عمل اور ردعمل کو سمجھ سکیں۔

ایک مریض کو ہیضہ ہو جاتا ہے، قے واسہال شروع ہو جاتے ہیں یہ اس تعفن زدہ مادہ کو نکالنے کیلئے قوت مدبرہ بدن حرکت میں آئی ہے جو اس ضرر رساں مادے کو نکالنے کے درپے ہے، قے واسہال اتنے ہو جاتے ہیں کہ مریض کا چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے شدید نقاہت ہو جاتی ہے اب اس وقت جسم گرم ہونا شروع ہو جاتا ہے، جسم کا گرم ہونا ہی ردعمل ہے کیونکہ قے واسہال کے ذریعے جسم میں حرارت کی کمی ہوگئی تھی اس کے ردعمل کے طور پر ہی جسم گرم (بخار) ہونا شروع ہو گیا تھا، اگر اس وقت آپ اس عمل اور ردعمل کو سمجھتے ہوں گے تو جسم کو مزید گرم کرنے کی دوا (قشری عضلاتی) دیں گے اور مریض صحت مند ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک اور مریض ہے اسے سردی لگ کر بخار ہو گیا ہے اور اس کی حرارت ایک سو دو تک پہنچ گئی ہے، یہ بخار اس کی سردی کو دور کرنے کے ردعمل کے طور پر ہوا تھا لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ ایک سو دو بخار بھی عمل (سردی لگ جانا) کو دور کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے اور لرزہ سے بخار بڑھ جاتا ہے، یہ لرزہ پیدا ہونا اس ناکام ردعمل کو مزید بڑھانے کی کوشش میں ہوا ہے لرزہ ایک قسم کی عضلات کی شدید حرکت ہے جس سے حرارت پیدا ہوتی ہے اب اس لرزے کے بعد بخار مزید تیز ہو جائے گا اور سردی (عمل) کے ردعمل کے طور پر جسم کی حفاظت کرے گا اب یہاں حکیم کا کیا کام ہے؟ کہ اس ساری صورتحال پر گہری نگاہ رکھے اور اس ردعمل (بخار) کی مدد کے طور پر مزید گرمی پیدا کرے تاکہ سردی کا سد باب ہو سکے اور بخار ٹھیک ہو

جائے ،امید ہے اس کیس سے بھی آپ کو سمجھنے میں مدد ملی ہو گی اس میں جب سردی لگی تھی تو نبض سست ہو گئی تھی اور پیشاب وغیرہ بھی سفید آنے لگا تھا بلڈ پریشر بھی کم ہو گیا تھا، تو ردعمل کے طور پر نبض میں قشری مادہ پیدا ہو جائے گا اور یوں یہ حرارت پوری کرنے کی ایک کوشش ہوتی ہے۔ اسے ہی عمل اور ردعمل کہیں گے جو حکیم اس کو سمجھ لیتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

اب مرض اور علاج کے حوالے سے ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ ایک مریض کو جریان منی کی شکایت ہے، جریان منی کثرت صفراء کی وجہ سے رقت اور اس سے پیدا شدہ علامت ہے اور جب ہم اس مریض کی نبض دیکھتے ہیں تو وہ بھی مخاطی عضلاتی چل رہی ہوتی ہے حالانکہ یہ مرض قشری تحریک کا تھا اور نبض قشری ہی چلنی چاہیے تھی مزید جب ہم مریض سے پوچھتے ہیں کہ پیشاب کیسا آ رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جلندار اور زرد آتا ہے اب یہ بھی قشری تحریک کی علامت بتا رہا ہے لیکن نبض اس کے مخالف عضلاتی مخاطی یا مخاطی عضلاتی چل رہی ہوتی ہے بس یہی ردعمل ہے اور یہ اس بات کا غمازی ہے کہ یہی دوا دی جائے۔

بعض اوقات مرض کے مطابق ایک یا اس سے زیادہ مادے ردعمل کے طور پر چلتے ہیں آئیں اس بات پر بحث کرتے ہیں اس سے آپ کو نبض اور مرض کی ماہیت سمجھ کر علاج کرنے میں بڑی سہولت حاصل ہو جائے گی، اگر آپ نے اس بات کو سمجھ لیا گویا آپ نے ایک بہت بڑا مسئلہ سمجھ لیا اور یہی فن کی معراج ہے۔

ایک آدمی کو سوزاک ہو گیا ہے، پہلے درجہ میں اس کو پیشاب زرد، کم مقدار اور جلن کے

ساتھ آنے لگتا ہے نبض اس وقت قشری عضلاتی ہوتی ہے لیکن دونوں کلائیوں پر چوتھی انگلی کے مقام پر شدید ٹھوکر لگائے گی، ان علامات کی روشنی میں مریض خیال کرتا ہے کہ اسے گرمی کی شکایت ہوگئی ہے تو وہ ٹھنڈا پانی، ٹھنڈے مشروبات، دودھ سوڈا، اور کچھ نہیں تو کچی لسی ہی پینے لگتا ہے جس سے عارضی طور پر ہی سہی کچھ نہ کچھ سکون ضرور ہو جاتا ہے تو وہ اس سلسلہ کو جاری رکھتا ہے لیکن گھر میں گوشت بھنا ہوا تھا اسے علم نہیں کہ یہ میرے مرض میں اضافہ کرے گا صبح جب اٹھتا ہے تو پیشاب کی جلن میں خاصہ اضافہ ہو چکا ہوتا ہے اور پیپ بھی جاری ہو جاتی ہے تو وہ اور زیادہ ٹھنڈی غذائیں اور مشروبات استعمال کرنے لگتا ہے اس سے اسے فائدہ محسوس ہوتا ہے تو وہ یہی چیزیں استعمال میں رکھتا ہے، اس وقت اگر نبض دیکھی جائے تو وہ غذا کے اثر و تاثیر سے اعصابی یا اعصابی کی طرف مائل ہوگی یہی ردعمل ہے، مرض کی ماہیت کو سمجھتے ہوئے اس ردعمل کی مدد ہی علاج ہے، اب اگر نباض صرف نبض دیکھنے پر ہی اکتفا کرے گا تو اعصابی سمجھتے ہوئے غلط دوا دے سکتا ہے اگر وہ نباض ہونے کے ساتھ ساتھ علم الامراض سے بھی واقف ہے تو کبھی بھی غلط دوا نہیں دے گا بلکہ ردعمل کی مدد کرتے ہوئے اعصابی دوا دے کر ہی علاج کرے گا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاج کیلئے علم الامراض کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے، اسی طرح نبض کو غور سے دیکھ کر مریض سے پیشاب پاخانے کے بارے میں بھی سوال کریں، یہ سوالات مرض کو سمجھنے میں بہت مدد کرتے ہیں، سو ساتھیو میں نے عمل اور ردعمل پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے، امید ہے کچھ نہ کچھ ضرور سمجھ گئے ہوں گے، یہ زریں نقاط ہوتے ہیں انہیں سمجھنے کی کوشش کیا کریں۔

نظریہ اربعہ کی سچائی

نظریہ اربعہ کی سچائی عملی طریقے سے اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اگر ہم گرم اغذیہ و ادویہ استعمال کریں تو جگر اپنے فعل کو تیز کر کے خون میں صفراء بڑھا دیتا ہے، اگر ہم اعصابی اغذیہ وادویہ استعمال کریں تو دماغ کے فعل میں تیزی پیدا ہو کر خون میں بلغم بڑھ جاتی ہے، اگر ہم مخاطی اغذیہ وادویہ استعمال کریں تو طحال کے فعل میں تیزی پیدا ہو کر خون میں سوداء بڑھ جاتا ہے، اگر ہم عضلاتی اغذیہ وادویہ استعمال کریں تو دل اپنے فعل کو تیز کر کے خون میں ریاح بڑھا دیتا ہے، غرضیکہ ہم جیسی بھی غذا یا دوا کھائیں گے جسم میں اسی قسم کی علامات پائی جائیں گی، کیا اس سے بڑھ کر بھی نظریہ کی سچائی کی دلیل دینے کی ضرورت ہے؟ قانون مفرد اعضاء اربعہ سچ ہے اور قانون فطرت کے عین مطابق چل رہا ہے، اس کے علاوہ یونانی طب کے قوانین کے بھی عین مطابق ہے۔

طب یونانی کی تمام کتابوں میں سوداء کا مرکز طحال لکھا گیا ہے، اور ہزاروں سالوں سے طب یونانی اسی قانون پر عمل پیرا ہے، اور کامیاب علاج کر رہی ہے۔

طب یونانی صدیوں سے رائج ہے اگر آپ اس کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ابن سینا جیسے فلاسفر نے بھی سوداء کا تعلق طحال سے ہی قائم کیا ہے، اور ان کے لکھے ہوئے کو قانون کا درجہ حاصل ہے۔

اس کے علاوہ پچھلے اوراق میں لکھ چکا ہوں کہ سرد اغذیہ وادویہ کھانے سے طحال اپنے فعل کو تیز کر کے خون کو گاڑھا کر دیتی ہے اور یہ خلط سوداء کا فعل ہے کہ خون میں غلظت پیدا کر دے، اور خشک اغذیہ وادویہ کھانے سے دل اپنے فعل کو تیز کر دیتا ہے اور خون میں خلط ریح بڑھ کر ریاحی علامات پیدا کر دیتی ہے، اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ریح اور سوداء، دو الگ الگ اخلاط ہیں، اور اپنے اپنے مرکز کے تحت کام کرتی ہیں اور اپنے اپنے عضو سے پیدا ہو کر خون میں اپنی الگ علامات پیدا کر دیتی ہیں، اس کے علاوہ اسقلی بیوس، بقراط، سقراط، دیسقیوریدوس، لقمان، جالینوس، ذکریا رازی، ابو القاسم زہراوی اور بو علی سینا جیسے جید حکماء نے جو قانون وضع کئے تھے ان میں تبدیلی نہایت سوچ سمجھ کر ہی ممکن ہے، ایسے ہی دم کو منہ کی طرف تو نہیں لگایا جا سکتا آخر ہر کام کا کوئی کلیہ قاعدہ ہوتا ہے۔

اہمیت نظریہ

نظریہ مفرد اعضاء کی اہمیت اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص نظریہ سمجھتا ہے اس کیلئے مشکل سے مشکل علاج بھی کوئی پریشان کن مسئلہ نہیں وہ دنیا کی ہر ایک شے کو نظریہ کی رو سے ہی دیکھتا اور پرکھتا ہے، اس مادی دنیا میں جو بھی شے موجود ہے خواہ وہ بے جان ہو یا جاندار اس کی ترکیب ارکان اربعہ (ہوا، آگ، پانی اور مٹی) ہی ہے، اور ان کے چار مزاج اور چار ہی کیفیات (خشکی، گرمی، سردی، تری) ہیں، انسان بھی اسی کرہ ارض کی مخلوق ہے اس میں بھی یہی چار ارکان، چار مزاج، چار کیفیات پائی

جاتی ہیں، کسی ایک کیفیت کا اعتدال سے ہٹ جانا مرض کہلاتا ہے اسے اعتدال پر لے آنا صحت کہلاتا ہے، اس کمی بیشی کو معلوم کرنے کیلئے طب میں متعدد طریقے رائج ہیں، جیسے نبض، پیشاب، مریض کے زبانی حالات، منہ کا ذائقہ، اردگرد کا ماحول، بودو باش وغیرہ۔

اس جدید دور میں ایسی ایسی مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں جو ٹی وی سکرین پر دل کی ایک ایک حرکت بیان کر دیتی ہیں اور آپ انہیں نوٹ کر کے ساتھ ساتھ تشخیص مکمل کرتے جاتے ہیں، لیکن ایک المیہ ہے کہ آج کا ڈاکٹر ان مشینوں میں الجھ کر رہ گیا ہے، مثلاً ایک ایکس رے یا الٹرا ساؤنڈ کرانے جائیں تو اس کی رپورٹ حاصل کرنے کو ایک دن تو ضرور لگ جاتا ہے اتنی دیر میں مریض بے شک اللہ کو پیارا ہو جائے، لیکن ہم نے اس کا حل یہ کیا ہے کہ علم نبض کے ذریعے کلائی پر انگلیاں رکھتے ہی مرض بیان کر دیا جاتا ہے لیکن آج کے طبیب بھی سست ہیں علم سیکھنے کا شوق ان میں مفقود ہے حالانکہ ایک ماہر نباض کی یہ چار انگلیاں اس کے پاس ایک مکمل لیبارٹری کی شکل میں موجود ہیں، ایک نباض کلائی پر انگلیاں رکھتے ہی یہ بتا دیتا ہے کہ اس کے کس ٹشو میں کیا خرابی ہے اور کون سے عضو رئیس کا فعل کم یا زیادہ ہو کر متعلقہ خلط بڑھا کر مرض کا باعث بن رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے یہ علم صرف مسلمانوں کو دیا ہے، یوں تو نبض سے تشخیص کے بے شمار واقعات ہیں لیکن حال ہی کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

میرے ایک اچھے دوست ڈاکٹر مفتی منیر الاسلام علوی ہیں ایک چھ سالہ بچی کو میرے

پاس لائے اور کہنے لگے حکیم صاحب اس بچی کو دیکھیں کہ اسے کیا مرض پیدا ہو گیا ہے، لہٰذا میں نے بچی کی نبض دیکھی جو قشری شدید تھی میں نے ان سے کہا کہ اس بچی کے خون میں کریات ابیض W.B.C نہیں بن رہے ہیں، اس بچی کے والدین جو کہ اس کے ساتھ تھے کہنے لگے حکیم صاحب ہم اس بچی کے کئی ٹیسٹ کروا چکے ہیں ڈاکٹروں نے کئی ماہ کے ٹیسٹوں کے بعد بتایا ہے کہ اسے بلڈ کینسر ہے اور اس کے خون میں W.B.C نہیں بن رہے ہیں، حکیم صاحب ہمیں حیرانی ہے کہ آپ نے صرف آدھے منٹ میں وہی رپورٹ دی ہے جو ڈاکٹروں نے کئی درجن ٹیسٹوں اور مہینوں کے بعد دی ہے، کیا علم نبض کی اہمیت کا آپ کو اس واقعہ سے اندازہ نہیں ہو جاتا ہے؟ سب بھائیوں سے التماس ہے کہ علم نبض سیکھیں اور مشینوں کی محتاجی ختم کریں۔

غذا کی اہمیت

جسم کی مشین صرف اور صرف غذا سے ہی چلتی ہے، اس سے پہلے صفحات میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ ہم جس قسم کی غذا کھائیں گے خون میں اسی قسم کی خلط کا اضافہ ہوگا، یعنی خون اس غذا کی وجہ سے تیار ہوتا ہے جو ہم کھاتے ہیں، اس لئے غذا کے ذریعے ہی اول صحت جانیں اور سب سے پہلے مریض کا غذائی چارٹ ہی ترتیب دیں، پھر اسے اسی گروپ کی دوا دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مریض کو فائدہ نہ ہو، خون میں غذا پچاس فیصد، دوا پچیس فیصد اور قوت مدبرہ بدن بھی پچاس فیصد کام کرتی ہے، قوت مدبرہ بدن ہر کسی کی الگ الگ ہوتی ہے، لیکن پچھتر فیصد علاج تو حکیم کے ہاتھ میں ہے کہ

آپ دوا دیتے وقت صحیح غذا ترتیب دے کر مریض کا پرچہ بنا کر اسے دیں اور اسے غذا پر سختی سے عمل کرنے کی ہدایت کریں۔ یہ دیکھیں کہ دنیا میں جتنے بھی نامور پہلوان اور چیمپین گذرے ہیں کیا انہوں نے اپنے جسم دوا سے بنائے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں !! وہ صرف اور صرف Slected غذا سے ہی پہلوان بنے تھے، غذا کو علاج میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، جو بھی طریقہ علاج غذا کی اہمیت سے واقف ہوگا وہی کامیاب ہو گا دوسرا فیل ہو جائے گا۔

ذیل میں ہم نے آٹھ امزجہ کی آٹھ غذائیں لکھ دی ہیں مریض کو جس تحریک کی دوا دیں اسی تحریک کی غذا دیں، اس سے کامیابی لازمی ہو جاتی ہے۔

۱۔عضلاتی مخاطی غذائیں یہ غذائیں خون میں خشکی سردی کی علامات پیدا کرتی ہیں، یعنی ریاح پیدا ہو کر رک رہی ہوتی ہیں۔

ناشتہ مربہ آملہ، مربہ ہریڑ، مربہ بہی چاندی کے ورق میں لپیٹ کر کھائیں مربہ کو ہمیشہ دھو کر استعمال کرنا چاہیئے کیونکہ ان کو کیمیکلز کی مدد سے عرصہ تک صحیح رکھا جاتا ہے، مونگ پھلی، ناریل کچا، شربت انجبار، سادہ پتی کا قہوہ لیموں ڈال کر پئیں۔

دوپہر ارہر کی دال، ہرا چھولیا، موٹھ، کچنار، لوبیا سفید، کالے چنے اور ان کی یخنی، باجرے کی روٹی، لیموں کا اچار، انار دانہ کی چٹنی، کچے آموں کی چٹنی، امچور۔

شام دوپہر والے سالن کھا کر سادہ چپاتی کا قہوہ لیموں نچوڑ کر پئیں، بادیان خطائی، دار چینی اور الائچی سفید کا قہوہ، ترش پھلوں کے جوس پئیں۔

پھل جامن، فالسہ، آلوچہ، انناس، آلو بخارا ترش، املی، رس بھری، ترش انار، جاپانی پھل، کینو، سکنجبین۔

۲۔عضلاتی قشری غذائیں

یہ غذائیں خون میں خشکی گرمی پیدا کرتی ہیں، یعنی گیس پیدا ہونے کے ساتھ پرزور آواز سے خارج بھی ہوتی ہے۔

ناشتہ چھوہاروں میں پستہ بھر کر گھی میں بریاں کر کے کھائیں، بھنے ہوئے چنے، ابلے ہوئے انڈوں کی زردیاں، بیسن کا حلوہ، قہوہ دار چینی یا شربت دار چینی۔

دوپہر فرائی انڈے، بڑا گوشت، اور اس کے کباب، کریلے قیمہ، ٹماٹر کی چٹنی، بڑے سری پائے، ثابت مسور، چنے، بیسن میں تلی ہوئی مچھلی، بیسن کی روٹی میتھی ڈال کر، سالن پر سرکہ ڈال کر کھائیں، سرخ مرچ، قہوہ دار چینی پئیں۔

شام دوپہر والے سالن چمچ سے کھائیں، انڈے اور چائے، چھوہارے دار چینی کا قہوہ، بڑے گوشت کی یخنی۔

پھل خوبانی خشک، مویز (منقیٰ)، آڑو، پستہ اخروٹ وغیرہ۔

۳۔قشری عضلاتی غذائیں یہ غذائیں صفراء پیدا کر کے خون میں روک رہی ہوتی ہیں، لہٰذا عضلاتی اور مخاطی امراض ختم ہو جاتے ہیں۔

ناشتہ انڈوں کا آملیٹ، انڈوں کا حلوہ، کھجوریں، نان حلیم، شہد سلائس، قہوہ اجوائن، قہوہ تیزپات کلونجی پئیں۔

دوپہر بکرے کا گوشت، دیسی مرغی کا گوشت، تیتر، بٹیر، تلئیر کا گوشت، کلیجی پکوڑے، میتھی، تکے، کباب، شوربہ والی مچھلی، جھینگا، دال مسور، سرسوں کا ساگ، باتھو پالک، چوہنگاں، بینگن، کلیجے وغیرہ۔

شام دوپہر والے سالن چیچ سے کھائیں جنہیں خوب مرچ مصالحہ ڈال کر بھون لیا گیا ہو اور اوپر سے قہوہ اجوائن، قہوہ تیزپات کلونجی پئیں۔

پھل آم دیسی، خوبانی، کھجور تازہ، اجوائن اور ادرک کا قہوہ، شہد۔

۴۔قشری اعصابی غذائیں اس غذا کے استعمال سے جمع شدہ صفراء تھوڑا تھوڑا خارج ہونے لگتا ہے اور رطوبات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں لہٰذا صفراوی امراض میں کمی اور عضلاتی امراض سرے سے ختم ہو جاتے ہیں۔

ناشتہ نمکین دلیا، بادام کا حلوہ، ادرک کا حلوہ، ادرک کا مربہ، آم کا مربہ کھجوریں، میٹھے آم، اونٹنی کا دودھ، سونف پودینے کا قہوہ، زیرہ سفید اور الائچی کا قہوہ، ادرک کا قہوہ شہد ڈال کر، شربت بزوری حار، شربت شہتوت۔

دوپہر چولائی کا ساگ، کدو، ٹینڈے، شلغم پیلے، دال مونگ، مونگرے، اچار آم، اچار ادرک، اچار سوہانجنہ، چٹنی کھجور، چھوٹا مغز بغیر شوربہ، دیسی گھی، مرچ سیاہ۔

شام دوپہر والا سالن کھا کر، زیرہ سفید کی چائے، شہد ملا پانی، دودھ سونف والا، آش جو استعمال کریں۔

پھل آم شیریں، انگور، شہتوت، خربوزہ، کھجوریں، کاجو، پستہ، چلغوزے، مغز بادام خشک۔

۵۔ اعصابی قشری غذا یہ غذائیں رطوبت (بلغم) پیدا کر کے خون میں روک رہی ہوتی ہے، لہذا بلغمی علامات ظاہر ہوں گی، صفراوی اور ریاحی علامات سرے سے ختم ہو جاتے ہیں۔

ناشتہ مکھن بادام، حریرہ بادام، خمیرہ بادام، حلوہ بادام، خمیرہ گاؤزبان سادہ، رس، کیک، بند، ڈبل روٹی، دلیہ میٹھا، مربہ گاجر، حلوہ گاجر، سوجی کا حلوہ، دودھ والی سویاں، برفی دودھ، ٹافیاں، میٹھی سونف، انجیر، دودھ جلیبی، مغزیات کا حریرہ، بالائی قہوہ بنفشہ، شربت بنفشہ، شربت بزوری معتدل، قہوہ بنفشہ لیں۔

دوپہر کدو، ٹینڈے، حلوہ کدو، گھیا توری، شلغم سفید، چقندر، چٹنی انجیر، عرق گاؤزبان۔

شام دوپہر والے سالن بسکٹ دودھ، گنے کا رس، گنڈیریاں۔

پھل امرود، گرما، سردا، پھیکا خربوزہ، گلقند دودھ، انجیر، انار کا جوس، کیلے کا ملک شیک، زیرہ سفید اور مغز بادام کی سردائی، کسٹرڈ، فرنی، شربت بزوری معتدل۔

٦۔ اعصابی مخاطی غذا یہ غذائیں کھانے سے رطوبات کا اخراج شروع ہو جاتا ہے اور سوداء پیدا ہونے لگتا ہے، صفراوی امراض یکسر موقوف ہو جاتے ہیں۔

ناشتہ بند، مکھن، دہی کی میٹھی لسی، فرنی، سادے چاول اور دودھ، کھیر، گجریلا، گاجر کی کھیر، قہوہ بہی دانہ، شربت صندل، شربت بزوری بارد، شربت گوند، فالودہ، الائچی والا دودھ۔

دوپہر کدو ہر قسم، شلغم سفید، دال ماش، مولی، پیٹھا، کھیرا، ککڑی (تر) انڈوں کی سفیدی، کھچڑی، چٹنی دھنیا سبز، قہوہ گورکھ پان، اچار لسوڑھا۔

شام دوپہر والے سالن، گوند کتیرا دودھ میں بھگو کر، تخم بالنگو شربت بزوری، سیون اپ دودھ، کچی لسی۔

پھل انار شیریں، کیلے، تربوز، لوکاٹھ، مالٹا، مسمی، میٹھا، ایلچی، مغز کدو یا چہار مغز کی سردائی۔

۷۔ مخاطی اعصابی غذائیں

ان غذاؤں کے استعمال سے خون میں گاڑھا لیس دار مخاطی مادہ (سوداء) پیدا ہو کر رکنے لگتا ہے، جسم میں سردی کی علامات پیدا ہونے لگتی ہیں، صفراوی اور ریاحی امراض سرے سے مفقود ہو جاتے ہیں۔

ناشتہ ساگودانہ، دہی کی لسی پیڑوں والی، پنیر، کھیر، فالودہ، ٹھنڈا دودھ۔

دوپہر اروی، بھنڈی، ثابت ماش، کیلے کا سالن، سلاد کے پتے۔

شام دوپہر والے سالن، ٹھنڈا دودھ، فالودہ۔

پھل ناشپاتی، بگوگوشہ، سنگھاڑے، سیب، پختہ لسوڑھیاں، انڈے کی سفیدی، شربت سپستاں، لعوق سپستاں۔

۸۔ مخاطی عضلاتی غذائیں

ان غذاؤں سے سوداء (سردی) کا اخراج شروع ہو جاتا ہے، اور ریاحی مادہ کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے، اس میں اعصابی اور صفراوی علامات بالکل ختم ہو چکی ہوتی ہیں۔

ناشتہ مربہ بہی، مربہ سیب، خمیرہ مروارید، دواءالمسک بارد جواہردار، شربت انجبار، قہوہ داڑھی بوڑھ، خسیاندہ ترپھلہ۔

طریقہ خسیاندہ ترپھلہ ترپھلہ جوکوب (دردرا) کرکے رکھ لیں اور رات کو ایک درمیانہ چمچ ایک پاؤ پانی میں بھگو دیں، صبح مل چھان کر چینی ڈال کر پی لیں اگر اس سے قبض ہو جائے تو اگلے روز نمک ڈال کر پئیں۔

دوپہر چنے دال پلاؤ، مٹر پلاؤ، مکئی بھنی ہوئی، مکئی کے بھٹے، شکرقندی، دہی بھلے، آلو گوبھی، مٹر، لوبیا۔

شام دوپہر والے سالن، شکرقندی چائے۔

پھل بہی، بیر سبز، سنگھاڑے، بھنے ہوئے آلو، سنگترے، شربت فولاد لیموں ڈال کر پئیں۔

❁❁❁❁❁